نور الانوار

ترجمہ

عبقات الانوار

(حدیث نور ۔ ۵)

علامہ میر حامد حسین

بسم الله الرحمن الرحیم

نورالانوار

ترجمہ

عبقات الانوار

(حدیث نور)

جلد ۵

تالیف: فردوس مآب علامہ میر حامد حسین رحمۃ اللہ علیہ ہندی

ترجمہ و تحقیق: حجۃ الاسلام مولانا سید شجاعت حسین رضوی گوپالپوری

نام کتاب : نورالانوار ترجمہ عبقات الانوار، حدیث نور، جلد۔ ۵

تالیف : فردوس مآب علامہ میر حامد حسین ؒ ہندی

ترجمہ : حجۃ الاسلام مولانا سید شجاعت حسین رضوی گوپالپوری

طباعت : باراول

تعداد : پانچ سو(۵۰۰)

سال : نومبر ۲۰۲۳ء

قیمت : ۵ رجلدی سیٹ، دوہزار پانچ سو(۲۵۰۰) روپے

ناشر

ولایت پبلیکیشنز، دہلی

انتساب

والدمحترم مولانا سید لیاقت حسین صاحب قبلہ ممتاز الافاضل، واعظ کے نام جنہوں نے چالیس سال سے زیادہ عرصے تک بڑی خاموشی سے تبلیغ دین کے فرائض انجام دے کر ۲۰۰۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مترجم

فہرست کتاب

انتساب

میری نانی مرحومہ (محمودہ خاتون) کے والد اور میرے نانا مرحوم (مولانا سید مختار احمد صاحب قیصر گوپال پوری سابق مدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ کھجوہ سیوان بہار) کے چچا اور خسر نیز میری دادی مرحومہ (حیدری خاتون زوجۂ استاذ الاساتذہ مولانا سید رسول احمد صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ) کے چچا آیۃ اللہ حکیم سید ناظر حسن صاحب قبلہ طاب ثراہ سابق مدرس اعلیٰ مدرسہ ایمانیہ بنارس کے نام جن سے کسب علم کر کے کئی عظیم ہستیاں پیدا ہوئیں۔ شجاعت

میر حامد حسینؒ اور ان کے اساتذہ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بیٹوں میں ایک جناب حمزہ تھے جو صاحب "تحفۃ الازہار" کے بقول "عالم کامل، فاضل جلیل القدر، مرتبہ ومنزلت کے اعتبار سے بلند وبالا اور جاہ وحشم اور عزت واقبال کے لحاظ سے صاحب عظمت تھے" جس طرح ان کو امام علی رضاؑ سے والہانہ محبت تھی اسی طرح حضرتؑ کو بھی ان سے دلی محبت تھی۔ اسی لئے جب حضرتؑ، مامون کے حکم پر مدینہ سے خراسان تشریف لائے تو ان کو بھی اپنے ہمراہ لے کر آئے۔ اور جس طرح مامون کے ہاتھوں حضرتؑ کی شہادت ہوئی جناب حمزہ بھی اسی کے اشارے پر شہید کئے گئے۔ ان کی اولاد نیشاپور میں مقیم تھی بعد میں وہی ایک وسیع خاندان میں تبدیل ہو گیا اور وہ سادات موسوی کہلایا۔ ہندوستان میں آنے والے سادات موسوی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری میں جناب حمزہ کی نسل کے ایک بزرگ سید شرف الدین ابوطالب نیشاپور سے ہندوستان آئے اس وقت تغلق خاندان برسر اقتدار تھا۔ سید صاحب کے ایک فرزند، سلطان محمد تغلق کی فوج میں ملازم ہوئے اور تھوڑی ہی مدت میں اہم منصب پر فائز ہو گئے۔ ان کے کارناموں کی وجہ سے جہاں بادشاہ کی نظر میں ان کی قدر ومنزلت بڑھتی چلی گئی اور ان کے مراتب بلند سے بلند تر ہونے لگے وہیں ان کے دشمنوں کے سینوں میں حسد کی آگ بھی بھڑکنے لگی۔ اور ایک وہ وقت بھی آیا کہ جو بادشاہ قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اسی نے ان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ لیکن شہادت کے بعد جب ان کی بے گناہی ثابت ہوئی تو وہ کف افسوس ملنے لگا اور تلافی کے لئے ان کے دشمنوں کو سزا بھی دی اور شہید کے والد سید شرف الدین ابوطالب کو خلعت وجاگیر سے نوازا بھی۔

سید شرف الدین ابوطالب نے اپنے قیام کے لئے کنتور (ضلع بارہ بنکی یوپی) کا انتخاب کیا اور وہیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ چلے آئے۔ بیٹے کے غم میں دنیا سے متنفر ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اسی لئے اپنی باقی زندگی عبادت وبندگی میں گزار کر صاحب کشف وکرامات بن گئے۔ آپ کی قبر کنتور

(یوپی) میں زیارتگاہ خاص وعام ہے۔ سید شرف الدین کے بعد ان کے دوسرے فرزند سید عزالدین محمد ان کے قائم مقام ہوئے اور کنتور میں جب ان کا پہلا بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام ابوالمظفر علاء الدین حسین رکھا۔ ان ہی سے سادات کنتور کا سلسلہ چلا۔ اسی لئے کنتوری شجرہ میں ان کا لقب سید السادات پڑا۔

اس خاندان میں ایک سے ایک علمی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن میں مفتی محمد قلی، میر حامد حسین، علامہ غلام حسین کنتوری اور ناصر الملۃ علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔

اس کتاب کے مقدمہ کا عنوان چونکہ "میر حامد حسین اور ان کے اساتذہ" ہے اس لئے ان کے اور ان کے اساتذہ کے بارے میں اختصار سے لکھنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہوسکے کہ میر حامد حسین نے کیسے کیسے استاد فن سے کسب فیض کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میر حامد حسین کے اساتذہ کا کوئی جواب نہیں تھا۔ انھوں نے کسب علم تو لکھنؤ میں کیا تھا مگر علماء و مراجع نجف و کربلا نے انکے علم کا لوہا مانا تھا جس پر شاہد ان کی تالیفات ہیں۔ ظاہری بات ہے جو شخص معقولات و منقولات کے بے نظیر اساتذہ سے کسب فیض کرے گا وہ میر حامد حسین ہی بنے گا۔

میر حامد حسین ۵ محرم ۱۲۴۶ھ کو میرٹھ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد مفتی محمد قلی قاضی القضاۃ تھے۔ سات سال کی عمر میں آپ کی بسم اللہ ہوئی پھر آپ کے والد نے آپ کے تعلیم کی ذمہ داری لی۔ ان کے انتقال کے بعد مشاہیر علماء سے کسب فیض کیا جن کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

تکمیل علوم کے بعد اپنے والد کی بے ترتیب مسودوں کی ترتیب و تصحیح میں مشغول ہوگئے اور برسوں کی سعی و کوشش کے بعد فتوحات حیدریہ، رسالۂ تقیہ اور تشیید المطاعن کو کتابی شکل میں زیور طبع سے آراستہ کیا۔

اسی دوران شیعوں کے خلاف "منتہی الکلام" نامی کتاب شائع ہوئی جس میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ اس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ مگر اس کے جواب میں آپ نے مختصر عرصے میں "استقصاء الافحام" نامی کتاب لکھ کر مخالفین کا منہ بند کردیا۔ پھر پانچ جلدوں میں "شوارق النصوص" تالیف کی۔

۱۲۸۲ھ میں حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور دوران سفر نادر کتابیں خریدیں یا ان کا استنساخ کیا۔ جب اس معنوی سفر سے واپس ہوئے تو "عبقات الانوار" کی تصنیف میں مشغول ہوگئے بلکہ اس کے لئے اپنے کو وقف کردیا اور شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں چار پانچ گھنٹوں کے سوا باقی سارا

وقت اسی علمی کام میں صرف کیا اور دنیا و معاشرت دنیا کو بالکل سے ترک کردیا تھا۔ بیٹھے بیٹھے جب تھک جاتے تھے تو لیٹ کر کتب بینی کرتے تھے چنانچہ سینے پر کثرت سے کتابیں رکھنے کی وجہ سے وہاں گھٹا پڑ گیا تھا۔ شدید محنت و مشقت کے سبب آپ کی صحت خراب ہوگئی تھی اور گوناگوں امراض میں مبتلا ہوگئے تھے۔ جب آپ کا داہنا ہاتھ بیکار ہوگیا تو بائیں ہاتھ سے لکھتے تھے اور جب یہ ہاتھ بھی بیکار ہوگیا اور خود لکھنے سے معذور ہوگئے تو بول کر دوسرے سے لکھواتے تھے اور اس کا سلسلہ وفات سے ایک دن پہلے تک جاری رہا۔

روز و شب کی کاوشوں سے جو کتابیں تصنیف کیں وہ یہ ہیں: استقصاء الافحام رد منتہی الکلام، شوارق النصوص، عبقات الانوار، کشف المعضلات فی حل المشکلات، العضب التباری فی مبحث آیۃ الغار، افحام اہل المین فی رد ازالۃ الغین، النجم الثاقب فی مسئلۃ الحاجب، الدرر السنیۃ فی المکاتیب والمنشآت العربیۃ، زین الوسائل الی التحقیق المسائل، الذرائع فی شرح الشرائع اور اسفار الانوار عن وقائع افضل الاسفار ادھر دوران مطالعہ ان کی یادداشتوں کے مجموعے بھی ملے ہیں۔

۱۸ صفر ۱۳۰۶ھ کو یہ علمی شمع خاموش ہوگئی اور حسینیہ غفرانمآب لکھنؤ میں دفن کئے گئے اور بعد وفات فردوس مآب سے ملقب ہوئے۔

اساتذۂ میر حامد حسینؒ

۱۔ مفتی محمد قلی

آپ ۵ ذیعقدہ ۱۱۸۸ھ کو کنتور میں پیدا ہوئے اور ذی علم باپ کے سائے میں تربیت پائی۔

تذکروں میں ملتا ہے کہ آپ کے والد نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ امام زمانہؑ نے انھیں تین پھل دیئے ان میں دو ناقص اور ایک کامل تھا۔ اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ آپ کے تین فرزند ہوئے ایک مہدی قلی جو جوانی میں وفات پائے دوسرے ہادی قلی جو بچپنے ہی میں فوت ہوگئے اور تیسرے مفتی محمد قلی جو ۷۲ سال کی عمر پا کر فضل و کمال کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے۔

کتب درسیہ (ادبیات وغیرہ) تو فضلاء عصر سے پڑھیں مگر علوم دینیہ کے لئے غفرانمآب کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور اکثر علوم کی بے مثل شخصیت بن گئے خاص طور سے علم کلام میں۔ آیت اللہ شبیری

زنجانی کے بقول مطاعن کو جس نے کلام کی صورت بخشی وہ مفتی محمد قلی ہیں۔

آپ ایک عرصہ تک میرٹھ میں قاضی القضاۃ تھے اور وہاں اس طرح اپنی ذمہ داری پوری کی کہ ہر طرف آپ کی عدالت کا چرچا تھا۔ نجوم السماء کے مطابق رسالہ "عدالت علویہ" آپ کی وہیں کی تصنیف ہے۔

آخر عمر میں لکھنؤ واپس آ کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے جس کے نتیجے میں درج ذیل شاہکار منظر عام پر آئے: سیف ناصری تحفہ کے باب اول کا جواب ہے۔ تقلید المکائد تحفہ کے باب دوم کا جواب ہے۔ برہان سعادت تحفہ کے باب ہفتم کا جواب ہے۔ تشیید المطاعن تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے۔ مصارع الافہام تحفہ کے باب یازدہم کا جواب ہے۔ تطہیر المومنین عن نجاسۃ المشرکین۔ تکمیل المیزان فی علم الصرف، رسالہ تقیہ۔ تقریب الافہام فی تفسیر آیات الاحکام۔ رشید الدین دہلوی کی کتاب شوکت عمریہ کا جواب شعلۂ ظفریہ۔ حکم احادیث صحیحین۔ عبدالحق دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کا جواب فتوحات حیدریہ۔ عدالت علویہ۔ رسالہ فی الکبائر اور الاجوبۃ الفاخرہ میں ردالاشاعرہ۔

ان تالیفات میں دو ضخیم جلدوں میں چھپنے والی کتاب "تشیید المطاعن" (جو چند سال پہلے سولہ جلدوں میں دوبارہ چھپی ہے) کو اسی طرح شہرت ملی جس طرح بیٹے میر حامد حسین کی کتاب "عبقات الانوار" کو اور یہی دونوں کتابیں ان دونوں کی شناخت بن گئیں۔

مفتی محمد قلی کا ۹ محرم ۱۲۶۰ھ کو انتقال ہوا اور حسینیہ غفرانمآب میں دفن کیے گئے۔

میر حامد حسین نے سات سال کی عمر سے چودہ سال کی عمر تک اپنے والد مفتی محمد قلی ہی سے کسب فیض کیا تھا اور جب چودہ سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تب دوسرے اساتذہ کی طرف رخ کیا تھا۔

۲۔ سلطان العلماء سید محمد

آپ ۱۷ ماہ صفر ۱۱۹۹ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ آپ کے والد غفرانمآب نے خواب میں دیکھا کہ امام زمانہ فرما رہے ہیں کہ اس (سلطان العلماء) کا میں سرپرست ہوں۔ اس خواب کو سلطان العلماء بہت زیادہ نقل کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ میرے مربی و سرپرست امام زمانہ ہیں۔ معقولات و منقولات کے لئے تو اپنے والد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا تھا مگر اس سچے خواب کی روشنی میں باطنی پشت پناہی امام زمانہ کی رہی ہوگی۔

کمسنی ہی میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے تھے کیونکہ جب غفرانمآب نے انھیں اجازۂ اجتہاد دیا تھا تو وہ انیس سال کے تھے مگر اس میں لکھا تھا کہ اس کے پہلے تمھیں اجازۂ اجتہاد دینے والا تھا مگر بعض مصالح مانع بنے ہوئے تھے۔

اس زمانے میں ہندوستان کے بزرگ علماء بلاواسطہ یا بالواسطہ آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی ایماء اور سید العلماء کی کوششوں سے ایک مدرسہ قائم ہوا تھا جس میں طلاب کو معقول وظیفہ ملتا تھا اور مفتی محمد عباس اور میر حامد حسین جیسے جید علماء تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔

شاہ اودھ امجد علی شاہ آپ کا بہت احترام کرتے تھے بلکہ بغیر ان کے اشارے کے کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ ان ہی نے انھیں سلطان العلماء کا لقب دیا تھا اور احترام میں بڑے قبلہ و کعبہ کہتے تھے جس کی وجہ سے سبھی انھیں بڑے قبلہ و کعبہ کہتے تھے۔ آپ ہی کے حکم سے ہر جگہ قاضی معین ہوتے تھے جو شرع کے مطابق حکم دیا کرتے تھے۔

ملحقات اوراق الذہب میں صاحب جواہر کے خطوط میں آپ کے بارے میں موجود الفاظ سے آپ کی عظمتِ علمی کا پتہ چلتا ہے۔ نیز اسی کتاب میں سلطان العلماء سید محمد کے مفتی محمد قلی کے نام ۶۶ خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں نظریاتی اختلاف پائے جاتے تھے مگر عمل میں ہماہنگی پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی محمد قلی کے رسالہ کا جواب جب شوکت عمریہ کے نام سے منظر عام پر آیا تو جہاں مفتی محمد قلی نے شعلۂ ظفریہ کے نام سے اس کا جواب دیا وہیں سلطان العلماء سید محمد صاحب نے بھی ضربت حیدریہ کے نام سے اس کا جواب دیا تھا۔

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے سلطان العلماء کے نام اپنے خط میں اپنی شیعیت کا اظہار اس طرح کیا تھا:

"افضل الفضلاء، افقہ الفقہاء، سید السادات، مقتدائے مومنین و مومنات، مجتہد العصر و الزمان، سلطان العلماء دامت برکاتہ، خدا کا شکر میں نے ولاء و محبت اہلبیت اختیار کر لیا ہے اور دشمنان علی بن ابی طالبؑ سے اظہار برائت کرتا ہوں۔ امامباڑہ بن رہا ہے تکمیل کے بعد اس میں تعزیہ رکھا جائے گا۔ میں کوشش کر رہا ہوں مگر تکمیل تک خدا ہی

پہنچانے والا ہے.....۔"

بوارق موبقہ تحفہ کے ساتویں باب کا جواب ۔طعن الرماح تحفہ کے دسویں باب کا جواب ۔بارقۂ ضیغمیہ یہ بھی تحفہ کے دسویں باب کی بحث متعہ کا جواب۔طرد المعاندین تحفہ کے بارہویں باب کا جواب ۔اصل الاصول دررد اخباریت۔منہاج التدقیق،سیف ماسح ،صمصام قاطع ،ضربت حیدریہ،احیاء الاجتہاد، ثمرۃ الخلافۃ ،عجالۂ نافعہ،سم الفار، برق خاطف ۔شرح زبدۃ الاصول۔فوائد نصیریہ۔کشف الغطاء۔گوہر شاہوار اور سبع مثانی وغیرہ آپ کے کتب ورسائل ہیں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے اور اپنے والد کے حسینہ میں والد ہی کی قبر کے قریب دفن کئے گئے اور وفات کے بعد رضوان مآب سے ملقب ہوئے۔

آپ سے میر حامد حسین نے منقولات پڑھی تھی۔

۳۔سید العلماء سید حسین

آپ کی ولادت ۴ ربیع الاول ۱۲۱۱ھ کو لکھنؤ میں ہوئی تھی۔آپ کے والد غفرانمآب نے اپنے پہلے بیٹے کا نام سید محمد، دوسرے کا سید علی، تیسرے کا سید حسن رکھا مگر جب چوتھا فرزند پیدا ہوا تو ترتیب بدل دی اور اس مولود کا نام سید مہدی رکھا۔ایک روز خواب میں امام حسینؑ کو دیکھا کہ پوچھ رہے ہیں تم نے پنجتن کی ترتیب بدل کر مہدی کیوں نام رکھا۔جواب دیا اب میں ضعیف ہوگیا اور اولاد کی امید نہیں اس وجہ سے آخری امام کے نام پر نام رکھا۔حضرتؑ نے فرمایا ابھی ایک اور فرزند ہوگا اس کا نام میرے نام پر (حسین) رکھنا۔چنانچہ جب پانچواں فرزند پیدا ہوا تو غفرانمآب نے اس کا نام حسین رکھا اور عرفیت میرن صاحب ہوئی۔اور جس طرح اودھ کے بادشاہِ وقت امجد علی شاہ نے بڑے بھائی کو سلطان العلماء کا لقب دیا تھا اسی طرح آپ کو سید العلماء سے ملقب کیا۔

آپ اپنے والد غفرانمآب اور بڑے بھائی سلطان العلماء سید محمد سے کسب فیض کر کے ۱۷ سال کی عمر میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے تھے جس کی سند غفرانمآب نے آپ کا پہلا رسالہ "تجزی فی الاجتہاد" اور دوسرا "حکم ظن رکعتین" دیکھ کر دیا تھا۔

چونکہ امجد علی شاہ، سلطان العلماء کی بڑی قدر کرتے تھے اور بغیر آپ کے ایماء کے کوئی اہم قدم نہیں

اٹھاتے تھے بلکہ بڑے تواضع وانکسار سے آپ کے دولتکدے پر حاضر ہوتے اس لئے اکثر سلطنتی امور سلطان العلماء کے ذمے تھے مگر حوزوی امور اور خدمت خلق سید العلماء سے متعلق تھے۔اس کے لئے بادشاہ کی طرف سے سالانہ تین لاکھ روپئے آپ کو دیئے جاتے تھے۔

سید العلماء ہی کی سعی وکوشش سے عراق میں نہر آصفی کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپئے بادشاہِ اودھ سے لے کر شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر کے پاس بھیجے گئے تھے۔نیز آپ نے جناب مسلم اور ہانی کے روضوں کی تعمیر کے لئے پندرہ ہزار روپئے بھجوائے۔ایوان جناب عباسؑ کی تذہیب وتزئین کے لئے سید ابراہیم حائری صاحب ضوابط الاصول کے پاس تیس ہزار روپئے بھجوائے نیز ان ہی سید ابراہیم حائری کے پاس نہر حسینی کی تعمیر کے لئے بھی ڈیڑھ لاکھ روپئے ارسال کئے تھے۔

ان سب کے علاوہ حوزۂ علمیہ نجف وکربلا اور وہاں کے غرباء کی مدد کے لئے صاحب جواہر، صاحب ضوابط، شیخ حسن کاشف الغطا اور سید علی نقی طباطبائی جیسی عظیم شخصیتوں کے پاس روپئے بھیجے جن کی رسیدیں ملحقات اوراق الذھب کی دوسری جلد میں موجود ہیں۔مؤسسہ کتاب شناسی شیعہ قم ایران کی جانب سے شائع ہونے والی اوراق الذھب جس کی دو جلدیں اس کے ملحقات ہیں، ان میں بہت اہم خطوط واسناد اور رسیدیں چھپی ہیں۔ان کے مطالعے سے ہندوستان کے علماء وملوک کی خدمات کی ایک جھلک نظر آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کتنی اہم خدمتیں انجام دی ہیں۔

نجف وکربلا کے مراجع وعلماء ہمیشہ آپ سے رابطے میں رہتے تھے اور آپ سے خط وکتابت کا سلسلہ رکھتے تھے۔اوراق الذھب کی دوسری جلد میں صاحب جواہر کے آپ کے نام ۲۸ خطوط، صاحب ضوابط کے ۸ خطوط، سید علی نقی طباطبائی کے ۸ خطوط، فرزند صاحب جواہر کے ۳ خطوط اسی طرح اور کئی عظیم ہستیوں کے خطوط شائع ہوئے ہیں۔ان خطوط میں جن القاب والفاظ سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے وہ تعجب خیز ہے ۔سید العلماء کی علمی شخصیت کو سمجھنے کے لئے یہی خطوط کافی ہیں۔

تجزی فی الاجتہاد، مناھج التدقیق ومعارج التحقیق ،رسالہ جواز عمل برظن در افعال نماز ،وجیز رائق ،رسالہ اصالۂ طہارت ،وسیلۃ النجاۃ ،روضۃ الاحکام ۔حاشیہ برشرح کبیر۔حدیقۂ سلطانیہ، رسالہ دراحکام میراث۔افادات حسینیہ، تفسیر سورۂ حمد، تفسیر سورۂ دہر، طرد المعاندین اور مجالس مفجعہ وغیرہ آپ کی تصنیفات و

تالیفات ہیں۔

۱۸ صفر ۱۲۷۳ھ کو انتقال ہوا اور حسینہ غفرانمآب میں باپ کے پہلو میں دفن کئے گئے اور بعد وفات علیین مکان لقب ہوا۔

آپ سے میر حامد حسین نے ریاض المسائل (شرح کبیر) اور مناہج التدقیق جیسی فقہی کتابیں پڑھی تھیں۔

۴۔ خلاصۃ العلماء سید مرتضیٰ

آپ سلطان العلماء سید محمد کے چوتھے فرزند تھے۔ آپ نے اپنے والد اور اپنے بھائی سید محمد صادق سے کسب علم کیا تھا اور آپ کے ملکۂ اجتہاد کو دیکھ کر آپ کے والد سلطان العلماء نے اجازۂ اجتہاد سے نوازا تھا۔

آپ عدالت میں صدر الصدور کے منصب پر فائز تھے اور حکومت اودھ کی طرف سے آپ کو "خلاصۃ العلماء" کا لقب عطا ہوا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جامع معقولات و منقولات اور سخی و شجاع ترین اولادِ غفرانمآب تھے اور باوجود کم عمری کے اکثر علوم خصوصاً کتب درسیہ پر تسلط کامل رکھتے تھے۔ شرح لمعہ پر آپ کا حاشیہ آپ کی جلالت علمی کی نشاندہی کرتا ہے۔

مگر افسوس ۱۸ ماہ رمضان ۱۲۷۶ھ کو جوانی میں انتقال ہوا اور اپنے دادا کے حسینیہ میں دفن کئے گئے۔

آپ سے میر حامد حسین نے معقولات پڑھی تھی۔

۵۔ ممتاز العلماء سید محمد تقی

تذکروں میں اساتذۂ میر حامد حسین میں ممتاز العلماء کا نام نظر نہیں آتا۔ مگر ممتاز العلماء کا ایک خط میر حامد حسین کے خط کے جواب میں اوراق الذہب، ج ۳، ص ۳۰۴ پر شائع ہوا ہے۔ خط کے مضمون کو دیکھ کر بعید ہے کہ میر حامد حسین نے موقع سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔ متن ملاحظہ فرمائیں:

"فضیلت آثار مولوی حامد حسین صاحب سلمه الله۔ بعد سلام سنت اسلام، واضح شود به سبب کثرت اشغال وضعف و اضمحلال غیر از وقت تدریس فرصت نیست، خصوص برای کتب معقولات۔ مناسب بود که در کتب فقهیه یا اصولیه اشتغال پیدا کنید و اوقات عزیز را در علوم فلسفه ضائع و برباد نکنید۔ اماحسب اصرار شما بعد فراغ نماز

صبح می توانم چند دقیقه خود را فارغ نمایم برای مجسطی یا افق المبین و جمع هر دو برای من از ضیق وقت میسور نیست، یکی از ین هر دو، وآنچه مرغوب باشد، ان شاء الله از فردا بیاورید۔ والسلام۔ سید محمد تقی عفی عنه"

"فضیلت آثار مولوی حامد حسین صاحب سلمہ اللہ۔ بعد سلام۔ واضح ہو کہ مصروفیات کی کثرت اور جسمانی کمزوری کی وجہ سے تدریس کے وقت کے سوا موقع نہیں ہے خاص طور سے معقولات کی کتابوں کے لئے۔ مناسب تو یہ تھا کہ فقہی اور اصولی کتابوں میں مشغول رہتے اور اپنے قیمتی اوقات کسبِ علوم فلسفہ میں ضائع نہ کرتے۔ آپ کے اصرار پر نماز صبح کے بعد تھوڑی دیر وقت دے سکتا ہوں اس میں یا مجسطی پڑھیں یا افق المبین۔ وقت کی کمی کی وجہ سے دونوں کا پڑھانا ممکن نہیں ہیں۔ جس کو پسند کریں اس کو کل سے لے کر آجائیں۔ والسلام۔

ممتاز العلماء سید محمد تقی، سید العلماء سید حسین کے دوسرے فرزند تھے جن کی ولادت ۱۶ جمادی الاول ۱۲۳۴ھ کو ہوئی تھی۔ تذکرۂ بے بہا کے بقول آپ نے ابتدائی کتابیں مولانا سید علی صاحب بھیکپوری (والد صاحب لوائح الاحزان) سے پڑھیں پھر مولانا احمد علی محمد آبادی اور مفتی محمد عباس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا مگر معقولات و منقولات کی تکمیل اپنے والد سید العلماء سے کی۔ آپ کو بچپن میں کھیل کود سے کوئی رغبت نہیں تھی صرف کسب علوم میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے اور سلطان العلماء سید محمد، سید العلماء سید حسین اور صاحب جواہر نے اپنے اجازوں سے نوازا۔

باپ اور چچا کی طرح آپ سے بھی جید علماء و مجتہدین خط کے ذریعے رابطہ رکھتے تھے۔ مؤسسہ کتاب شناسی شیعہ قم کی جانب سے شائع والی اوراق الذہب میں آپ کے نام مفتی محمد عباس کے ۱۶ خطوط، صاحب جواہر کے ۶ خطوط، فرزند صاحب جواہر کے ۳ خطوط، سید محمد تقی بحر العلوم کے ۳ خطوط، شیخ انصاری کا ایک خط۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی جید علماء کے خطوط شائع ہوئے ہیں۔

آپ کو بادشاہِ وقت امجد علی شاہ کی طرف سے "ممتاز العلماء" اور "فخر المدرسین" کے القاب ملے تھے اور شاہی مدرسہ کے مدرس اعلیٰ بنائے گئے تھے۔ آپ کے بارے میں مفتی محمد عباس صاحب نے لکھا ہے

:"وہ ہیں تو مجھ سے چھوٹے مگر فضل وشرف میں ہم سب پر مقدم ہیں" آپ کے شب وروز کے اکثر حصے درس وتدریس، اعمال وعبادات اور مستحقین کی مدد میں گزرتے تھے۔

نخبۃ الدعوات۔ ارشاد فی فضیلۃ الدعا۔ ارشاد المومنین۔ حدیقۃ الواعظین۔ نزھۃ الواعظین۔ ارشاد المبتدی۔ ھدایۃ المسترشدین۔ شرح تبصرۃ المتعلمین۔ دعوات فاخرہ۔ کتاب الضراعات۔ کتاب الاستغاثات۔ غوث اللائذ۔ عباب فی علم الاعراب۔ تفسیر ینابیع الانوار۔ الفرائد البھیۃ فی شرح الفوائد الصمدیۃ اور مصباح الدجیٰ فی تحقیق الذکر والانثیٰ وغیرہ آپ کی تصنیفات وتالیفات ہیں۔

ان کے علاوہ آپ کا حسینیہ، مسجد اور کتب خانہ آپ کی یادگاریں ہیں۔

۲۴ ماہ رمضان ۱۲۸۹ھ کو اس دار فانی کو وداع کیا اور اپنے ہی بنائے ہوئے حسینیہ میں دفن ہوئے۔

آپ سے میر حامد حسین نے "مجسطی" یا "افق المبین" پڑھی تھی۔

۶۔ مفتی محمد عباس

مفتی محمد عباس جن کا سلسلۂ نسب چار واسطوں سے سید نعمۃ اللہ جزائری صاحب انوار نعمانیہ تک پہنچتا ہے ربیع الاول ۱۲۲۴ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں اور معقولات کے لئے علماء فرنگی محل کی شاگردی اختیار کی جس کا سلسلہ ۱۸ سال کی عمر تک جاری رہا۔ مگر فقہ و اصول کی تکمیل سید العلماء سید حسین سے کی اور ان کے عظیم شاگرد ومعتمد بن گئے بلکہ علمی کمالات دیکھ کر استاد نے اجازہ سے نواز اتھا۔

۱۲۶۱ھ میں مفتی مقرر ہوئے اور دربار شاہی سے "تاج العلماء" اور "افتخار الفضلاء" کے القاب پائے تھے۔ علم وفضل اور عربی وفارسی نثر ونظم میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے سلطان العلماء اور سید العلماء کی طرف سے علماء ومراجع نجف کو جو خطوط بھیجے جاتے تھے انھیں آپ ہی تحریر کرتے تھے۔ ان ہی خطوط کا مجموعہ "ظل ممدود" کے نام سے شائع ہوا ہے۔

مختلف موضوعات پر آپ کے کتب ورسائل کی تعداد تین سو بتائی جاتی ہے۔ تکملہ نجوم السماء اور تذکرۂ بے بہا میں تقریباً ۱۵۰ کتب ورسائل کے نام موجود ہیں۔ آپ کی مشہور کتابوں میں ایک "روائح القرآن فی فضائل امناء الرحمٰن" ہے جس میں ۱۳۰ آیتوں کے بارے میں روایات اہلسنت سے ثابت کیا

ہے کہ یہ فضائل عترت نبی خصوصاً فضائل علیؑ میں نازل ہوئی ہیں۔ اسی کتاب کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ جب یہ شیخ مرتضیٰ انصاری صاحب رسائل ومکاسب کے پاس پہنچی تو بڑے ادب واحترام سے اس کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر اس کو اپنے سر پر رکھا اور پھر فرمایا: "یہ ہمارے سید محمد عباس کا ہدیہ ہے" دوسری "شریعۃ الغراء" ہے جو فقہ استدلالی ہے مگر افسوس وہ کامل نہ ہوسکی لیکن جو دو جلدیں طبع ہوئی ہیں وہ مفتی صاحب کے عربی ادب اور فقاہت کا شاہکار ہیں۔ اور تیسری "جواہر عبقریہ" ہے جو تحفہ اثنا عشریہ کے ساتویں باب، باب امامت کا جواب ہے۔ نیز "بحار الانوار" کی جلد عاشر (آج کی ج ۴۳، ۴۴، ۴۵) کا فارسی ترجمہ فارسی ادباء کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

۲۵ رجب ۱۳۰۶ھ کو لکھنؤ میں اس دار فانی کو وداع کہا اور حسینۂ غفرانمآب میں صاحب عبقات الانوار کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

آپ سے میر حامد حسین نے نہج البلاغہ پڑھی تھی۔

۷۔ سید برکت علی

صاحب تکملۂ نجوم السماء کے بقول میر حامد حسین نے مقامات حریری اور دیوان متنبی جیسی ادبی کتابیں مولوی سید برکت علی صاحب سے پڑھی تھیں جو لکھنؤ کے کسی مدرسہ میں مدرس تھے۔ ان کا شرح حال مجھے نہ مل سکا۔

آخر میں شکر گزار ہوں حجج اسلام سید معراج مہدی رضوی اور سید کرار حسین رضوی کا جنھوں نے تصحیح کتاب کے فرائض انجام دیئے۔

سید شجاعت حسین رضوی
گوپال پور، باقر گنج
سیوان، بہار

شاہ صاحب کی باتیں

"آٹھویں حدیث جس کی پیغمبرؐ اسلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: **کنت انا و علی بن ابی طالب نوراً بین یدی اللّٰہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ آلاف عام. فلمّا خلق اللّٰہ آدم قسّم ذالک النور جزئین. فجزء انا و جزء علی بن ابی طالب.** (آدم کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی بن ابی طالب پیش خدا، ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نے اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علی ہے۔)

اس حدیث کے بارے میں اہلسنت کا اجماع ہے کہ یہ جعلی (گڑھی ہوئی) ہے۔ کیونکہ اس کے سلسلۂ سند میں محمد بن خلف مروزی ہے جس کو یحیٰی بن معین نے کذّاب کہا ہے اور دار قطنی نے متروک۔ اور اس کے جھوٹے ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اسی حدیث کو دوسری سند سے بھی نقل کیا گیا ہے لیکن اس کے سلسلۂ سند میں جعفر بن احمد ہے جو رافضی، غالی، کذّاب اور حدیثیں گڑھتا تھا۔ وہ قدح صحابہ اور ان پر سب و شتم سے متعلق زیادہ حدیثیں گڑھتا تھا۔

اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیں تو اس کے مقابلے ایک دوسری حدیث ہے جو سند کے لحاظ سے اس سے قدرے بہتر ہے اور اس کے سلسلۂ سند میں کوئی راوی کذب و جعلِ حدیث سے متہم نہیں ہے اور وہ روایت شافعی ہے جس کی انھوں نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا:" **کنت انا و ابو بکر و عمر و عثمان و علی بین یدی اللّٰہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالف عام. فلمّا خلق اسکننا ظھرہ و لم نزل ننتقل فی الاصلاب الطاھرۃ حتی نقلنی اللّٰہ تعالیٰ الی صلب عبد اللّٰہ، و نقل ابا بکر ابی صلب ابی قحافۃ و نقل عمر الی صلب الخطاب و نقل عثمان الی صلب عفّان و نقل علیا الی صلب ابی طالب** " (خلقتِ آدم سے ایک ہزار سال پہلے میں، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی، خدا کے حضور میں تھے۔ جب خدا نے انھیں خلق کیا تو

ہمیں ان کے صلب میں مستقر کیا اور پھر ہم اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ خدا نے مجھے صلب عبداللہ میں، ابوبکر کو صلب ابوقحافہ میں، عمر کو صلب خطاب میں، عثمان کو صلب عفان میں اور علی کو صلب ابو طالب میں منتقل کیا۔

اس کی مؤید وہ حدیث ہے جو مشہور بھی ہے کہ: ان الارواح جنود مجندہ ما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف .. روحیں ایک لشکر کی مانند ہیں ان میں جو ایک دوسرے کو پہنچان گئی (اور مانوس ہوگئی) وہ ایک جگہ رہی اور جو متنفر ہوئی وہ جدا ہوئی)۔

ان سب باتوں سے قطع نظر یہ حدیث مدعیٰ پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ حضرت امیر (علیؑ) کا نور نبوی میں شریک ہونا آپ کے بلا فصل امام ہونے کا لازمہ نہیں ہے۔ اور اگر ہے (اور دونوں ملازم ہیں) تو اسے اس طرح بیان کرنا چاہئے کہ بات واضح ہوجائے اور اس پر کسی طرح کا غبار نہ پڑا رہے۔

آنحضرت کی جو حضرت علیؑ سے قرابت ہے اس میں تو کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ صرف بحث اس میں ہے کہ یہ قرابت آپ کی امامت بلافصل کی موجب بن سکتی ہے؟ اگر صرف نسبی قرابت امامت میں مقدم ہونے کی موجب بنتی تو جناب عباس (عم پیغمبرؐ) کو امامت وخلافت کے لئے اولویت حاصل تھی کیونکہ آپ (نبیؐ کے) چچا تھے اور چچا شرعی اور عرفی لحاظ سے چچازاد بھائی سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ عباس کو نور سے محروم ہونے کی وجہ سے امامت کی لیاقت نہیں تھی کیونکہ نور عبدالمطلب ،عبداللہ اور ابوطالب میں تقسیم ہوا تھا اور دوسرے بیٹوں تک وہ نہیں پہنچا تھا تو ہم کہیں گے کہ امامت میں مقدم ہونے کا معیار اگر قوت وکثرت نور ہے تو اس لحاظ سے امامت کے لئے حضرت امیر (علیؑ) کے مقابلے حسنین (حسنؑ وحسینؑ) زیادہ مستحق تھے کیونکہ ان میں نور عبداللہ اور نور ابوطالب دونوں جمع ہوگئے تھے جب کہ حضرت علیؑ کی طرف صرف آپ کے والد ابوطالب کا نور منتقل ہوا تھا، اور یہ بات واضح ہے کہ نور نبیؐ، نور علیؑ سے قوی تھا اور یہ دونوں نور حسنینؑ میں جمع ہوگئے تھے۔

میر حامد حسینؒ کے جوابات

شاہ صاحب (محدثِ دہلوی مؤلف تحفہ) نے حدیث نور کی نسبت جو صرف شیعوں کی طرف دی ہے اور اس بات کا ادعا کیا ہے کہ یہ حدیث باجماع اہلسنت جعلی (گڑھی ہوئی) ہے تو ہم ان کے اس جھوٹے ادعا کو بے نقاب کریں گے جیسا کہ عبقات الانوار کی دوسری جلدوں ان کی ایسی ہی بے بنیاد باتوں کی نقاب کشائی کی ہے اور یہ ثابت کریں گے کہ اہلسنت کے جید علماء نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، اور اس کے مقابلے جو شافعی کی حدیث پیش کی ہے وہ متن ہی سے جعلی نظر آتی ہے۔ کیونکہ جن کی پوری عمر یا اس کا اکثر حصہ کفر میں گزرا ہو، ان کا اس نور سے کیا ربط ہوسکتا ہے، جس سے نبی کی خلقت ہوئی تھی۔

سند حدیث نور

ہم یہاں حدیث نور کی سند پیش کررہے ہیں جو اس کے صحیح ہونے ہی کو نہیں، بلکہ اس کے متواتر ہونے کو ثابت کرتی ہے، کیونکہ اس کو ہر طبقہ کے راویوں نے نقل کیا ہے۔ پہلے ان صحابیوں کو ذکر کریں گے جنہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے، پھر تابعین کو بیان کریں گے اور پھر ان علماء کو پیش کریں گے جنہوں نے مختلف قرنوں میں اس کو نقل کیا ہے۔

حدیث نور کی روایت کرنے والے اصحاب

الف: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام۔ آپ سے درج ذیل علماء نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ ۱۔ صالحانی، ۲۔ کلاعی، ۳۔ سید محمد بن جعفر مکی، ۴۔ ابراہیم وصابی، ۵۔ واعظ ہروی، ۶۔ محمد صدر عالم۔

ب۔ امام حسین علیہ السلام۔ آپ سے درج ذیل علماء نے یہ حدیث نقل کی ہے: ۱۔ عاصمی ۲۔ خطیب خوارزمی، ۳۔ مطرزی، ۴۔ شہاب الدین احمد۔

ج۔ سلمان فارسی۔ آپ سے درج ذیل علماء نے اس حدیث کی روایت کی ہے: ۱۔ احمد بن حنبل، ۲۔ عبد اللہ بن احمد، ۳۔ ابن مغازلی، ۴۔ شیرویہ دیلمی، ۵۔ نطنزی، ۶۔ شہردار دیلمی، ۷۔ خطیب

خوارزمی، ۸۔ابن عساکر، ۹۔حموینی، ۱۰۔شرف الدین محمود طالبی، ۱۱۔سید علی ہمدانی، ۱۲۔محمد بن یوسف گنجی، ۱۳۔محب الدین طبری، ۱۴۔ابراہیم بن عبداللہ وصابی، ۱۵۔محمد واعظ ہروی، ۱۶۔محمد صدر عالم۔

د: ابوذر غفاری۔ان سے ابن مغازلی نے روایت کی ہے۔

ھ: جابر بن عبداللہ انصاری۔ان سے ابن مغازلی نے روایت کی ہے۔

و: عبداللہ بن عباس۔ان سے درج ذیل علماء نے روایت کی ہے: ۱۔خطیب بغدادی، ۲۔نطنزی، ۳۔محمد بن یوسف گنجی، ۴۔حموینی، ۵۔زرندی، ۶۔شہاب الدین احمد، ۷۔جمال الدین محدث۔

ز: ابوہریرہ۔ان سے ابوالمؤید ابراہیم بن محمد حموینی نے روایت کی ہے۔

ح: انس بن مالک۔ان سے ابومحمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے روایت کی ہے۔

حدیث نور کی روایت کرنے والے تابعین

۱۔ امام زین العابدینؑ، سید الساجدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔آپ کو اہلسنت کی اصطلاح کے مطابق تابعین میں ذکر کیا گیا ہے۔ورنہ آپ اہلبیتؑ طاہرین میں ہیں اور اہلبیت علیہم السلام صحابہ سے افضل تھے۔نیز محکم دلائل سے ان کی عصمت بھی ثابت ہے۔لہذا ان کا کسی حدیث کی روایت ہی کر دینا اس کے اعتبار کے لئے کافی ہے۔

۲۔زاذان ابوعمر کندی م ۸۲ھ۔

۳۔ابوعثمان زرّی

۴۔سالم بن ابی جعد اشجعی م ۹۷ھ یا ۹۸ھ یا ۱۰۰ھ،

۵۔ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس اسدی مکی م ۱۲۶ھ

۶۔عکرمہ بن عبداللہ بربری (غلام ابن عباس) م ۱۰۷ھ

۷۔عبدالرحمٰن بن یعقوب جہنی مدنی

۸۔ابوعبیدہ حمید بن ابی حمید طویل بصری م ۱۴۲ھ یا ۱۴۳ھ

حدیث نور کی روایت کرنے والے عظیم حفاظ وعلماء

۱۔احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی (امام الحنابلہ) م ۲۴۱ھ

۲۔ابوحاتم محمد بن ادریس رازی م ۲۷۷ھ

۳۔عبداللہ بن احمد بن حنبل م ۲۹۰ھ

۴۔ابوبکر احمد بن موسیٰ ابن مردویہ اصفہانی، م ۴۱۰ھ

۵۔ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی م ۴۳۰ھ

۶۔ابوعمر یوسف بن عبداللہ معروف بہ ابن عبدالبر قرطبی، م ۴۶۳ھ

۷۔ابوبکر احمد بن علی بن ثابت معروف بہ خطیب بغدادی، م ۴۶۳ھ

۸۔ابوالحسن علی بن محمد بن طیب جلابی معروف بہ ابن مغازلی، م ۴۸۳ھ

۹۔ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی ہمدانی، م ۵۰۹ھ

۱۰۔ابومحمد احمد بن محمد بن علی عاصمی صاحب زین الفتیٰ فی شرح سورہ ھل اتی

۱۱۔ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی، م حدود ۵۵۰ھ

۱۲۔ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ معروف بہ ابن دیلمی، م ۵۵۸ھ

۱۳۔ابوالمؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق مکی معروف بہ اخطب خوارزم، م ۵۶۸ھ

۱۴۔ثقۃ الدین ابوالقاسم علی بن حسن بن ھبۃ اللہ معروف بن ابن عساکر، م ۵۷۱ھ

۱۵۔نور الدین ابوحامد محمد بن محمد بن حسین بن یحییٰ صالحانی تلمیذ ابوموسیٰ مدینی

۱۶۔ابوالفتح ناصر بن عبدالسید مطرزی، م ۶۱۰ھ

۱۷۔ابومحمد قاسم بن حسین بن محمد خوارزمی، م ۶۱۷ھ

۱۸۔عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن فضل قزوینی رافعی، م ۶۲۴ھ

۱۹۔ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم بلنسی کلاعی معروف بہ ابن سبع، م ۶۳۴ھ

۲۰۔محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی صاحب کفایۃ الطالب، م ۶۵۸ھ

۲۱۔محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد طبری، م ۶۹۶ھ

۲۲۔ ابوالمؤید ابراہیم بن محمد حموینی، م ۷۲۲ھ

۲۳۔ شرف الدین محمود بن محمد بن محمود درگزینی طالبی قرشی، م ۷۴۳ھ

۲۴۔ محمد بن یوسف زرندی، حدود ۷۵۰ھ

۲۵۔ سید محمد بن یوسف حسینی معروف بہ گیسودراز

۲۶۔ سید محمد بن جعفر حسینی مکی

۲۷۔ عمدۃ العرفاء جلال الدین بخاری، م ۷۸۵ھ

۲۸۔ سید علی بن شہاب الدین ہمدانی، م ۷۸۶ھ

۲۹۔ جلال الدین احمد خجندی

۳۰۔ شہاب الدین احمد صاحب توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل

۳۱۔ شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر زاولی دولت آبادی ملقب بہ ملک العلماء، م ۸۴۹ھ

۳۲۔ احمد بن علی بن محمد معروف بہ ابن حجر عسقلانی، م ۸۵۲ھ

۳۳۔ احمد بن محمد حافی حسینی شافعی

۳۴۔ ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی شافعی صاحب کتاب الاکتفاء

۳۵۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمٰن شیرازی نیشاپوری، م ۱۰۰۰ھ

۳۶۔ شیخ بن علی بن محمد بن عبداللہ علوی جفری صاحب کنز البراھین الکسبیۃ

۳۷۔ شیخ محمد واعظ ہروی

۳۸۔ سید محمد بن سید جلال ماہ عالم

۳۹۔ محمد صدر عالم سبط شیخ ابوالرضا صاحب معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ

۴۰۔ حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی، م ۱۱۵۴ھ

تواتر حدیث نور

اس حدیث کی صحت واعتبار کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ اس کی حضرت علیؑ نے روایت کی ہے کیونکہ آپ معصوم تھے جس کا شاہ صاحب کے والد (شاہ ولی اللہ دہلوی) نے تفہیمات میں اور خود شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ اور اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس حدیث کا تواتر اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کے علاوہ اس کی ان سات اصحاب نے بھی روایت کی ہے جن کے بارے میں ابن حجر مکی اس جعلی حدیث "مرّو ابابکر فلیصل با الناس" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"یہ حدیث متواتر ہے کیونکہ یہ عائشہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ ابن زمعہ، ابوسعید، علی ابن ابی طالب اور حفصہ سے مروی ہے" (۱)

بلکہ ابن حزم نے تو اس مسئلہ میں کہ پانی بیچنا جائز نہیں ہے، مذکورہ اصحاب میں سے صرف چار کے نقلِ حدیث کو تواتر سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

"عدم جواز کی روایت کرنے والے چار صحابہ ہیں لہذا وہ متواتر ہے جس کی مخالفت جائز نہیں ہے" (۲)

خود شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے دسویں باب مطاعن ابوبکر کے جواب میں لکھتے ہیں:

"یہ جو کہا جاتا ہے کہ فاطمہ کو صرف ابوبکر نے حدیث سنائی تھی تو یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ یہ حدیث اہلسنت کی کتابوں میں حذیفہ ابن یمان، زبیر ابن عوام، ابودرداء، ابوہریرہ، عباس علی، عثمان، عبدالرحمٰن ابن عوف اور سعد ابن وقاص سے نقل ہوئی ہے اور ان میں وہ افراد بھی ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اور ملا عبداللہ مشہدی نے اپنی کتاب اظہار حق میں حذیفہ کے بارے میں نبی کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو حذیفہ کہیں اسے صحیح مانو۔ ان ہی میں علی مرتضیٰ ہیں جن کے معصوم ہونے میں شیعوں کا اجماع اور ان کے صادق ہونے پر سنیوں کا اجماع ہے۔ اور عائشہ، ابوبکر اور عمر سے مروی حدیث کا یہاں کوئی اعتبار

۱۔ الصواعق المحرقہ، ج ۱، ص ۶۰۔

۲۔ المحلی، ج ۱، ص ۳۶۰، مسئلہ ۲۴۱ کتاب التیمم۔

نہیں ہے۔ بخاری نے مالک بن اوس بن حدثان نصری سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے صحابہ کے مجمع میں جن میں علی، عباس، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد بن وقاص تھے، کہا: میں تم لوگوں کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے زمین وآسمان قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا ہاں۔ پھر وہ علی اور عباس کے پاس گئے اور ان سے بھی کہا کہ تم دونوں سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے ایسا ہی کہا تھا؟ انھوں نے جواب دیا ہاں۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث، آیت قرآنی کی طرح قطعی الصدور ہے (اور اس کے صحیح ومعتبر ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے) کیونکہ مذکورہ افراد میں سے ایک سے مروی حدیث یقین آور ہے، پھر کس طرح وہ حدیث یقین آور نہ ہوگی جو ان سب سے مروی ہے خاص طور سے علی مرتضیٰ جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ان کی نظر میں معصوم کی روایت قرآن کی طرح یقین آور ہوتی ہے''(۱)

اس کا تفصیلی جواب تو تشئید المطاعن'' میں موجود ہے لیکن شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کی مذکورہ عبارتوں سے حدیث نور کا صحیح ہونا چند طرح سے ثابت ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ شاہ صاحب نے واضح لفظوں میں کہا کہ مذکورہ اصحاب میں سے (جن میں ابوہریرہ بھی ہیں) ایک کی بھی روایت، آیاتِ قرآنی کی طرح یقین آور ہے، اور چونکہ حدیث نور کی ابوہریرہ نے روایت کی ہے لہذا اس کا بھی حدیثِ پیغمبرؐ ہونا قطعی اور یقینی ہوا۔

۲۔ زبیر، عبدالرحمٰن، سعد اور ابی درداوغیرہ سے مروی جس طرح دوسری روایتیں قطعی اور یقین آور ہیں، اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ قطعی اور یقین آور یہ حدیث (نور) ہوگی کیونکہ اس کی ان سارے صحابہ نے روایت کی ہے۔

۱۔ تحفہ اثنا عشریہ، ص۲۷۴، باب ۱۰۔

۳۔ حضرت علیؑ نے اس حدیث (نور) کی روایت کی ہے اور شاہ صاحب کی عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ آپ سے مروی ہر حدیث صحیح اور وہ آیتِ قرآنی کے برابر ہے۔ لہذا صحت واعتبار کے لحاظ سے حدیث نور بھی آیتِ قرآنی کے برابر ہوئی۔

۴۔ شاہ صاحب نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت علیؑ کی روایت دیگر صحابہ کے بہ نسبت زیادہ قطعی ویقینی ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ حضرت علیؑ صرف شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں تو ان کی یہ بات غلط ہے کیونکہ خود اہلسنت کی ایک جماعت آپ کے عصمت کے قائل ہے۔ بلکہ شاہ صاحب کے والد کی تفہیمات اور خود شاہ صاحب کی تحفہ اثنا عشریہ اور تفسیر سے باپ بیٹے دونوں کے قائل عصمتِ علیؑ ہونے کا پتہ ملتا ہے۔

۵۔ شاہ صاحب کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکر، عمر اور عائشہ سے حضرت علیؑ اور ابوہریرہ وغیرہ کی روایتیں زیادہ قوی ہیں۔ اور چونکہ حدیث نور کی حضرت علیؑ اور ابوہریرہ نے روایت کی ہے لہذا وہ روایتِ ابوبکر وعمر وغیرہ سے زیادہ قوی ہوگی۔

حدیث نور کی روایت کرنے والے عظیم حفّاظ وعلماء کی روایتیں

۱۔ روایت احمد بن حنبل

سبط ابن جوزی ''تذکرۃ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمۃ'' میں حضرت علیؑ کی خلقت سے متعلق احمد بن حنبل کی یہ روایت نقل کرتے ہیں:

''قال احمد فی الفضائل حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن خالد بن معدان عن زاذان عن سلمان قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کنت انا و علی بن ابی طالب نوراً بین یدی اللّٰه تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعة الاف عام. فلمّا خلق آدم قسّم ذالک النور جزئین فجزء انا و جزء علی. و فی روایة خلقت انا و علی من نور واحد''۔ (۱) (فضائلِ علیؑ میں احمد (بن حنبل) نے لکھا کہ ہم سے عبدالرزاق

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص ۴۷-۴۶، حدیث فیما خلق منہ علی۔

نے ،انھوں نے معمر سے ،انھوں نے زہری سے ،انھوں نے خالد بن معدان سے ،انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی پیش خدا، ایک نور تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا، اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق کیے گئے ہیں)۔

توثیقاتِ روایانِ حدیث

اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں اور ان کی صحاح ستہ میں روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی ایک پر طعن کرنا صحاح ستہ، خاص طور سے صحیحین (بخاری و مسلم) پر طعن کرنے کے مترادف ہے۔ مگر یہ کہ ہم اس بات کے قائل ہو جائیں کہ ان راویوں کی روایتیں ہر ایک کے لئے معتبر ہیں سوائے فضائل علی کے۔ اس صورت میں مدح، مطاعن میں اور توثیقات جرح میں بدل جائیں گے۔

الف: عبدالرزاق صنعانی

اہلسنت اور ارباب صحاح ستہ کی نظر میں عبدالرزاق صنعانی کی جو عظمت وجلالت ہے اس کو عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں بیان کر چکے ہیں۔ ان حضرات نے ان ہی کے بارے میں کہا ہے کہ رسالتمآب کے بعد جتنا ان کی طرف لوگوں نے رجوع کیا اتنا کسی اور کی طرف رجوع نہیں کیا۔ یافعی ''مرآۃ الجنان و عبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان'' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''۲۱۱ھ میں حافظ علامہ شیخ امام عبدالرزاق بن ہمام یمنی صنعانی حمیری ۸۶ سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے وہ بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں۔ دور دراز سے لوگ اخذ حدیث کے لئے انکے پاس آتے تھے۔ انھوں نے معمر، ابن جریج، اوزاعی اور جوان کے ہم طبقہ تھے، سے روایت کی ہے۔ ان سے ملنے کے لئے ائمہ حدیث یمن آتے تھے اور ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ رسولؐ کے بعد جتنے ان سے اخذ حدیث کے لئے آئے اتنے کسی اور کے پاس نہیں آئے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں

امام سفیان بن عیینہ، امام احمد، یحییٰ بن معین، اسحاق بن راہویہ، علی مدینی اور محمود بن غیلان ہیں''۔(۱)

سمعانی لکھتے ہیں:

''ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ''**ما رحل الی احد بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما رحل الیہ**''۔ رسولؐ خدا کے بعد حصول حدیث کی خاطر جتنا ان کی طرف رجوع کیا گیا کسی اور کی طرف رجوع نہیں کیا گیا۔(۲)

عبدالغنی مقدسی الکمال میں لکھتے ہیں:

''محمد بن اسماعیل فزاری کا بیان ہے کہ ہم صنعاء میں عبدالرزاق کے پاس تھے کہ ہمیں اطلاع ملی کہ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہ نے عبدالرزاق کی حدیثیں ترک کر دی ہیں جن کو سن کر ایک جھٹکا سا لگا، مگر جب حج کے لئے مکہ پہنچا اور اس بارے میں یحییٰ بن معین سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا ایسا نہیں ہے۔ اگر عبدالرزاق دائرۂ اسلام سے خارج بھی ہو جائیں تب بھی (وثاقت کی وجہ سے) ان کی حدیثیں ترک نہیں کر سکتے''۔

نیز مقدسی الکمال ہی میں لکھتے ہیں:

ہم سے عبدالرزاق کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ میں مکہ میں تین دن رہا مگر میرے (عبدالرزاق کے) پاس کوئی بھی محدث نہیں آیا۔ میں نے طواف کرنے کے بعد کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہا: کیا میں جھوٹا ہو گیا ہوں؟ کیا میں حدیث میں ہیرا پھیری کرنے لگا ہوں؟ مگر اب جو گھر پہنچا تو پھر محدثین آنے لگے۔ احمد بن صالح کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا حدیث کے سلسلے میں عبدالرزاق سے بہتر کوئی ہے؟ جواب دیا نہیں۔

۱۔ مرآۃ الجنان، ج۲، ص۴۰، وقائع ۲۱۱ھ۔

۲۔ الانساب، ج۸، ص۲۳۱۔

ابوزرعہ کا کہنا ہے کہ عبدالرزاق کی حدیثیں بڑی محکم ہیں۔ بخاری کے قول کے مطابق ۲۱۱ھ میں انتقال ہوا تھا"۔

عبدالوہاب سبکی "شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام" میں ابن تیمیہ کی رد اور حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کے راویوں کی توثیق کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"احمد نے صرف ثقہ سے روایت کی ہے۔ اس کی وضاحت خود ابن تیمیہ نے بکری کی رد میں لکھی جانے والی کتاب میں کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جرح وتعدیل کے قائلین کی نظر میں علمائے حدیث دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ ہیں جنھوں نے سوائے ثقہ کے کسی اور سے روایت نقل نہیں کی جیسے مالک، شعبہ، یحییٰ ابن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور بخاری جیسے افراد"۔(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حسب اعتراف ابن تیمیہ، امام احمد بن حنبل صرف موثق راویوں سے روایت کرتے تھے اور جب ایسا ہے تو احمد بن حنبل کا عبدالرزاق سے روایت کرنا ان کے موثق ہونے کی دلیل ہے۔

ب: معمر بن راشد

معمر بن راشد کے بھی اوصاف حمیدہ عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں صرف ذہبی کی عبارت پر اکتفا کر رہے ہیں:

ذہبی لکھتے ہیں:

"معمر بن راشد ابوعروہ ازدی یمن کے عالم تھے۔ انھوں نے زہری اور ہمام سے روایت کی ہے۔ اور ان سے غندر، ابن مبارک اور عبدالرزاق نے روایت کی ہے۔ معمر کا کہنا ہے کہ مجھے علم حاصل کرتے ہوئے ایک ہی سال گزرا تھا کہ حسن کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت چودہ سال کا تھا۔ اور احمد کا بیان ہے کہ میں نے جس کا بھی معمر سے

۱۔ شفاء الاسقام، ص ۱۱-۱۰۔

موازنہ کیا ان میں معمر کو آگے پایا۔ انھوں نے اپنے ہمعصروں میں سب سے زیادہ کسب علم کیا تھا۔ عبدالرزاق کا کہنا ہے کہ ان سے میں نے دس ہزار حدیثوں کی سماعت کی تھی۔ ماہ رمضان ۱۵۳ھ میں یمن میں اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے"(۱)

ج: زہری

زہری کے بارے میں بھی عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں یہاں صرف ابن حجر عسقلانی کے بیان پر اکتفا کر رہا ہوں۔ وہ "تقریب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

"محمد بن مسلم بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب قرشی زہری کی کنیت ابوبکر ہے۔ وہ فقیہ و حافظ تھے اور ان کی جلالت و اتقان پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ طبقۂ چہارم کی صف اول میں ہیں۔ ۱۲۴ھ میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ بعض نے اس کے ایک دو سال پہلے سن وفات بتائی ہے"(۲)

د: خالد بن معدان

خالد بن معدان جلیل القدر فقیہ تھے۔ ان کی عظمت وجلالت پر سبھی کا اتفاق ہے۔ یہ بھی مذکورہ تینوں (عبدالرزاق، معمر، زہری) راویوں کی طرح صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔ ان کے بارے میں ابو حاتم محمد بن حبان البستی کتاب "الثقات" میں لکھتے ہیں:

"خالد بن معدان بن ابی کریب کلاعی نے ابی امامہ اور مقدام بن معدی کرب سے روایت کی اور ستر اصحاب پیغمبرؐ سے ملاقاتیں کیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور وہ نیک بندوں میں تھے۔ وہ حمص گئے جہاں کا والی عباس بن ولید تھا۔ ایک مرتبہ خالد نماز جمعہ پڑھنے گئے دیکھا والی حمص عباس بن ولید ریشمی لباس پہنے خطبہ دے رہا ہے۔ مجمع چیرتے ہوئے اس تک پہنچے اور اس سے کہا کہ رسولؐ خدا نے مردوں کو اس کو پہننے سے

۱۔ الکاشف، ج۲، ص ۲۸۲۔

۲۔ تقریب التہذیب، ج۲، ص ۲۰۷۔

منع کیا ہے۔ مگر جب اس نے ان کی بات نہ مانی تو وہاں سے طرطوس چلے گئے۔
۱۰۴ھ یا ۱۰۸ھ میں انتقال ہوا"۔(۱)

ذہبی لکھتے ہیں:

"خالد بن معدان کلاعی نے معاویہ، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو اور ثوبان سے روایت کی اور ان سے بحیر، ثور اور صفوان بن عمر نے، وہ بہت بڑے فقیہ، باوقار اور مخلص تھے اور روزانہ چالیس ہزار تسبیحیں پڑھا کرتے تھے ۱۰۴ھ میں انکا انتقال ہوا۔ وہ بزرگان سے مرسل روایتیں بیان کرتے تھے"(۲)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"ابوعبداللہ خالد بن معدان بن ابی کریب کلاعی شامی حمصی نے ثوبان، ابن عمر، عتبہ بن عبد سلمی، معاویہ بن ابی سفیان، مقدام بن معدی کرب، ابوامامہ ..... سے اور ان سے بحیر بن سعد، محمد بن ابراہیم ..... نے روایت کی۔ صحابہ کے بعد شامی فقہاء میں ان کا تیسرے طبقے میں شمار ہوتا ہے۔ عجلی نے انھیں شامی تابعی اور ثقہ کہا ہے۔ یعقوب بن شیبہ، محمد بن سعد، ابن جریر اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔ ابومسہر نے اسماعیل بن عیاش سے، انھوں نے عبدہ بنت خالد بن معدان سے اور انھوں نے ام ضحاک بنت راشد سے نقل کیا ہے کہ خالد بن معدان نے کہا تھا کہ میں نے ستر اصحاب نبیؐ سے ملاقاتیں کی ہیں"(۳)

عبدالحق دہلوی رجال مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

"خالد بن معدان بن ابی کریب شامی کلاعی تابعی بہت بڑے فقیہ تھے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ روزانہ چالیس ہزار تسبیحیں پڑھا کرتے تھے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ

۱۔ الثقات، ج۴، ص۱۹۶۔
۲۔ الکاشف، ج۱، ص۲۳۱، نمبر۱۳۶۳۔
۳۔ تہذیب التہذیب، ج۳، ص۱۱۹، نمبر۲۲۲۔

تھی اور وہ بزرگان حمص سے مرسل حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ انھوں نے معاویہ، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو اور ثوبان سے اور ان سے بحیر، ثور اور صفوان بن عمر نے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا تھا کہ میں نے ستر اصحاب رسولؐ خدا سے ملاقاتیں کی ہیں۔ وہ شامیوں کے ثقات میں سے ہیں ان کا طرطوس میں ۱۰۴ھ میں انتقال ہوا تھا۔"

ھ: زاذان کندی

زاذان کندی بلند مرتبہ تابعین میں ہیں۔ مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اپنی صحاح میں ان سے روایت کی ہے۔ ان کے بارے میں ذہبی "الکاشف" میں لکھتے ہیں:

"زاذان ابوعمر کندی نے علی، ابن مسعود اور ابن عمر سے روایت کی اور ان سے عمر بن مرہ اور منہال بن عمر نے۔ ان کی توثیق کی گئی ہے اور ان کا ۸۱ھ میں انتقال ہوا تھا۔"(۱)

ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی اپنی کتاب "اسماء رجال صحیحین" میں راویان مسلم کے بارے میں باب الزاء میں لکھتے ہیں:

"زاذان کندی کوفی کی کنیت ابوعمرو تھی، انھیں ابوعبداللہ بھی کہا جاتا تھا۔ انھوں نے یمن میں ابن عمر سے سمع حدیث کیا اور ان سے صالح بن ذکوان اور عمرو بن مرہ نے روایت کی ہے"۔

مقدسی مقدمہ کتاب "اسماء رجال صحیحین" میں لکھتے ہیں:

"ابن عدی، دارقطنی، ابن مندہ، حاکم اور ان لوگوں کے سابقین ولاحقین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس سے شیخین (بخاری ومسلم) روایت کرلیں وہ ثقہ اور حجت ہے۔ کیونکہ شیخین نے صرف ان سے روایت کی ہیں جو ثقہ، عادل اور حافظ تھے"۔

لہذا حدیث زاذان شیخین کے بعد مقدسی کے زمانے تک خاص طور سے ابن عدی، دارقطنی، ابن مندہ اور حاکم جیسے ائمہ اہلسنت کے نزدیک حجت تھی اور ان کی نظر میں وہ ثقہ، عادل اور حافظ تھے۔

۱۔ الکاشف، ج۱، ص۴۰۰، حرف ز نمبر۱۶۰۳۔

و:سلمان فارسی

سلمان فارسی کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔اسد الغابہ اور استیعاب جیسی صحابہ سے متعلق جتنی کتابیں لکھی گئیں ان سب میں آپ کے حالات موجود ہیں۔ابن عبدالبر اپنی کتاب ''استیعاب'' میں لکھتے ہیں۔

''ابوعبداللہ سلمان فارسی، رسولؐ خدا کے غلام تھے۔انھیں سلمان خیر سے پہچانا جاتا تھا۔وہ کثرت سے کار خیر کرنے والے، عادل وزاہد اور تنگدستی کی زندگی گزارتے تھے۔ہشام بن حسان نے حسن سے نقل کیا ہے کہ سلمان کو بیت المال سے پانچ ہزار ملتا تھا مگر وہ اسے فقراء میں تقسیم کردیتے تھے اور جو محنت مزدوری سے حاصل ہوتا تھا اس سے گزربسر کرتے تھے۔ان کے پاس ایک عبا تھی جس کو آدھا بچھاتے اور آدھا اوڑھتے تھے''۔

ابن وہب بن نافع نے مالک سے نقل کیا ہے کہ سلمان چٹائی بنتے تھے اور اس سے اپنی زندگی گزارتے تھے اور کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ سلمان کے پاس اپنا گھر بھی نہیں تھا اور وہ دیوار اور درخت کا سایہ کرتے تھے۔ایک شخص نے سلمان سے کہا میں آپ کے لئے گھر بنادوں؟ سلمان نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔تھوڑی دیر کے بعد اسی شخص نے سلمان سے کہا میں جانتا ہوں آپ کیسا گھر چاہتے ہیں۔سلمان نے پوچھا کیسا؟ اس نے جواب دیا ایسا اگر کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگے اور اگر اس میں چلیں تو دونوں ٹانگیں دیوار سے سٹ جائیں۔سلمان نے کہا ہاں ہم ایسا ہی گھر چاہتے ہیں۔چنانچہ اس نے ویسا ہی ان کے لئے گھر بنادیا۔

پیغمبرؐ اسلام سے مختلف طرق واسناد سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: **لو کان الدین بالثریا لنالہ سلمان** (اگر دین ثریا پر ہوتا تو سلمان وہاں سے بھی اس کو حاصل کرلیتے) اور دوسری روایت میں ہے: **لنالہ رجال من فارس** (دین کو فارس کا ایک شخص حاصل کرلیتا) عائشہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا کے ساتھ سلمان کی خاص

نشست ہوا کرتی تھی۔وہ رات کی تنہائی میں اتنی دیر تک رسولؐ خدا کے ساتھ بیٹھتے تھے کہ اندیشہ تھا کہ کہیں ہم سے زیادہ وقت نہ لے لیں۔

ابن بریدہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: **امرنی ربی بحب اربعة و اخبرنی انه یحبهم علی و ابوذر الغفاری و المقداد و سلمان** (مجھے میرے پروردگار نے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ بھی ان چاروں سے محبت کرتا ہے۔علی سے، ابوذر غفاری سے، مقداد سے اور سلمان سے) قتادہ نے خیثمہ سے اور انھوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ سلمان دو کتابوں کے مالک تھے قرآن کے اور انجیل کے۔ہم سے خلف بن قاسم نے بیان کیا، انھوں نے ابن مقرے سے، انھوں نے اعمش سے، انھوں نے عمرو بن مروہ سے اور انھوں نے ابی بختری سے روایت کی ہے کہ (حضرت) علیؑ نے سلمان کے بارے میں فرمایا: **عَلِمَ عِلْمَ الاول و الآخر، هو بحر لا ینزف، هو منّا اهل البیت** (سلمان علم اول وآخر کے جاننے والے، خشک نہ ہونے والے دریا اور ہم اہلبیت میں سے ہیں) اور زاذان سے مروی ہے کہ (حضرت) علی نے سلمان کے بارے میں فرمایا: **سلمان الفارسی مثل لقمان الحکیم** (سلمان فارسی تو حکیم لقمان کے مانند ہیں) کعب الاحبار کا بیان ہے کہ سلمان کا سینہ علم وحکمت سے پُر تھا۔

مسلم (صاحب صحیح) نے بہز سے، انھوں نے حماد بن سلمہ سے، انھوں نے ثابت سے، انھوں نے معاویہ بن قرۃ سے اور انھوں نے عائذ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ ابوسفیان ایک مرتبہ سلمان، صہیب اور بلال کے پاس آیا۔ان لوگوں نے اس کو کچھ کہا جس پر ابوبکر بولے تم اس طرح قریش کے اس سردار کو کہتے ہو۔اسی وقت نبی آگئے اور انھوں نے فرمایا: اے ابوبکر لگتا ہے تم نے ان لوگوں (سلمان وغیرہ) کو ناراض کردیا ہے۔اگر تم نے ان کو ناراض کیا تو گویا اپنے پروردگار کو ناراض کیا۔یہ سن کر ابوبکر آئے اور بولے: بھائیو کیا میں نے تم کو ناراض کردیا ہے؟ انھوں نے کہا: **لا یا ابا بکر**

یغفر اللہ لک (نہیں اے ابوبکر خدا تمہاری مغفرت کرے)۔(۱)

سلمان کی وفات خلافتِ عثمان کے آخری ایام یعنی ۳۵ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۳۶ھ سال وفات بتایا ہے اور بعض نے ان کے انتقال کا زمانہ خلافت عمر ذکر کیا ہے۔ مگر اکثر نے ۳۵ھ ہی سال وفات لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ شعبی کا بیان ہے کہ سلمان کا انتقال مدائن میں ہوا تھا۔ صحابہ میں ابن عمر، ابن عباس، انس بن مالک اور ابوطفیل نے ان سے روایت کی ہے"(۲)

تقریبا یہی باتیں ابن اثیر نے "اسد الغابۃ" میں لکھی ہیں اور لکھا ہے کہ جب سلمان سے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: میں سلمان بن اسلام ہوں۔ نیز لکھا کہ انھوں نے پہلی مرتبہ جنگ خندق میں شرکت کی تھی اور ان ہی کے کہنے پر خندق کھودی گئی تھی اور رسولؐ خدا نے ابودردا کے ساتھ ان کا صیغۂ اخوت پڑھا تھا۔ ابن اثیر نے پیغمبرؐ اسلام کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ: "ان الجنۃ تشتاق الی ثلاثہ الی علی و عمار و سلمان" (جنت تین کی مشتاق ہے علیؑ کی، عمار کی اور سلمان کی)۔

لہذا حدیث نور کا صحیح ہونا نور کی طرف روشن ہے۔

احمد بن حنبل

احمد بن حنبل جنہوں نے حدیث نور کی روایت کی ہے وہ اسلام کے رکن عظیم اور اہلسنت کے ایک فرقہ کے رئیس ہیں۔ عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں ان کے فضائل و مناقب درج ذیل معتبر ترین کتابوں سے پیش کر چکا ہوں:

۱۔ واضح رہے کہ خود صحیح مسلم میں جس سے ابن عبدالبر نے "استیعاب" میں نقل کیا ہے عبارت اس طرح ہے: "لا یغفر اللہ لک یا اخی" یعنی اے بھائی (ابوبکر) اب خدا تمہاری مغفرت نہیں کر سکتا۔ لیکن ابن عبدالبر نے بڑی چالاکی سے لا کے بعد یا ابا بکر کا اضافہ کر دیا تاکہ لا کا یغفر سے تعلق نہ ہو اور لفظ اخی کو حذف کر دیا۔ یہ کتر بیونت کیوں کی؟ اس لئے کہ یہ حدیث واضح لفظوں میں بتا رہی ہے کہ سلمان کے ناراض ہونے سے خدا ابوبکر سے ناراض ہوا (ملاحظہ فرمایئے اصل حدیث صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۷۳) مصنف۔ (اس بارے میں ملا قاری نے شرح مشکوۃ میں اور ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ابوبکر نے ان لوگوں کو ناراض کیا تھا جو غضب پروردگار کا باعث ہوا تھا۔ تب ہی تو معافی کے لئے آگے بڑھے تھے۔ مترجم)۔

۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۵۶۔

۱۔ ابن حبان کی الثقات، ۲۔ ابونعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء، ۳۔ ابن ماکولا کی الاکمال، ۴۔ ابوسعد سمعانی کی الانساب، ۵۔ ابن خلکان کی وفیات الاعیان، ۶۔ نووی کی تہذیب الاسماء واللغات، ۷۔ ابو الفداء ایوبی کی المختصر فی اخبار البشر، ۸۔ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، ۹۔ ذہبی ہی کی العبر فی خبر من غبر، ۱۰۔ یافعی کی مرآۃ الجنان، ۱۱۔ ابن وردی کی تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ۱۲۔ خطیب تبریزی کی رجال المشکاۃ، ۱۳۔ ابن حجر عسقلانی کی تقریب التہذیب، ۱۴۔ ابن حجر عسقلانی ہی کی تہذیب التہذیب، ۱۵۔ سبکی کی طبقات الشافعیہ، ۱۶۔ جلال الدین سیوطی کی طبقات الحفاظ، ۱۷۔ زرقانی کی شرح المواہب اللدنیۃ، ۱۸۔ عبدالحق دہلوی کی رجال المشکاۃ۔

لیکن احمد بن حنبل کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ان کے مقام و مرتبہ کو انبیاء کے مقام و مرتبہ کے برابر قرار دیا گیا۔ جیسا کی نووی نے "تہذیب الاسماء" میں ابراہیم بن حارث سے نقل کیا ہے کہ:

"بشر حافی سے لوگوں نے جب کہا کہ اگر آپ بھی وہی کہتے جو احمد کہتے تھے تو زیادہ بہتر ہوتا تو بشر نے جواب دیا: میں اس پر قادر نہیں ہوں کیونکہ احمد مقام انبیاء پر فائز تھے"(۱)

لہذا جو قائم مقام انبیاء ہو اس کی روایت کس طرح لائق استدلال نہیں ہو سکتی؟

اسی طرح امام اہلسنت ابن مدینی نے احمد بن حنبل کو حضرت ابوبکر سے افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق "رجال مشکوۃ" میں لکھتے ہیں:

"میمونی کا بیان ہے کہ مجھ سے بصرہ میں ابن مدینی نے کہا کہ اسلام کے لئے جو احمد نے خدمات انجام دیں وہ کسی اور نے انجام نہیں دیں۔ مجھے (میمونی کو) اس بات پر تعجب ہوا کیونکہ ابوبکر نے بڑی زحمتیں اٹھائی تھیں۔ چنانچہ میں نے پوچھا یہ آپ نے کیسے کہہ دیا۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کے پاس ان کے یاور و مددگار تھے جب کہ احمد کا کوئی ناصر و مددگار نہیں تھا"

پھر کس طرح شاہ صاحب نے اس حدیث (نور) کے جعلی ہونے کا ادعا کر دیا۔ کیونکہ جو (احمد)

۱۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۱۱۲۔

انبیاء کے قائم مقام اور ابوبکر سے افضل ہو وہ (احمد) کیسے جعلِ حدیث کر سکتا ہے؟

احمد بن محمد بن عثمان ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں احمد بن حنبل کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔سب کا لکھنا طوالت کا باعث اور خستگی کا سبب بنے گا لہٰذا ان میں سے چند کے ذکر پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

''امام احمد بن حنبل حقیقتاً امام، واقعاً شیخ الاسلام اور ائمہ اعلام میں ہیں۔عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے سفیان بن وکیع سے سنا کہ میں نے تمہارے باپ (احمد) سے چالیس سال تک مسائل سنے اور جب ان (احمد) سے نکاح سے پہلے طلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے نبیؐ، علی، ابن عباس اور بیسیوں تابعین سے ایسی روایتیں نقل کیں جیسی کسی نے نقل نہیں کی تھی۔ میں (عبداللہ) نے اپنے والد سے اس واقعے کے متعلق پوچھا، انھوں نے اس کی تصدیق کی۔ (عبداللہ نے) کہا: مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے ابوبکر بن حماد کو کہتے ہوئے سنا کہ ابوبکر بن ابوشیبہ کہتے تھے کہ احمد بن حنبل سے یہ نہ پوچھو کہ آپ نے یہ کہاں سے کہا؟

ابراہیم حربی کا بیان ہے کہ میں نے ابوعبداللہ کو جب دیکھا تو لگا کہ خدا نے اولین و آخرین کا علم ان میں جمع کر دیا ہو۔

عباس بن محمد خلال کا کہنا ہے کہ ابراہیم بن شماس نے بتایا کہ میں نے وکیع اور حفص بن غیاث کو کہتے سنا کہ کوفہ میں اس جیسا جوان نہیں آیا۔ان دونوں کی مراد احمد بن حنبل تھے۔

قواریری کے بقول یحییٰ قطان نے کہا کہ ہمارے پاس احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسا کوئی نہیں آیا، اور بغداد سے میرے پاس کوئی ایسا نہیں آیا جو احمد بن حنبل سے زیادہ محبوب ہو۔عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ جس دن میں بصرہ سے نکلا اس دن یحییٰ بن سعید پر بہت شاق ہوا۔

ابن مہدی کا بیان ہے کہ میں نے جب بھی احمد کو دیکھا تو اس وقت سفیان یاد آ گئے۔

عبداللہ ابن احمد کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وکیع بن مہدی نے حدیث

سفیان سے ساٹھ حدیثیں چھوڑ دی تھیں تو میں (احمد) نے ابن مہدی کو اس طرف متوجہ کرایا اور وہ اس بات کو مجھ سے چھپائے ہوئے تھے۔

عباس سعدی کا بیان ہے کہ میں نے ابوعاصم کو ایک بغدادی سے پوچھتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس محدثین میں کون ہے؟ اس نے احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابوخیثمہ عیطی، سویدی اور کچھ کوفی اور بصری محدثین کے نام بتائے۔یہ سن کر ابوعاصم نے کہا: جن جن کا تم نے نام لیا ان سب کو میں نے دیکھا اور وہ ہمارے پاس آئے مگر احمد بن حنبل جیسا کسی کو نہیں پایا۔

شجاع بن مخلد کا کہنا ہے کہ میں نے ابوالولید طیالسی سے سنا کہ میری نظر میں مصریوں میں احمد بن حنبل سے زیادہ کوئی معزز و مکرم نہیں ہے۔

سلمان بن حرب نے ایک شخص سے کہا کہ احمد بن حنبل سے فلاں مسئلہ کے بارے میں پوچھو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں کہ کیونکہ ہماری نظر میں وہ امام ہیں۔

عبدالرزاق کا کہنا ہے کہ فقہ اور زہد و ورع میں احمد بن حنبل سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ انھوں نے تو ایسا کہا مگر میں نے انھیں ثوری، مالک اور ابن جریج جیسا پایا۔

قتیبہ کے بقول حفص بن غیاث کا کہنا ہے کہ کوفہ میں احمد جیسا کوئی نہیں آیا کیونکہ ہمارے زمانے کی بہترین شخصیت ابن مبارک کی ہے اور پھر یہ جوان (احمد بن حنبل) اور اگر کسی کو دیکھو کہ وہ احمد سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ صاحب سنت ہے اگر (احمد) ثوری، اوزاعی اور لیث کے زمانے میں ہوتے تو وہ ان سب پر مقدم ہوتے۔اس وقت کسی نے قتیبہ سے پوچھا آپ احمد کو تابعین میں شمار کرتے ہیں۔انھوں نے جواب دیا میں انھیں کبار تابعین میں شمار کرتا ہوں۔

مزنی کا بیان ہے کہ مجھ سے شافعی نے کہا کہ میں نے بغداد میں ایک جوان کو دیکھا جب اس نے کچھ کہا تو لوگوں نے کہا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے

جواب دیا وہ احمد بن حنبل ہے۔

حرملہ کا بیان ہے کہ میں نے شافعی سے سنا کہ میں جب بغداد سے چلا تو وہاں کسی کو نہیں پایا جو احمد بن حنبل سے اعلم وافقہ واتقیٰ ہو۔

اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ احمد، خدا اور مخلوق خدا کے درمیان حجت ہیں۔

صالح بن علی حلبی کا کہنا ہے کہ میں نے ابوہمام سکونی کو کہتے سنا کہ کسی کو نہ احمد جیسا دیکھا نہ ان کا مثل کسی کو پایا۔ حجاج بن شاعر نے کہا میں نے احمد سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور میں نہیں چاہتا کہ راہ خدا میں قتل کیا جاؤں اور احمد کی نماز میت نہ پڑھوں۔ بخدا منصب امامت پر سفیان و مالک سے زیادہ احمد فائز تھے۔ عمرو ناقد کا بیان ہے کہ کسی حدیث کی اگر احمد بن حنبل موافقت کردیں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں۔

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ احمد بن حنبل اور علی بن مدینی میں کون حافظ تر تھا؟ انھوں نے جواب دیا حفظ میں دونوں مساوی تھے مگر احمد افقہ تھے اور اگر تم دیکھو کہ وہ احمد کو چاہتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ صاحب سنت ہے۔

نسائی کا کہنا ہے کہ میں نے اسماعیل بن خلیل کو کہتے ہوئے سنا کہ احمد بن حنبل اگر بنی اسرائیل میں ہوتے تو وہ آیت ہوتے"(۱)

احمد کا روایت کرنا صحتِ حدیث کی دلیل ہے

محققین اہلسنت کے نزدیک احمد بن حنبل کا کسی حدیث کی روایت کردینا ہی اس کے ثبوت اور معتبر ہونے کے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ خوارزمی نے اس سلسلے میں کہ "فضائل علیؑ کا احصاء نہیں ہوسکتا" کی تائید میں چند حدیثیں پیش کی ہیں مثلاً پیغمبر اسلام نے فرمایا: "**لو ان الریاض اقلام ، والبحر مداد ، والجن حساب، والانس کتاب، ما احصوا فضائل علی بن ابی طالب**" (اگر درخت قلم بن جائیں، سمندر روشنائی ہوجائے، انسان لکھنے والے ہوجائیں اور جنات گننے والے تب بھی فضائل علی کا

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۲۰۲۔

احصا نہیں ہوسکتا) نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: "**ان اللّٰہ تعالیٰ جعل لاخی علی فضائل لا تحصیٰ کثرۃ ، فمن ذکر فضیلۃ من فضائلہ مقرّا بھا غفر اللّٰہ لہ ، ما تقدم من ذنبہ و ما تاخّر ، و من کتب فضیلۃ من فضائلہ لم تزل الملائکۃ تستغفر لہ ما بقی لتلک الکتابۃ رسم ، و من استمع الی فضیلۃ من فضائلہ غفر اللّٰہ لہ الذنوب التی اکتسبھا با النظر ، ثم قال: النظر الی علی بن ابی طالب عبادۃ و ذکرہ عبادۃ و لا یقبل اللّٰہ ایمان عبد الا بولایۃ والبرائۃ من اعدائہ**" (خدا نے میرے بھائی کو اتنے فضائل عطا کئے ہیں جنھیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اب اگر کسی شخص نے ان فضائل میں سے کوئی ایک فضیلت بیان کی تو اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور اگر کسی شخص نے ان میں سے کوئی ایک فضیلت لکھی تو جب تک وہ تحریر باقی رہے گی فرشتے اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں گے۔ اور اگر کسی شخص نے ان میں سے ایک فضیلت سنی تو اس کے وہ سارے گناہ معاف ہو جائیں گے جنھیں کانوں سے انجام دیا تھا۔ اور اگر کسی شخص نے ان میں سے کوئی ایک فضیلت دیکھی تو اس کے وہ سارے گناہ معاف ہو جائیں گے جنھیں آنکھوں سے انجام دیا تھا۔ اس کے بعد حضرتؐ نے فرمایا: علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اس کا ذکر عبادت ہے اور خدا کسی بندے کا ایمان قبول نہیں کرے گا مگر اس کی ولایت کے اقرار اور اس کے دشمنوں سے اظہار برائت کے ساتھ۔) اس کے بعد خوارزمی اپنی تائید میں احمد بن حنبل کے اس بیان کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میری بات کی تائید اس امام حافظ احمد بن حنبل کے بیان سے ہوتی ہے جن کو محدثین نے کہا ہے: "**قریع اقرانہ و امام زمانہ و المقتدیٰ بہ فی ھذا الفن فی ابانہ و الفارس الذی یکبّ فرسان الحفاظ فی میدانہ و روایتہ مقبولۃ و علی کاھل التصدیق محمولۃ ولا یتھم فی دینہ .....**" یعنی اپنے قرن کے سردار، اپنے زمانہ کے امام اور میدان حفظ کے شہ سوار علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی روایت مقبول اور محققین کی نظر میں ان کی بات قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ جس نے بھی ان کی پیروی کی اور ان کی راہ اختیار کی وہ تفضیل شیخین کا قائل ہوگیا۔ لہذا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کا بیان سپیدئ صبح کی طرح روشن ہے، جس کو چھپایا نہیں جاسکتا، اور

وہ، احمد کا بیان یہ ہے جس کو شیخ امام زاہد فخر الائمہ ابوالفضل ابن عبدالرحمٰن حضر بندی خوارزمی نے اجازۃً بیان کیا، اور انھوں نے شیخ امام ابو محمد حسن بن احمد سمرقندی سے ،انھوں نے ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن عبدان عطار، اسماعیل بن ابی نصر عبد الرحمٰن صابونی اور احمد بن حسین بیہقی سے ،ان سب نے حافظ ابوعبداللہ سے ،انھوں نے قاضی امام ابوالحسن علی بن حسین اور ابوالحسن محمد بن مظفر حافظ سے ،ان دونوں نے ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی سے اور انھوں نے محمد بن منصور طوسی سے روایت کی ہے ۔طوسی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا:" ما جاء لاحد من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من الفضائل ما جاء لعلی بن ابی طالب " جتنی آیتیں فضیلتِ علیؑ میں نازل ہوئیں اتنی کسی صحابیِ پیغمبرؐ کے بارے میں نازل نہیں ہوئیں۔)(۱)

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت علیؑ کے بارے میں احمد بن حنبل کی روایت مقبول اور اہل تحقیق کی نظر میں ان کی بات مورد قبول ہے۔

یہی بات حافظ گنجی شافعی نے اس طرح کہی کہ فضائل امیر المومنین علی بن ابی طالب میں اتنی آیتیں نازل ہوئیں جنھیں ایک مستقل کتاب ہی میں بیان کیا جاسکتا ہے۔البتہ ان کے سارے فضائل کا بیان کرنا اوران کو شمار کرنا تو ناممکن ہے۔وہ اپنی بات کی تائید میں لکھتے ہیں:

"شیخ مقری ابو اسحاق ابراہیم بن برکت نے امام حافظ صدر الحفاظ ابوالعلاء حسن بن احمد بن حسن عطار سے ،انھوں نے شریف الاجل نور الہدیٰ ابوطالب حسین بن محمد بن علی زینبی سے ، انھوں نے محمد بن احمد بن علی بن حسین بن شاذان سے ، انھوں نے معافی بن زکریا سے ،انھوں نے محمد بن احمد بن ابی الثلج سے ،انھوں نے حسن بن محمد بن بہرام سے ،انھوں نے یوسف بن موسیٰ قطان سے ،انھوں نے جریر بن لیث سے ،

۱۔مناقب خوارزمی، ص۳۴۔

انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:"لو ان الغیاض اقلام ، والبحر مداد، والجن حُسّاب ، والانس کتاب ما احصوا فضائل علی بن ابی طالب " (اگر سارے درخت قلم بن جائیں، سارے سمندر روشنائی بن جائیں، سارے جن گننے والے بن جائے اور سارے انسان لکھنے والے تب بھی فضائل علیؑ کا احاطہ نہیں کرسکتے)۔

ان ہی اسناد سے ابن شاذان سے ،انھوں نے ابو محمد حسن بن احمد مخلدی سے ،انھوں نے حسین بن اسحاق سے ،انھوں نے محمد بن زکریا سے ،انھوں نے جعفر بن محمد بن عمار سے ،انھوں نے اپنے باپ سے ،انھوں نے (چھٹے امام) جعفر بن محمد سے ،انھوں نے اپنے والد (امام محمد باقرؑ) سے ،انھوں نے (چوتھے امام) علی بن الحسین سے ،انھوں نے اپنے والد (امام حسینؑ) سے اور انھوں نے امیر المومنین علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:"ان اللّٰہ جعل لاخی علی فضائل لا تحصیٰ کثرۃ فمن ذکر فضیلۃ من فضائلہ مقرّا بھا غفر اللّٰہ لہ ما تقدم من ذنبہ،و من کتب فضیلۃ من فضائلہ لم تزل الملائکۃ تستغفر لہ ما بقی لتلک الکتابۃ رسم و من استمع الی فضیلۃ من فضائلہ غفر اللّٰہ لہ الذنوب التی اکتسبھا با الاستماع ، و من نظر الی کتاب من فضائلہ غفر اللّٰہ لہ الذنوب التی اکتسبھا با النظر. ثم قال النظر الی علی عبادۃ و ذکرہ عبادۃ، و لا یقبل اللّٰہ ایمان عبد الا بولایتہ و البرائۃ من اعدائہ " (خدا نے میرے بھائی علیؑ کو اتنے فضائل سے نوازا جنھیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ان فضائل میں سے کسی نے ایک فضیلت بھی بیان کی تو اس کے گذشتہ سارے گناہ خدا معاف کردے گا،اور جس نے ان میں سے ایک فضیلت لکھی تو جب تک وہ تحریر باقی رہے گی فرشتے اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں گے۔اور جس نے ان میں سے ایک فضیلت سنی تو خدا اس کے وہ سارے گناہ معاف کردے گا جن کو

اس نے کانوں سے انجام دیا ہوگا، اور جس نے ان میں سے ایک فضیلت دیکھی تو خدا اس کے وہ سارے گناہ معاف کردے گا جن کو اس نے آنکھوں نے انجام دیا ہوگا۔ اس کے بعد حضرتؐ نے فرمایا: علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کا ذکر بھی عبادت ہے۔ اور خدا کسی بندے کا ایمان قبول نہیں کرے گا مگر اس (علیؑ) کی ولایت اور اس کے دشمنوں سے اظہار برائت کے ساتھ۔

نیز مروی ہے کہ کسی نے ابن عباس سے کہا کہ علی کے مناقب کتنے زیادہ ہیں میں (کہنے والا) سمجھتا ہوں کہ تین ہزار ہوں گے تو ابن عباس نے اس کو جواب دیا اگر تم تیس ہزار کہتے تو یہ حقیقت سے زیادہ قریب ہوتا۔ ابن عباس کے اس بیان کو اماموں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ میری (گنجی کی) بات کی تائید امام اہل حدیث احمد بن حنبل، جو محدثین کی نظر میں اپنے قرن کے سردار، اپنے زمانے کے امام، میدان حفظ کے شہ سوار، علم کے بارے میں ان کی روایت مقبول اور محقق کی نظر میں ان کی بات مورد قبول ہے کیونکہ جس نے بھی ان کی پیروی کی اور ان کی راہ اختیار کی وہ تفضیل شیخین کا قائل ہوگیا۔ لہٰذا ان (علیؑ) کے بارے میں ان کا بیان سپیدۂ صبح کی طرح روشن ہے جس کو چھپایا نہیں جاسکتا، کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ جتنی آیتیں فضیلتِ علیؑ میں نازل ہوئیں اتنی کسی صحابیِ پیغمبرؐ کے بارے میں نازل نہیں ہوئیں''۔(۱)

سبط ابن جوزی، احمد بن حنبل کے بارے میں لکھتے ہیں:

"احمد مقلَّد فی الباب متی رویٰ حدیثا وجب المصیر الی روایته لانه امام زمانه، وعالم اوانه، والمبرز فی علم النقل علی اقرانه" (۲) (احمد حدیث میں لائق تقلید ہیں۔ جس حدیث کو وہ روایت کردیں اس پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ وہ اپنے زمانے کے امام، اپنے وقت کے عالم اور صدیوں میں علم حدیث کے

۱۔ کفایۃ الطالب، ص۲۹۰۔
۲۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۰۔

بزرگ شخصیت تھے۔

تضعیف حدیث پر سبط ابن جوزی کا جواب

سبط ابن جوزی نے احمد بن حنبل سے حدیث نور کو نقل کرنے کے بعد اس کی تضعیف کرنے والوں کے وہم کو دور کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کے راوی موثق ہیں۔ وہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

''احمد نے اپنی کتاب ''الفضائل'' میں لکھا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انھوں نے معمر سے، انھوں نے زہری سے، انھوں نے خالد بن معدان سے، انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: کنت انا و علی بن ابی طالب نوراً بین یدی اللّٰه تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعة الاف عام فلمّا خلق آدم قسّم ذالک النور جزئین فجزء انا و جزء علی۔ (آدم کی خلقت سے چار ہزار قبل میں اور علی پیش خدا، ایک نور تھے۔ جب آدم خلق کئے گئے تو وہ نور دو حصوں میں تقسیم ہوا اس کا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا علی ہے۔) دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: خلقت انا و علی من نور واحد (میں اور علی اک نور سے خلق کئے گئے ہیں) اب اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے وہ متن اور سند دونوں اعتبار سے اس سے مختلف ہے اور وہ یہ ہے: خلقت انا و هارون بن عمران و یحییٰ بن زکریا و علی بن ابی طالب من طینة واحده۔ (میں، ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک طینت سے خلق کئے گئے ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: خلقت انا و علی من نور و کنّا عن یمین العرش قبل ان یخلق الله آدم بالفی عام فجعلنا تنقلب فی اصلاب الرجال الی عبد المطلب. (میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ آدم کے خلقت سے دو ہزار سال پہلے ہم یمین عرش پر تھے اور عبدالمطلب تک ہم

صلبوں میں منتقل ہوتے رہے۔ اس کی سند کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس میں محمد بن خلف مروزی ہے جو مغفل اور کندذہن تھا اور جعفر بن احمد بن بیان ہے جو شیعہ تھا۔ لیکن جو حدیث میں نے نقل کی ہے وہ متن اور سند دونوں لحاظ سے مختلف ہے اور اس کے راوی اور ہیں جو سب کے سب ثقہ ہیں۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ جس سلسلۂ سند سے میں (سبط ابن جوزی) نے حدیث نقل کی ہے اس میں عبد الرزاق ہے جو مدعی تشیع تھا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ احمد بن حنبل کے بزرگترین مشائخ میں سے ہیں۔ احمد بغداد سے صنعاء گئے اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ عبد الرزاق جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا اگرچہ جو ان سے روایتیں نقل ہوئیں ان میں بدعتیں بھی ہیں۔ اور جب تک عبد الرزاق زندہ رہے احمد ان سے روایت کرتے رہے اور احمد کی مسند میں اکثر حدیثیں ان ہی کے طریق اور سلسلۂ سند سے ہیں اور صحیحین (بخاری ومسلم) میں بھی ان سے روایت کی گئی ہے''۔

احوال وآثار

سبط ابن جوزی اہلسنت کے اکابر علماء اور معتمد محدثین میں سے ہیں۔ اہلسنت کی جن عظیم شخصیتوں نے ان کی مدح وثنا کی ہے ان میں چند یہ ہیں: ۱۔ ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمی، ۲۔ ابن خلکان، ۳۔ یوسف بن احمد بن محمد بن عثمان، ۴۔ موسیٰ بن محمد بن ابو الحسین یونینی بعلبکی، ۵۔ ابو الفداء اسماعیل بن علی بن محمود ایوبی، ۶۔ ابن وردی، ۷۔ ذہبی، ۸۔ عبد اللہ بن اسعد یافعی، ۹۔ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروزآبادی شیرازی، ۱۰۔ محمد بن علی داؤد مالکی شاگردِ جلال الدین سیوطی، ۱۱۔ محمود بن سلیمان کفوی، ۱۲۔ ازنقی صاحب مدینۃ العلم، ۱۳۔ علی بن سلطان محمد قاری، ۱۴۔ میرزا محمد معتمد خان بدخشانی۔

یہاں مذکورہ افراد کی عبارتیں نقل کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ انھوں نے کن الفاظ میں سبط ابن جوزی کا تذکرہ کیا ہے اور کن القاب سے ان کی تجلیل کی ہے۔

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص ۵۱۔

۱۔ ابو المؤید خوارزمی لکھتے ہیں:

''پہلی مسند، استاد ابو محمد حارثی بخاری کی ہے، جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ الامام قاضی القضاۃ اخطب خطباء شام، جمال الدین ابو الفضل عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن ابو الفضل انصاری حرستانی، اور شیخ الثقہ تقی الدین اسماعیل بن ابراہیم بن یحیٰ اور الشیخ الامام شمس الدین یوسف بن عبد اللہ سبط الامام ابی الفرج ابن جوزی نے اس کی قرائت کی ہے''۔(۱)

یہاں خوارزمی نے سبط ابن جوزی کو الشیخ الامام سے متصف کیا ہے اور دوسری جگہ الامام الحافظ سے ان کی توصیف کی ہے۔(۲)

۲۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:

''ابن جوزی کے نواسے (سبط) شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزعلی مشہور واعظ اور حنفی مذہب کے تھے۔ مجالس وعظ میں انھیں اچھے نام سے یاد کیا جاتا تھا وہ بادشاہ اور رعایا دونوں کی نگاہوں میں قدر سے دیکھے جاتے تھے۔ چالیس جلدوں میں ان کے ہاتھ کی لکھی تاریخ بنام ''مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان'' میں نے دیکھی۔ ۱۱ ذی الحجہ ۶۵۴ھ کو دمشق میں ان کا انتقال ہوا اور وہیں وہ دفن ہوئے۔ ۵۸۱ھ میں بغداد میں وہ پیدا ہوئے تھے''۔(۳)

ابن خلکان جنھوں نے سبط ابن جوزی کی تعریف وتمجید کی ہے وہ بھی عظیم المرتبت عالم اہلسنت ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل علماء کے بیانات سے ہوتی ہے:

الف۔ ذہبی لکھتے ہیں:

''قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر اربلی شافعی ۶۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابن مکرم سے بخاری کا سماع کیا اور مؤید طوسی اور

۱۔ جامع مسانید ابی حنیفہ، ج ۱، ص ۷۰۔ ۲۔ جامع مسانید ابی حنیفہ، ج ۱، ص ۵۴۔
۳۔ وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۱۴۲۔

علماء کی ایک جماعت نے انھیں اجازے دیئے۔ موصل میں کمال بن یونس اور شام میں علی بن شداد کے سامنے درس فقہ کے لئے زانوئے ادب تہہ کیا۔ انھوں نے بزرگ علماء سے ملاقاتیں کیں۔ وہ فضائل و کمالات میں یکتا تھے۔ وہ نیک نفس، فیاض، سخی اور لوگوں کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے"۔(۱)

ب۔ ابوالفداء عمادالدین لکھتے ہیں:

"اس سال (۶۸۱ھ) قاضی فاضل محقق شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان کا انتقال ہوا جو عالم و فاضل تھے اور مصر و شام کے قاضی رہ چکے تھے۔ ان کی تذکرہ میں وفیات الاعیان اور دیگر بہت ساری اہم کتابیں ہیں۔ وہ ۱۱ ربیع الثانی ۶۰۸ھ کو شہر اربل میں پیدا ہوئے تھے"(۲)

ج۔ ابن وردی نے بعینہ ان ہی عبارتوں میں ان کا شرح حال لکھا ہے۔(۳)

د۔ صفدی لکھتے ہیں:

قاضی القضاۃ شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم ابن خلکان ابوالعباس برمکی اربلی شافعی ۶۰۸ھ میں اربل میں پیدا ہوئے اور ابومحمد ہبۃ اللہ بن مکرم صوفی سے صحیح بخاری کی سماع کی تھی اور مؤید طوسی، عبدالعز ہروی اور زینب شعریہ نے انھیں اپنے اجازوں سے نوازا تھا۔ وہ عالم و فاضل، مذاہب کی معرفت رکھنے والے، صحیح فتویٰ دینے والے، خوش ذوق عربی میں بصیرت رکھنے والے، شعر و ادب میں علامہ، وسیع اطلاع رکھنے والے، میٹھی بول بولنے والے، ہر دلعزیز اور دیگر بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی شہرت یافتہ کتاب وفیات الاعیان ہے"۔(۴)

۱۔ العبر، ج ۳، ص ۳۴۷، وقائع ۶۸۱ھ۔
۲۔ المختصر، ج ۴، ص ۱۶، وقائع ۶۸۱ھ۔
۳۔ تتمۃ المختصر، وقائع ۶۸۱ھ
۴۔ الوافی بالوفیات، ج ۱، ص ۲۰۱۔

ان کے علاوہ سبکی، قطب الدین، اسدی، اسنوی، یافعی، ابن تغری اور سیوطی نے ابن خلکان کی تعریف و تمجید کی ہے۔

۳۔ یوسف بن احمد منظر الانسان در ترجمہ وفیات الاعیان میں ابن جوزی کے شرح حال کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"سبط ابن جوزی مشہور واعظ اور حنفی مسلک کے تھے۔ ملوک و اکابر کے یہاں تقریریں کرتے تھے۔ انھوں نے تفسیر و تاریخ میں کتابیں لکھیں اور تاریخ کا نام "مرآۃ الجنان" رکھا۔ خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی اس کتاب کو میں نے چالیس جلدوں میں دیکھا ہے"۔

۴۔ قطب الدین یونینی بعلبکی لکھتے ہیں:

"كان له القبول التام عند الخاص و العام من ابناء الدنيا و ابناء الآخرة" (۱) سبط ابن جوزی خاص و عام اور دینی و دنیاوی لوگوں میں مقبول تھے۔

قطب الدین یونینی بعلبکی م ۷۲۶ھ جو سبط ابن جوزی کے مداح تھے وہ بھی عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں:

"موسیٰ بن محمد بن ابوالحسین امام المورخ، قطب الدین ابن الشیخ الفقیہ نے اپنے والد سے اور دمشق میں ابن عبدالدائم اور شیخ الشیوخ سے اور مصر میں ابن صارم سے حدیث کی سماعت کی۔ انھوں نے مرآۃ الجنان کی تلخیص کی اور بہت سارے بعلبک والوں سے روایت کی۔ ۶۴۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور شوال ۷۲۶ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ ان کی شخصیت بہت محترم تھی۔(۲)

یافعی وقائع ۷۲۶ھ میں لکھتے ہیں:

اس سال بعلبک کے شیخ، صدر الکبیر قطب الدین موسیٰ ابن الشیخ الفقیہ محمد یونینی کا

۱۔ ذیل مرآۃ الزمان مقدمۂ کتاب، ج ۱، ص ۴۱۔
۲۔ المعجم المختصر، ج ۱، ص ۲۸۶۔

انتقال ہوا وہ صاحب تاریخ تھے اور ان سے ایک جماعت نے سمع حدیث اور روایت کی ہے''(۱)

۵۔ابوالفداء وقائع ۶۵۴ھ میں لکھتے ہیں:

''اس سال شیخ شمس الدین یوسف سبط جمال الدین بن جوزی کا انتقال ہوا۔ وہ عالم وفاضل واعظ اور مرآۃ الزمان نامی جامع تاریخ کے مؤلف ہیں''(۲)

ابوالفداء م ۷۳۲ھ جنہوں نے سبط ابن جوزی کو اہلسنت کے افاضل میں شمار کیا ہے وہ بھی اکابر علماء اہلسنت میں ہیں۔ان کے بارے میں ابن وردی لکھتے ہیں:

الف:''وہ علم دوست، سخی اور مختلف علوم وفنون پر دسترس رکھنے والے تھے۔ میں نے بعض صاحبان فضل کو دیکھا جن کا گمان یہ تھا کہ بادشاہوں میں مامون کے بعد ان سے افضل کوئی نہیں تھا۔''(۳)

ب۔ابن شحنہ کا کہنا ہے:

''وہ ادیب تھے اور ریاضی، ہندسہ اور ہیئت میں ید طولیٰ رکھتے تھے''(۴)

ج۔صلاح الدین ان کی ان القاب والفاظ میں تجلیل کرتے ہیں:

''الملک المؤید اسماعیل بن علی الامام العالم والفاضل السلطان عماد الدین ابوالفداء میں فقہ، طب اور حکمت وغیرہ کوٹ کوٹ کر بھرے تھے''(۵)

د۔اسدی تحریر کرتے ہیں:

''العالم العلام المتقن المصنف السلطان المؤید عماد الدین نے کسب علم کر کے اس میں تبحر پیدا کیا اور مشہور ومعروف تصنیفیں چھوڑیں جن مین تین جلدوں میں لکھی ایک تاریخ ہے''(۶)

۱۔مرآۃ الجنان، ج ۴،ص ۲۰۷، وقائع ۷۲۶ھ۔
۲۔المختصر، وقائع ۶۵۴ھ۔
۳۔تتمۃ المختصر، وقائع ۷۳۲ھ۔
۴۔روضۃ المناظر، وقائع ۷۳۲ھ۔
۵۔فوات الوفیات، ج ۱،ص ۱۸۳۔
۶۔طبقات الشافعیہ، ج ۳،ص ۱۰۹۔

یہ بات ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ میں اور ابن تغری نے نجوم زاہرہ میں کہی ہے۔

۶۔ابن وردی وقائع ۶۵۶ھ میں لکھتے ہیں:

''اس سال شیخ شمس الدین یوسف سبط جمال الدین ابن جوزی کا انتقال ہوا۔ وہ عالم وفاضل اور واعظ تھے۔ان کی مرآۃ الزمان نامی ایک جامع تاریخ ہے۔ان کی ایک کتاب تذکرۃ الخواص من الامۃ ہے جو مناقب ائمہ میں ہے''(۱)

سبط ابن جوزی کی مدح کرنے والوں میں ابن الوردی بھی ہیں جو اہلسنت کے جید عالم اور بزرگ فقہا میں تھے۔ان کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''عمر بن مظفر بن عمر بن محمد بن ابی الفوارس المعری زین الدین ابن وردی شافعی فقیہ اور مشہور شاعر تھے۔ان کی نشو ونما حلب میں ہوئی اور پھر فقیہ بن کر زمانے پر چھا گئے''(۲)

یہی بات ابن قاضی شہبہ نے کہی ہے اور انھوں نے ابن وردی کو الامام العلامۃ الادیب المؤرخ الفقیہ الحلبی سے متصف کیا ہے۔(۳)

۷۔ذہبی وقائع ۶۵۴ھ میں لکھتے ہیں:

''العلامۃ الواعظ المورخ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزعلی ترکی بغدادی عونی ہبیری حنفی شیخ جمال الدین ابی الفرج ابن جوزی کے نواسے تھے اور ان سے، ابن کلیب سے اور ایک جماعت سے سمع حدیث کیا تھا۔ ۶۰۰ھ کے بعد دمشق آئے اور وہاں وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔اخلاق حمیدہ اور بیان میں جاذبیت کی وجہ سے ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا۔انھوں نے ۲۹ جلدوں میں تفسیر، ایک جلد میں مناقب ابوحنیفہ اور جامع کبیر کی شرح لکھی۔ وہ مسند درس پر درس اور مقام فتوا میں فتوا دیتے تھے اور جوانی میں حنبلی مسلک کے تھے۔بادشاہوں کی نظر میں بہت معزز تھے۔ ۲۵ ذی الحجہ کو وفات پائی تھی''۔(۴)

۱۔تتمۃ المختصر، وقائع ۶۵۶ھ۔
۲۔الدرر الکامنۃ، ج ۳،ص ۲۲۹۔
۳۔طبقات الشافیہ، ج ۳،ص ۱۹۷۔
۴۔العبر، ج ۳،ص ۲۷۴، وقائع ۶۵۵ھ۔

۸۔ عبداللہ بن اسعد یافعی نے "مرآۃ الجنان" میں سبط ابن جوزی کا شرح حال مذکورہ بالا ذہبی ہی کی عبارت میں لکھا ہے، اور وقائع ۵۹۶ھ میں ابن جوزی کے حالات لکھنے کے بعد لکھا:

"ابن جوزی کے نواسے شمس الدین ابوالمظفر یوسف تھے۔ مجالس وعظ میں انھیں اچھے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ ملوک ورعایا دونوں کی نگاہوں میں عزت سے دیکھے جاتے تھے۔ انھوں نے ایک بہت بڑی تاریخ لکھی جس کے بارے میں تاریخ الاعیان میں ابن خلکان کا کہنا ہے کہ میں نے اس کو خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی دیکھی تھی جو چالیس جلدوں میں تھی اور اس کا نام مرآۃ الزمان تھا" (۱)

۹۔ داؤدی لکھتے ہیں:

"شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن جوزی واعظ اور مورخ تھے اور اپنے نانا اور ایک جماعت سے روایت کی۔ انھوں نے مرآۃ الزمان نامی کتاب تالیف کی اور ۲۷ جلدوں میں تفسیر لکھی اور جامع الکبیر کی شرح کی۔ پہلے وہ حنبلی تھے پھر حنفی ہوگئے تھے۔ وعظ ونصیحت میں وہ بے نظیر اور خاص وعام میں مقبول تھے۔ ۶۵۴ھ میں ان کا دمشق میں انتقال ہوا تھا"۔ (۲)

ان کے علاوہ اور بھی علمی شخصیتیں ہیں جنھوں نے سبط ابن جوزی کی بہترین الفاظ اور اچھے القاب سے مدح وثنا کی ہے۔ کفوی نے کتائب اعلام الاخیار میں، فیروز آبادی نے مختصر الجواهر المضية في طبقات الحنفيه میں اور قاری نے الاثمار الجنية في طبقات الحنفية میں ان کی تعریف میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔

صفدی اور ذہبی کے انتقاد اور اس کا جواب

صفدی اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق سبط ابن جوزی پر بھی طعن وتشنیع کی ہے۔ ان سے متعلق ان دونوں کے نظریات کو کفوی نے "کتائب اعلام الاخیار" میں نقل کرنے کے بعد اس طرح جواب دیا ہے:

۱۔ مرآۃ الجنان، ج ۴، ص ۱۰۴، وقائع ۶۵۴ھ۔
۲۔ طبقات المفسرین، ج ۲، ص ۳۸۳۔

"شیخ صلاح الدین صفدی نے علی بن ابی المظفر یوسف بن قزعلی صاحب مرآۃ الزمان کی مدح وستائش کے بعد لکھا: میں اس نام (مرآۃ الزمان) سے بہت چڑھتا ہوں اس لئے کہ یہ تاریخ نہیں ہے، کیونکہ اس میں موجود ساری باتوں کو پڑھنے والا ان کو صحیح جان جاتا ہے، جب کہ مشہور ومعروف جگہوں پر انھوں (سبط ابن جوزی) نے بے اساس باتیں لکھی ہیں ۔۔۔۔ اسی طرح ذہبی نے "میزان الاعتدال" میں لکھا: یوسف بن قزعلی نے مرآۃ الزمان نامی کتاب لکھی جس میں بعض ایسی باتیں تحریر کیں جو نہ یہ کہ معتبر نہیں ہیں بلکہ بے تکی اور بے اساس بھی ہیں۔ ذہبی نے دوسری جگہ کہا کہ سبط ابن جوزی حنبلی تھے صرف حصول دنیا کی خاطر حنفی مذہب اختیار کرلیا تھا (ان دونوں کے نظریات بیان کرنے کے بعد کفوی جواب دیتے ہیں) صاحب مرآۃ الزمان نے اپنی تاریخ میں ماضی کی باتیں نقل کی ہیں۔ ان کا کام نقل روایت تھا، اس کے صحت وسقم کی ذمہ داری راوی کے گردن پر تھی۔ ان کی طرف بے اساس باتوں کی نسبت دینا ان پر ظلم کرنا ہے کیونکہ تاریخ کے لئے شرط نہیں ہے کہ اس کے اسانید صحیح ہوں۔ اس کے علاوہ خود صفدی اور ذہبی اور ان دونوں کے بعد والوں نے تاریخیں لکھیں اور ان سب نے مرآۃ الزمان سے بہت ساری چیزیں نقل کیں۔ اب اگر سبط ابن جوزی کو ثقہ نہ مانیں تو پھر وہ سب کے سب بھی ثقہ نہیں رہیں گے"۔

اسی طرح قاری نے بھی اثمار جنیہ میں ذہبی کے نظریہ کو صحیح نہیں مانا اور میزان اعتدال سے ان کے بیان کو نقل کرنے کے بعد لکھا: "ذہبی کی بات حقیقت سے بہت دور ہے"۔

مصطفیٰ بن عبداللہ چلپی نے "کشف الظنون" میں ذہبی اور صفدی کے اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد لکھا:

"مرآۃ الزمان کے حاشیہ پر لکھا ہے: یہ باتیں حسد کی وجہ سے کہی گئی ہیں کیونکہ وہ سب حقیقت سے بہت دور ہیں۔ اور جس نے بھی سبط ابن جوزی کے بعد تاریخ لکھی وہ ان کا نمک خوار ہوا خاص طور سے ذہبی اور صفدی کیونکہ دونوں ہی نے ان کی تاریخ کی

مدد سے تاریخ کی کتاب لکھی''(۱)

اس کے علاوہ ہم ثابت کریں گے کہ خواجہ کابلی (مصنف الصواقع) اوران کی اقتداء کرنے والے شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) اوران کے پیروکار قاضی ثناء اللہ اور رشید الدین خان، سبط ابن جوزی کی عظمت و جلالت کے قائل ہیں اور وہ کوئی ایسی بات نہ پیدا کر سکے جو ثاقت سبط ابن جوزی کو داغدار بنا سکے۔ چنانچہ نصر اللہ کابلی ''صواقع'' میں طعن مغیرہ کے جواب میں لکھتے ہیں:

''مغیرہ کے بارے میں اہل بصرہ کا کہنا ہے جیسا کہ ابن جریر طبری، امام بخاری، حافظ عماد الدین ابن کثیر، حافظ جمال الدین ابوالفرج ابن جوزی اور الشیخ شمس الدین ابو المظفر سبط ابن جوزی نے اپنی اپنی تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ بصرہ کا امیر تھا''۔

ثناء اللہ پانی پتی اور شاہ صاحب نے بالکل کابلی والی بات کہی البتہ شاہ صاحب نے ان سارے مورخین کو موثق کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب کے سب سبط ابن جوزی پر اعتماد کرتے تھے اور ان لوگوں کی نظر میں سبط ابن جوزی کی وثاقت بخاری، طبری اور ابن جوزی جیسی تھی۔

رشید الدین خان شوکت عمریہ میں لکھتے ہیں:

''حافظ ابوالمؤید خوارزمی نے مسند امام اعظم کے شروع میں ابوحنیفہ پر مسئلہ قتل پر خطیب بغدادی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ امام حافظ سبط ابن جوزی نے ابوحنیفہ پر اسے افتراء و بہتان بتایا ہے''۔

ان کی عبارت سے ثابت ہوا کہ ان کی نظر میں سبط ابن جوزی ثقہ اور معتمد ہیں کیونکہ انھوں نے ابو المؤید خوارزمی کی عبارت نقل کی ہے جس میں سبط ابن جوزی کو امام سے متصف کیا گیا ہے اور اسی کو امام اعظم کے بارے میں جواب قرار دیا ہے۔ رشید الدین خان نے ''ایضاح لطافۃ المقال'' میں سبط ابن جوزی کو امام احمد بن حنبل، امام المحدثین ابن جوزی، قاضی ابویعلی اور حماد بن علقمہ جیسے ائمہ دین کے برابر قرار دیا ہے۔(۲)

۱۔ کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۶۴۸۔

۲۔ ایضاح الطافۃ المقال، ص ۲۷۹۔

مولوی حیدر علی نے ''ازالۃ الغین'' کے بحث جواب طعن ابوحنیفہ میں سبط ابن جوزی کا وہ جواب نقل کیا ہے جس کو انھوں نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں دیا تھا اور موصوف نے سبط ابن جوزی کی ''الامام الحافظ'' سے توصیف کی ہے۔

صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

''شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزعلی (معروف بہ) سبط ابن جوزی مشہور واعظ اور مذہب کے لحاظ سے حنفی تھے۔ انھوں نے بغداد میں اپنے جد (ابن جوزی) سے روایت کی اور موصل و دمشق و مصر میں ان سے سمع حدیث کیا گیا۔ مرآۃ الزمان نامی ان کی تاریخ میں ایک کتاب ہے جس کے بارے میں ابن خلکان نے کہا کہ خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی اسے چالیس جلدوں میں میں نے دیکھا تھا۔ صاحب مدینۃ العلوم کا بیان ہے کہ میں نے ۸ ضخیم جلدوں میں دیکھا تھا۔ اس کے علاوہ ایثار الانصاف، منتھی السؤل فی سیرۃ الرسول ---- ان کی تالیفات ہیں۔ وہ ۵۸۱ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۶۵۴ھ میں دمشق میں ان کا انتقال ہوا''۔(۱)

سبط ابن جوزی کی تصنیفیں

سبط ابن جوزی کی مشہور ومعروف تصنیفیں ہیں جن میں درج ذیل کتابوں کا صاحب کشف الظنون نے تذکرہ کیا ہے۔ ۱۔ الانتصار لامام ائمۃ الامصار، ۲۔ اللوامع فی احادیث المختصر والجامع، ۳۔ التفسیر الکبیر، ۴۔ منتھی السؤل فی سیرۃ الرسول، ۵۔ ایثار الانصاف۔ نیز انھوں نے سبط ابن جوزی کے بارے میں لکھا کہ انھوں نے ایک کتاب لکھی جس میں مذہب حنفی کے ترجیح دینے کی علت بیان کی اور ابوعبداللہ شیبانی کی جامع کبیر کی شرح بھی لکھی ہے۔

محمد عابد بن احمد سندھی نے حصر الشارد میں سبط ابن جوزی کی مرآۃ الزمان کا ذکر کیا ہے اور اس کی اپنے اسناد سے روایت کی ہے اور سلسلۂ سند کو حافظ ابن حجر، احمد بن ابی بکر مقدسی اور سلیمان کے توسط سے

۱۔ ابجد العلوم، ص ۳۱۵، قسم الثانی، باب التاء۔

سبط ابن جوزی تک پہنچایا ہے۔

ان کے علاوہ سارے جید علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں سبط ابن جوزی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور ان کے مطالب اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں۔ مثلاً ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں، صفدی نے وافی الوفیات میں، بدخشی نے مفتاح النجا میں، حلبی نے اپنی سیرت میں، حصکفی نے درمختار میں اور ابن عبدین نے ردالمختار فی شرح الدرالمختار میں مطالب نقل کئے ہیں۔ سمہودی نے جواہر العقدین میں سبط ابن جوزی کی کتاب سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کو یہاں پیش کررہے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ جو آل رسول کی مدد کرتا ہے خدا اس کو بہترین اجر سے نوازتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"سبط ابن جوزی نے اپنے اسناد سے عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے۔ ابن مبارک کا کہنا ہے کہ میں پانچ سو دینار لے کر اس بازار کی طرف چلا جہاں اونٹ بیچا جاتا ہے۔ مگر اثنائے راہ ایک عورت کو دیکھا جو مری ہوئی مرغی کے پَر صاف کررہی اور جب اس بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا: میں سیدانی ہوں اور میری چار یتیم بیٹیاں جن کے باپ کا سایہ ادھر ہی ان کے سر سے اٹھا ہے اور آج چار دن ہوگئے کہ انھوں نے کچھ نہیں کھایا لہذا آج یہ میتہ ہمارے لئے حلال ہوگیا ہے اسی لئے میں اسے صاف کررہی ہوں تاکہ اسے لے جاکر پکاؤں اور اپنی بیٹیوں کو سیر کروں۔ یہ سن کر میں (ابن مبارک) نے خود سے کہا کہ تم پر وائے ہو ابن مبارک ایک سیدانی بھوکی رہے اور تم حج کو جاؤ! میں نے کہا ذرا اپنا دامن تو پھیلاؤ۔ اس عورت نے دامن پھیلایا اور وہ دینار اس کے دامن میں ڈال دیئے اور اس سال حج کرنے کا ارادہ ترک کردیا۔ پھر میں اپنے وطن کی طرف پلٹا اور اتنا انتظار کیا کہ حُجاج حج کرکے واپس آجائیں۔ پھر میں اپنے ہمسایوں اور دوستوں سے ملنے کے لئے نکلا اور جس سے میں نے کہا کہ خدا تمہارا حج قبول کرے تو اس نے بھی یہ جملہ دہرایا اور کہا کہ ہم لوگ فلاں جگہ ملے تھے، ہم نے تم کو فلاں جگہ دیکھا تھا۔ یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ میں تو حج پر گیا نہیں تھا پھر یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ خدا تمہارا (ابن مبارک کا) حج قبول کرے رات میں خواب میں

رسولؐ خدا کو دیکھا جو کہہ رہے ہیں اے عبداللہ تم تعجب نہ کرو۔ دیکھو تم نے میری اولاد کی مدد کی تو میں نے بارگاہ معبود میں دعا کی وہ تمہاری صورت میں ایک فرشتہ خلق کرے جو قیامت تک ہر سال تمہاری طرف سے حج کرے۔ اب تم حج کرو یا نہ کرو کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے"(۱)

اب جب کہ اس حدیث نور کی صحت ثابت کردی وہ بھی ایسے راویوں کے ذریعے جو ثقہ بھی اور صحاح کے راوی بھی وہ بھی احمد بن حنبل کے سلسلۂ سند سے۔ تو پھر دوسرے طرق واسناد سے نقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر صرف اس لئے دوسرے اسناد سے نقل کررہے ہیں تاکہ صحتِ حدیث نور، نورٌ علیٰ نور کی مصداق بن جائے۔

۲۔ روایت ابوحاتم رازی

ابوحاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی نے اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ احمد بن محمد عاصمی "زین الفتیٰ فی شرح سورۂ ہل اتیٰ" میں لکھتے ہیں:

"ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا، انھوں نے عبداللہ بن ابی منصور سے، انھوں نے محمد بن بشر سے، انھوں نے محمد بن ادریس (ابوحاتم) رازی سے، انھوں نے محمد بن عبد اللہ بن مثنیٰ سے، انھوں نے حمید طویل سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:" خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور واحد نسبحَ اللّه عزّوجل فی یمنة العرش قبل خلق الدنیا. و لقد سکن آدم الجنة و نحن فی صلبه، و لقد رکب نوح السفینة و نحن فی صلبه، ولقد قذف ابراهیم فی النار و نحن فی صلبه، فلم نزل یقلبنا اللّه عزّوجل من اصلاب طاهرة الی ارحام طاهره حتیٰ انتهیٰ بنا الی عبد المطلب فجعل ذالک النور بنصفین فجعلنی فی صلب عبد اللّه و

۱۔ جواہر العقدین، ج۱، ص۲۸۶، قسم ثانی۔

جعل علیا فی صلب ابی طالب .و جعل فیّ النبوة والرسالة و جعل فی علی الفروسية و الفصاحة.واشتق لنا اسمین من اسمائه فربّ العرش محمود و انا محمد، و هو الاعلیٰ وھذا علی "(۱) میں اور علی ایک نور سے خلق کیے گئے ہیں۔دنیا کی خلقت سے پہلے ہم یمین عرش پر خدا کی تسبیح کررہے تھے۔ جب آدم جنت میں ساکن ہوئے تو ہم ان کے صلب میں تھے،جب نوح سوار کشتی ہوئے تو ہم ان کے صلب میں تھے،جب ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو ہم ان کے صلب میں تھے۔اسی طرح خدا ہم کو پاک و پاکیزہ اصلاب سے پاک و پاکیزہ ارحام میں منتقل کرتا رہا یہاں تک عبدالمطلب کی نوبت آئی اور وہاں وہ نور دو حصوں میں منقسم ہوا۔ مجھے صلب عبداللہ میں قرار دیا اور علی کو صلب ابوطالب میں۔ مجھے نبوت عطا کی اور علی کو فصاحت و بہادری۔اس نے اپنے ناموں میں سے دو ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا۔رب عرش محمود ہے اور میں محمد ہوں، وہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔

احوال وآثار

ابوحاتم محمد بن ادریس (م ۲۷۷ھ) کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ان کی ساری فضیلتیں اوران سے متعلق علماء کے اقوال عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں بیان کر چکے ہیں۔ان کی تکرار سے بحث کو طولانی کرنا نہیں چاہتا۔ان کی عظمت کے لئے یہی بس کہ وہ بخاری اور مسلم کے ہم طراز ہیں۔

۳۔روایت عبداللہ ابن احمد ابن حنبل

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے "زوائد مناقب امیرالمومنین" میں حدیث نور کی روایت کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"ہم سے حسن نے بیان کیا،انھوں نے احمد بن مقدام عجلی اور فضیل بن عیاض سے،انھوں نے ثور بن یزید سے،انھوں نے خالد بن معدان سے،انھوں نے زاذان سے اورانھوں نے سلمان سے روایت کی ہے۔سلمان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب

۱۔زین الفتی، ج۱،ص۱۳۳،حدیث ۳۸۔

رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا:" کنت انا و علی نورا بین یدی اللّٰہ عزوجل قبل ان یخلق اللّٰہ آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّٰہ آدم قسّم ذالک النور جزئین فجزء انا و جزء علی "خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علی ہے۔

احوال وآثار

عبداللہ بن احمد (م ۲۹۰ھ) اہلسنت کے جلیل القدر عالم ومحدث گزرے ہیں۔رجال وتذکرے کی کتابیں ان کی خوبیوں کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔یہاں چند بیان کی جارہی ہیں۔

الف:مقدسی "الکمال" میں لکھتے ہیں:

"عبداللہ بن احمد بن حنبل ابوعبدالرحمٰن شیبانی بغدادی نے اپنے باپ، یحییٰ بن معین ،ابوشیبہ کے بیٹے ابوبکر وعثمان اور ابوخیثمہ سے حدیثیں سنی تھیں۔ابوبکر خطیب کا کہنا ہے کہ وہ ثقہ،ثبت اور فہیم تھے۔بدر بن ابوبدر بغدادی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن احمد نقاد ابن نقاد تھے۔ابوالحسین بن منادی کا کہنا ہے کہ اس دنیا میں عبداللہ سے زیادہ کسی نے احمد سے روایت نہیں کی، کیونکہ انھوں نے (احمد سے) مسند سنی جس میں تیس ہزار حدیثیں ہیں،تفسیر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں ہیں ان میں اسی ہزار کی سماعت کی اور باقی کو اصل کتاب میں دیکھا۔اسی طرح ناسخ ومنسوخ،تاریخ ،حدیث شعبہ، آیات قرآنی کے تقدم وتاخر،قرآن میں جوابات،مناسک کبیر وصغیر اور حدیث شیوخ وغیرہ کی ان (احمد) سے سماعت کی۔ابھی تک اکابر شیوخ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ رجال،اسماء والکنیٰ اور ضعیف حدیثوں کو جانتے تھے اور عراق اور دیگر جگہوں سے حصول حدیث میں ہمیشہ کوشاں رہے تھے۔یہ باتیں اکابر شیوخ نے اپنے بزرگوں سے نقل کی ہیں۔حتیٰ بعض نے تو اپنی تقریظوں میں یہ بھی لکھ دیا کہ عبداللہ حدیث کی سماعت اوراس کی معرفت اپنے والد (احمد بن حنبل) سے زیادہ رکھتے تھے"۔

ب: ذہبی تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''امام العلماء ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) شیبانی کے فرزند، امام حافظ، حجت، محدث عراق ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد سے بہت زیادہ حدیثیں سنیں۔ اسی طرح یحییٰ بن عبدربہ، ہیثم بن خارجہ، محمد بن ابی بکر مقدمی، شیبان بن فروخ اور ان کے ہم طبقوں سے سماع حدیث کیا۔ نسائی، ابن صاعد اور ابوبکر نجار، دعلج، اسحاق کادی، ابوعلی بن صواف، ابوبکر شافعی، احمد بن محمد بنانی، ابوبکر قطیعی اور دیگر بہت سارے محدثین نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ خطیب نے انھیں ثقہ، ثبت اور فہیم کہا ہے۔ احمد بن مناوی کا کہنا ہے کہ دنیا میں عبد اللہ بن احمد سے زیادہ کسی نے ان (احمد بن حنبل) سے روایتیں نہیں کیں، کیونکہ انھوں نے اپنے والد سے مسند میں موجود تیس ہزار حدیثیں سنیں۔ اسی طرح تاریخ، ناسخ ومنسوخ، حدیث شعبہ، المقدم والمؤخر میں کتاب اللہ، قرآن کے جوابات، مناسک الکبیر، تفسیر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں ہیں ان میں ایک ثلث کا اپنے والد سے سماع کیا اور بقیہ کو اصل کتاب میں دیکھا۔ ہم نے اکابر شیوخ کو ہمیشہ کہتے سنا کہ عبداللہ رجال، علل حدیث اور اسامئی رجال کو جانتے اور حصول حدیث میں کوشاں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض نے اتنا مبالغہ کیا کہ انھیں ان کے والد (احمد) پر مقدم کردیا۔ اسماعیل بن محمد کے بقول صہیب بن سلیم نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے پوچھا آپ نے اپنے والد سے کتنی حدیثیں سنیں؟ انھوں نے جواب دیا: ایک لاکھ دس ہزار حدیثیں سنی ہیں۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ احمد نے مجھ سے کہا کہ میرے بیٹے (عبداللہ) کو علم حدیث پر پورا تسلط ہوگیا ہے۔ ابوعلی بن صواف نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ جس کے بارے میں کہوں کہ میرے باپ نے کہا ہے تو اس کو دو یا تین یا ایک مرتبہ ضرور سنا ہوگا۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ عبداللہ نے باپ ہی کی عمر برابر زندگی گزار کر ۲۹۰ھ میں انتقال کیا اور بہت

بڑے مجمع نے تشیع جنازہ میں شرکت کی''۔(۱)

ذہبی العبر میں وقائع ۲۹۰ھ میں لکھتے ہیں:

''اس سال حافظ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد بن حنبل ذہلی شیبانی کا باپ کی طرح ستر سال کی عمر میں بغداد میں انتقال ہوا تھا۔ وہ امام اور صحیح وضعیف حدیثوں کی تشخیص دینے والے بلکہ اس میں سب پر مقدم تھے۔ انھوں نے سب سے زیادہ اپنے باپ (احمد) سے روایت کی اور اپنے باپ کے شیوخ سے سمع حدیث کیا۔ ان ہی نے اپنے باپ کی مسند (احمد) مرتب کی تھی''(۲)

ج: ابن حجر عسقلانی تہذیب میں ان کے مشائخ اور شاگروں کے اسماء بتانے کے بعد لکھتے ہیں:

''عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے احمد سے سنا کہ عبداللہ نے بہت زیادہ علم حاصل کرلیا ہے۔ خطیمی نے ابوزرعہ سے نقل کیا ہے کہ احمد نے کہا کہ میرا بیٹا عبداللہ، علماء حدیث میں حافظ تر ہے۔ کوئی حدیث ایسی نہیں تھی جس کے بارے میں اسماعیل بن علی نے سوال کیا اور وہ اسے نہیں جانتا تھا۔ ابوعلی صواف کا بیان ہے کہ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ جس چیز کے بارے میں کہوں کہ اسے میرے باپ نے کہی ہے تو اس کو دو یا تین مرتبہ ان سے میں نے سنا ہوگا۔ ابن ابی حاتم کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنے والد کے مسائل اور ضعیف حدیثوں کے بارے میں لکھ کر میرے پاس بھیجا تھا۔ ابو الحسین ابن مناوی کا کہنا ہے کہ اس دنیا میں ان (عبداللہ) سے زیادہ کسی نے اپنے باپ سے روایت نہیں کی، کیونکہ انھوں نے مسند سنی جس میں تیس ہزار حدیثیں ہیں تفسیر سنی جس میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں ہیں ان میں سے اسی ہزار حدیثیں سنی تھیں...... نسائی نے انھیں ثقہ کہا ہے اور سلمی کا بیان ہے کہ میں نے دارقطنی سے عبد اللہ بن احمد اور حنبل بن اسحاق کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ دونوں

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۶۷۳، نمبر ۶۸۵۔

۲۔ العبر، ج۱، ص۴۱۸۔

ثقہ اور نجیب وشریف ہیں۔ اور ابوبکر خلال کا کہنا ہے کہ عبداللہ مرد صالح، صادق القول اور بہت حیادار تھے''(۱)

د: یافعی وقائع ۲۹۰ھ میں لکھتے ہیں:

''اس سال حافظ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد بن حنبل شیبانی کا انتقال ہوا۔ وہ حدیث کے صحت وسقم کی اطلاع رکھنے والے بلکہ اس میں سب پر مقدم اور فوقیت رکھتے تھے''(۲)

ھ: سیوطی طبقات الحفاظ میں لکھتے ہیں:

''حافظ عبداللہ بن احمد بن حنبل بغدادی نے اپنے باپ، ابن معین اور دیگر افراد سے اور ان سے نسائی، ابن صاعد، ابوعوانہ، طبرانی، ابوبکر نجار، قطیعی اور ابوبکر شافعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ احمد نے مجھ سے کہا کہ میرے بیٹے عبداللہ کو علم حدیث پر کامل تسلط ہوگیا ہے۔ ابن عدی کا کہنا ہے کہ علمی مسائل میں عبداللہ نے اپنے باپ کی جگہ لے لی اور ان کے علم کو انھوں نے زندہ کردیا اور ان ہی سے حدیثیں لکھیں جن سے لکھنے کا باپ نے حکم دیا تھا۔ خطیب کا کہنا ہے کہ وہ ثقہ، ثبت اور فہیم تھے۔ ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۲۹۰ھ میں ان کا انتقال ہوا تھا''(۳)

۴۔ روایت ابن مردویہ

محدثین اہلسنت کی عظیم فرد احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ خطیب خوارزمی لکھتے ہیں:

''ہم سے شہردار نے اجازۃً بتایا، انھوں نے عبدوس بن عبداللہ بن عبدوس ہمدانی سے، انھوں نے شریف ابوطالب جعفری سے، انھوں نے حافظ ابن مردویہ سے، انھوں نے اسحاق بن محمد بن علی بن خالد ہاشمی سے، انھوں نے خالد بن زکریا سے، انھوں نے

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۵، ص۱۴۳، نمبر۲۴۶۔
۲۔ مرآۃ الجنان، ج۲، ص۱۶۲، وقائع ۲۹۰ھ۔
۳۔ طبقات الحفاظ، ص۳۱۰، نمبر۶۶۰۔

محمد بن خالد ہاشمی سے، انھوں نے حسین بن اسماعیل بن حماد سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے زیاد بن منذر سے، انھوں نے محمد بن علی بن حسین سے، انھوں نے اپنے والد (علی) سے اور انھوں نے اپنے والد (حسین) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ''کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام، فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم سلک ذالک النور فی صلبه، فلم یزل اللّٰہ تعالیٰ ینقله من صلب الی صلب حتی اقرّه فی صلب عبد المطلب فقسمه نصفین قسماً فی صلب عبد اللّٰہ و قسما فی صلب ابی طالب فعلیّ منّی و انا منه، لحمه لحمی و دمه دمی، فمن احبّه فبحبّی احبّه، و من ابغضه فَبِبُغْضِی ابغضه''(۱) میں اور علی خدا کے حضور میں خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے ایک نور تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور آدم کے صلب میں آیا۔ پھر اس نور کو ایک صلب سے دوسرے صلب میں خدا منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو صلب عبدالمطلب میں مستقر کیا اور وہاں اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ عبداللہ میں آیا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔ جو اس سے محبت کرے گا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جو اس سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

احوال وآثار

ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں تصریح کی ہے کہ ابن مردویہ حافظ، ثبت، علامہ اور مؤثق ہیں۔ انھوں نے سہل بن زیاد جیسے اعاظم شیوخ محدثین سے روایت کی ہے اور ان سے عبدالرحمٰن بن مندہ جیسے اساطین

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۱۳۵، حدیث ۱۷۰۔

اہلسنت نے روایت کی ہے۔ابن قیم نے زادالمعاد میں ابن مردویہ کو کبار ائمہ اہلسنت واجلّہ شیوخ ملت میں شمار کیا ہے۔نیز سبکی نے طبقات شافعیہ میں، سیوطی نے طبقات الحفاظ میں اور زرقانی نے شرح مواہب میں ان کی عظمت وجلالت کا قصیدہ پڑھا ہے۔

۵۔روایت ابن عبدالبر

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ معروف بہ ابن عبدالبرن مری قرطبی اپنی کتاب "بهجة المجالس وانس الجالس" میں جس کے بارے میں صاحب کشف الظنون کا کہنا ہے کہ محاضرات میں یہ معتبر کتاب ہے۔فضائل امیرالمومنین کو بیان کرتے ہوئے جن میں حدیث طیر بھی ہے لکھتے ہیں:

"آنحضرتؐ نے فرمایا: "خلقت انا و علی من نور واحد نسبح اللّه تعالیٰ یمنة العرش قبل ان یخلق آدم بالفی عام. فلّما انتهی النور الی عبد المطلب جعله نصفین نصف فی عبد اللّه و نصف فی صلب ابی طالب و شق لنا من اسمه فا اللّه محمود و انا محمد ، و اللّه الاعلی و هذا علی" میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔آدم کی خلقت سے دو ہزار سال قبل یمین عرش پر ہم اللہ کی تسبیح کرتے تھے جب یہ نور عبدالمطلب تک پہنچا تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہوا نصف صلب عبداللہ میں تو نصف صلب ابوطالب میں قرار پایا۔اور خدا نے اپنے نام سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا۔اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے"۔

ابن عبدالبر صاحب استیعاب کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔تذکرہ نویسوں نے ان کو امام، متدین، ثقہ، متقن، علامہ، متبحر اور صاحب سنت واتباع سے متصف کیا ہے۔

۶۔روایت خطیب بغدادی

ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں حدیث نور کی روایت کی ہے۔جیسا کہ محمد بن یوسف گنجی "کفایۃ الطالب" میں لکھتے ہیں:

"باب ۸۷، اس سے مخصوص ہے کہ علی کی خلقت نور نبیؐ سے ہوئی۔ چنانچہ ہم سے

ابراہیم بن برکات خشوعی نے دمشق کی مسجد ربوہ میں بیان کیا، انھوں نے حافظ علی بن حسن سے، انھوں نے ابوالقاسم ھبۃ اللہ سے، انھوں نے حافظ ابوبکر خطیب سے، انھوں نے علی بن محمد بن عبداللہ عدل سے، انھوں نے ابوعلی حسن بن صفوان سے، انھوں نے محمد بن سہل عطار سے، انھوں نے ابوذکوان سے، انھوں نے احمد بن عبداللہ سے، انھوں نے عبیداللہ بن عمرو سے، انھوں نے عبدالکریم جزری سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "خلق الله قضيباً من نور قبل ان يخلق الدنيا باربعين الف عام فجلعه امام العرش حتى كان اوّل مبعثى فتق منه نصفا فخلق منه نبيكم و النصف الآخر على بن ابى طالب. قلت هكذا اخرجه امام اهل الشام عن امام اهل العراق كما سقناه وهو فى كتابيهما " (۱) دنیا کی خلقت سے چالیس ہزار سال قبل خدا نے ایک نورانی شاخۂ درخت خلق کیا اور اس کو عرش کے سامنے قرار دیا وہ میری بعثت کی پہلی جگہ تھی پھر اس سے نصف کو جدا کیا اور اس سے تمہارے نبیوں کو خلق کیا اور دوسرا نصف علی بن ابی طالب ہے۔میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اسی امام اہل شام (ابن عساکر) نے امام اہل عراق (خطیب بغدادی) سے روایت کی ہے اور ان دونوں کی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔

احوال وآثار

الف: ابن جزلہ "مختار تاریخ بغداد" میں لکھتے ہیں:

"علم حدیث اور راویوں کے بارے میں علماء نے بہت ساری کتابیں لکھیں اور کوشش کی کہ ثقہ راوی کو متہم راوی سے اور ضعیف کو قوی سے جدا کردیں۔یہ بہت مفید کام تھا اس لئے کہ ملحدوں اور زندیقوں نے بہت ساری جعلی اور سماعت پر بار ہونے والی ایسی

۱۔کفایۃ الطالب، ص۵۱۱، باب ۸۷، حدیث ۲۷۰۔

حدیثیں واقعی حدیثوں میں شامل کردیں جن کو سننے والے اور قول صاحبِ شرع کو جان کر فریب کھانے والے ہلاک ہوگئے۔ یہ کتاب جس کو شیخ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت معروف بہ خطیب بغدادی نے لکھی اور اس کا نام ''تاریخ بغداد'' رکھا اس علم کی عظیم کتاب ہے۔ اس کی تالیف میں انھوں نے بڑی سختیاں برداشت کیں، راتیں جاگ کر گزاریں اور اس کو بہت زیادہ وقت دیا۔ خدا انھیں اس کا اجر دے۔ مگر چونکہ یہ بڑی طولانی اور ضخیم کتاب ہے۔ جس کو دیکھتے ہی لوگ اس کے قریب نہیں جاتے اس لئے اس کا اختصار کیا اور جس ترتیب سے شخصیتوں کا انھوں نے ذکر کیا اسی ترتیب سے میں نے بھی انھیں پیش کیا۔۔۔'' (۱)

ب: عبدالکریم سمعانی ''الانساب'' میں لکھتے ہیں:

''خطیب نے تقریباً سو کتابیں لکھیں جو محدثین کی تکیہ گاہ بن گئیں جن میں ایک التاریخ الکبیر لمدینۃ السلام بغداد ہے'' (۲)

ج: ابن خلکان کا بیان ہے:

''ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت بغدادی معروف بہ خطیب، تاریخ بغداد اور دیگر مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ متقن، حافظ اور عالم تبحر تھے۔ اگر تاریخ کے علاوہ ان کی کوئی اور کتاب نہ ہوتی تو ان کی عظمت کے لئے یہی کافی تھی کیونکہ ان کی وسیع معلومات کی یہ کتاب عکاسی کرتی ہے'' (۳)

د: ذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' میں لکھتے ہیں:

''حافظ ابن عساکر کا بیان ہے کہ میں نے حسین بن محمد سے ابن خیرون یا کسی اور سے نقل کرتے سنا کہ خطیب نے کہا تھا کہ جب میں حج پر گیا تھا تو آب زمزم کے

۱۔ مقدمہ المختصر المختار من تاریخ بغداد۔
۲۔ الانساب مادہ بغدادی۔
۳۔ وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۹۲، نمبر ۳۴۔

تین گھونٹ پیئے اور خدا سے تین حاجتیں مانگیں ۱۔ مکہ میں لوگوں کے سامنے تاریخ بغداد پڑھوں، ۲۔ مسجد منصور میں حدیثیں املا کراؤں، ۳۔ بشر حافی کے پاس دفن کیا جاؤں۔ اور یہ تینوں حاجتیں ان کی پوری ہوگئیں'' (۱) اسی خواب کو سبکی نے بھی طبقات شافعیہ میں نقل کیا ہے۔

نیز ذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' ہی میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں:

''عنبر ارمیاری نے مکی رمیلی سے نقل کیا ہے کہ ربیع الاول ۴۶۳ھ میں شہر بغداد میں خواب میں دیکھا کہ تاریخ بغداد پڑھنے کے لئے سبھی خانہ خطیب میں جمع ہوئے۔ خطیب بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی دائیں طرف تھے اور بائیں طرف ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کو میں نہیں پہچانتا تھا۔ جب اس کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا وہ رسول خدا ہیں جو تاریخ بغداد سننے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ خطیب کی عظمت کی نشانی ہے کیونکہ آنحضرتؐ ان کی نشست میں آئے ہوئے تھے۔ یہ ان لوگوں کی بات کو غلط ثابت کرتا ہے جو خطیب کی تاریخ میں کیڑا نکالتے ہیں'' (۲)

خود شاہ صاحب نے ''بستان المحدثین'' میں خطیب بغدادی کے شرح حال میں ذہبی کے بیان کئے آب زمزم پی کر حاجت مانگنے اور ان کے پوری ہونے اور خواب میں پیغمبرؐ کے آنے والے واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا:

''ان کی ساٹھ سے زیادہ کتابیں ہیں جن میں تاریخ بغداد، کفایہ، شرف اصحاب الحدیث، السابق و اللاحق، المتفق والمتفرق، المؤتلف و المختلف، تلخیص المتشابہ، کتاب الرواۃ عن مالک، غنیۃ المقتبس فی تمییز الملتبس، متصل الاسانید اور روایۃ الابناء عن الآباء جیسی مفید کتابیں ہیں''۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۴۲۳۔
۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۴۲۷۔

۷۔ روایت ابن مغازلی

ابوالحسن علی بن محمد بن طیب جلابی معروف بہ ابن مغازلی نے درج ذیل تین طرق و اسناد سے حدیث نور کی روایت کی ہے:

الف: ''ہم سے ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی نے بیان کیا، انھوں نے ابوالحسن علی بن منصور حلبی اخباری سے، انھوں نے احمد بن مقدام عجلی سے، انھوں نے فضیل بن عیاض سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن معدان سے، انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمدؐ رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا: ''کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّ و جلّ یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدّسہ قبل ان یخلق آدم بالف عام فلمّا خلق اللّٰہ آدم رکب ذالک النور فی صلبہ فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوۃ و فی علیّ الخلافۃ'' آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ وہ نور خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور یہ ایک ہی نور کی شکل میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ہم صلب عبد المطلب سے جدا ہوئے۔ مجھ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت۔

ب: ''ہم سے ابو طالب محمد بن احمد بن عثمان نے بیان کیا، انھوں نے محمد بن حسن بن سلیمان سے، انھوں نے عبد اللہ بن محمد بکری سے، انھوں نے عبد اللہ بن محمد حسان ہروی سے، انھوں نے جابر بن سہل بن عمر بن جعفر سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے اعمش سے، انھوں نے سالم بن ابو جعدہ سے اور انھوں نے ابوذر سے روایت کی ہے۔ ابوذر کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا: ''کنت انا و علی نوراً عن یمین العرش یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ قبل ان یخلق اللّٰہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلم ازل انا و علی فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب'' آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل یمین عرش پر میں اور علی ایک نور تھے۔ وہ نور خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا۔ اور میں اور علی ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ صلب عبد المطلب سے جدا ہوئے۔

ج: ہم سے ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نے بتایا، انھوں نے ابو عبد اللہ محمد بن علی بن مہدی سقطی واسطی سے، انھوں نے احمد بن علی قواریری واسطی سے، انھوں نے محمد بن عبد اللہ بن ثابت سے، انھوں نے محمد بن مصفا سے، انھوں نے بقیہ بن ولید سے، انھوں نے سعد بن عبد العزیز سے اور انھوں نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ''ان اللّٰہ عزوجل انزل قطعۃ من نور فاسکنھا فی صلب آدم فساقھا حتی قسمھا جزئین جزء فی صلب عبد اللّٰہ و جزء فی صلب ابی طالب. فاخرجنی نبیاً و اخرج علیاً وصیاً'' (۱) خدا نے نور کا ایک ٹکڑا نازل کیا اور اس کو صلب آدم میں ساکن کیا، پھر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں آیا تو دوسرا حصہ صلب ابو طالب میں۔ مجھے نبی بنایا اور علی کو وصی قرار دیا۔

ایک حیرت انگیز واقعہ

میرے سامنے مناقب ابن مغازلی کا جو نسخہ ہے اس کا اس نسخہ سے (دو واسطوں سے) استنساخ کیا گیا ہے جس کو ۵۸۵ھ میں ابن اشرفیہ نے لکھا تھا۔ اس نسخہ کے آخر میں ایک دلچسپ اور حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے جس کو اہمیت کے پیش نظر ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے:

''ابوالحسن علی بن محمد بن شرفیہ کا بیان ہے کہ بروز جمعہ ۵ ذیقعدہ ۵۸۰ھ کو قاضی عدل جمال الدین نعمت اللہ بن علی بن احمد بن عطار، واسط میں میری دوکان پر آئے اور اسی وقت امیر شرف الدین ابوشجاع ابن عنبری شاعر آ گئے۔ شرف الدین نے قاضی جمال

۱۔ مناقب ابن مغازلی ص ۱۴۶-۱۴۳۔ حدیث ۱۳۲-۱۳۰۔

الدین سے کچھ فضائل ومناقب پڑھنے کو کہا۔ چنانچہ انھوں نے (مناقب ابن مغازلی کے) ان دونسخوں سے پڑھنا شروع کیا جنہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا اور وہ میری دوکان میں موجود تھے۔ انھوں نے اپنے نانا عدل معمر محمد بن علی سے اور انھوں نے اپنے والد مصنف (مناقب) سے اس کی روایت کی تھی۔ ابھی وہ اس کتاب سے مناقب پڑھ ہی رہے تھے کہ ناگاہ ابونصر قاضی عراق اور عباس ربیعہ وہاں آگئے۔ (وہ دونوں عدالت میں شہرت رکھتے تھے) وہ دونوں وہاں کھڑے ہوگئے اور انھوں نے شور مچانا شروع کیا۔ قاضی عراق ابونصر نے طنزیہ کہا کہ اے قاضی عدل تم جامع مسجد میں ہر جمعہ کو نماز کے بعد تھوڑا سا سنایا کرو۔ قاضی نعمت اللہ نے کہا تم اس کو سننے کی اہلیت نہیں رکھتے کیونکہ تم دونوں نے درخطیب پر یہ کہا ہے کہ علی کو قرآن کا ایک سورہ بھی یاد نہیں تھا، جب کہ مناقب اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ صحابہ میں علی سے بہتر کوئی قاری وحافظ نہیں تھا لہٰذا تم اس کو سننے کے مستحق نہیں ہو۔ یہ سن کر ان لوگوں کے شور و غوغا میں اور اضافہ ہوگیا۔ یہ دیکھ کر قاضی نعمت اللہ بن عطار جھنجھلا گئے اور انھوں نے ان لوگوں کے سامنے جو وہاں جمع تھے کہا: خدایا! تیری نظر میں اگر تیرے نبیؐ کے آل کی حرمت ومنزلت ہے تو اس (قاضی عراق) کے گھر کو گرادے اور اس کو اس کے انجام تک جلد پہنچادے۔ جیسے ہی شنبہ ۶ ذیعقدہ ۵۸۰ھ کی صبح نمودار ہوئی اس قاضی کا گھر گر گیا اور اس کا گھر اور پل اور دریائے دجلہ پر جو مکانات تھے وہ سب کے سب دریا میں ڈھ گئے اس طرح سارا اثاثہ برباد ہوگیا۔ یہ مناقب ال محمد میں سے ایسی حیرت انگیز منقبت ہے جس کا آج ہم لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے۔ علی بن محمد بن شرفیہ نے اپنے اشعار میں اس کی منظر کشی کی ہے جو اس نسخہ پر مکتوب ہے۔

ابن شرفیہ کا بیان ہے کہ ابن مغازلی نے جو مناقب تصنیف کی تھی اس کو واسط کی جامع مسجد میں جس کو حجاج بن یوسف ثقفی لعنۃ اللہ علیہ نے بنایا تھا میں نے چھ نشستوں میں ایک بہت بڑے مجمع کے درمیان پڑھا۔ یکشنبہ ۴ صفر کو شروع کیا اور ۱۰ صفر ۵۸۳ھ کو

ختم کیا"۔(۱)

احوال وآثار

عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں ابن مغازلی کی عظمت وجلالت کو سمعانی کی الانساب اور میرزا محمد بدخشانی کی تراجم الحفاظ سے پیش کر چکے ہیں جس سے معلوم ہوا ہوگا کہ خمیس جوزی، علامہ ذہبی، سمہودی، ابن حجر مکی، سید محمود شیخانی قادری، احمد بن فضل بن محمد باکثیر اور شاہ ولی اللہ دہلوی جیسے اعاظم محققین نے ان کی کتاب سے مطالب نقل کئے ہیں۔ خود شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے ابن مغازلی کو ان مصنفین میں ذکر کیا ہے جنہوں نے مناقب امیرالمومنین میں کتاب لکھی ہے۔

۸۔ روایت دیلمی:

ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی ہمدانی نے اپنی کتاب "فردوس الاخبار" میں جس کا اصل نسخہ میرے (میر حامد حسین) پاس موجود ہے حدیث نور کی "دوجگہوں پر" روایت کی ہے۔

الف: "سلمان سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:" كنت انا و علی نوراً بين يدی الله مطيعاً يُسبّح الله و يقدسه قبل ان يخلق آدم باربع عشر الف سنة فلمّا خلق الله آدم ركب ذالك النور فی صلبه و لم يزل فی شئی واحد حتىٰ افترقنا فی صلب عبد المطلب فجزء انا و جزء علی بن ابی طالب " (۲) میں اور علی پیش خدا درحال اطاعت ایک نور تھے۔ خلقتِ آدم سے چودہ ہزار پہلے وہ نور، خدا کی تسبیح وتقدیس کررہا تھا۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ عبدالمطلب تک ہم ایک ہی رہے، وہاں سے ہم جدا ہوئے۔ ایک جزء سے میں ہوا اور دوسرے جزء سے علی۔

۱۔ واضح رہے کہ مناقب ابن مغازلی کے جس نسخہ سے میر حامد حسین صاحب عبقات الانوار کے نسخہ کا استنساخ کیا گیا تھا اسی کو دار مکتبۃ الحیات بیروت نے طبع کیا ہے اور بحمداللہ پورا واقعہ، ابن شرفیہ کے اشعار کے ساتھ اس کتاب کے آخری صفحہ پر طبع ہوا ہے۔ (مترجم)

۲۔ فردوس الاخبار، ج ۲، ص ۱۷۸، حدیث ۲۸۸۴۔

ب: سلمان ہی سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ''خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق آدم باربعة آلاف عام ،فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم نزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوة و فی علی الخلافة " (۱) خلقت آدم سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور علی ایک نور سے خلق کیے گئے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں قرار دیا۔ عبدالمطلب تک ہم ایک ہی رہے، وہاں سے ہم جدا ہوئے مجھ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت۔

احوال وآثار

ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن مندہ نے ان کے خوش خُلقی و خوش خُلقی کا قصیدہ پڑھا ہے بلکہ خود ذہبی نے بھی ان کے علمی کارناموں کو سراہا ہے۔ نیز رافعی کی کتاب التدوین، ذہبی کی العبر، سبکی، اسنوی واسدی کی اپنی اپنی طبقات الشافعیہ، سید علی ہمدانی کی روضۃ الفردوس، سیوطی کی طبقات الحفاظ، مناوی کی فیض القدیر اور ابومہدی ثعالبی مغربی کی مقالید الاسانید میں دیلمی کی تعریف و تجلیل ہوئی ہے۔ بلکہ خود شاہ صاحب نے تحفہ اثناعشریہ کے باب مطاعن میں ان کی کتاب سے مطالب نقل کیے ہیں۔

۹۔ روایت عاصمی:

ابومحمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے اپنی کتاب ''زین الفتیٰ شرح سورۂ ھل اتی'' میں متعدد طرق واسناد سے حدیث نور کی روایت کی ہے اور اس سے حضرت علیؑ کے خلقتِ آدم میں مشابہ ہونے سے استدلال کیا ہے اور دوسری روایتوں سے تائید بھی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''آدم دس چیزوں میں علی سے مشابہ تھے: ۱۔ خلق وطینت میں، ۲۔ مکث و مدت میں، ۳۔ صحابہ اور زوجہ میں، ۴۔ تزویج وخلقت میں، ۵۔ علم وحکمت میں، ۶۔ ذہانت و

۱۔ فردوس الاخبار، ج ۱، ص ۳۷۴۳، حدیث ۲۷۷۶۔

فطانت میں، ۷۔ امر وخلافت میں، ۸۔ دشمن ومخالفت میں، ۹۔ وفات ووصیت میں، ۱۰۔ اولاد وعترت میں۔ خلق وطینت میں مشابہت اس طرح ہے کہ آدم کی خلقت مٹی ہوئی اور اس مٹی کو نور یقین سے مخلوط کیا گیا پس وہ کھنکھنی مٹی ہوگئی۔ اسی طرح علی مرتضیٰ طینتِ طاہرہ اور تربت زکیہ سے خلق کیے گئے۔ اسی لئے محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا: ''خلقت من اطیب الطین و خلق محبّی من اسفلها ثم خلطت العلیا با السفلیٰ فلولا النبوة و الرسالة لکنت رجلا من امّتی " (میں ایک پاکیزہ ترین مٹی سے خلق ہوا اور میرے چاہنے والے اس کی نچلی مٹی سے خلق ہوئے۔ پھر عالی ترین مٹی کو اس نچلی مٹی سے مخلوط کیا گیا اگر میرے پاس نبوت و رسالت نہ ہوتی تو میں بھی اپنی امت کی صرف ایک فرد ہوتا) میری بات کی تائید پیغمبرؐ اسلام کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس کے بارے میں مجھ سے محمد بن ابوزکریا نے بتایا، انھوں نے محمد بن حافظ عبداللہ سے، انھوں نے اسحاق بن محمد بن علی بن خالد ہاشمی سے، انھوں نے احمد بن زکریا بن طہمان سے، انھوں نے محمد بن خالد ہاشمی سے، انھوں نے حسن بن اسماعیل بن حماد بن ابوخلیفہ سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے زیاد بن منذر سے، انھوں نے (پانچویں امام) محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے، انھوں نے اپنے والد (چوتھے امام) سے اور انھوں نے اپنے والد (تیسرے امام) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّٰہ آدم نقل ذالک النور من صلبه فلم یزل ینقله من صلب الی صلب حتّی اقره فی صلب عبد المطلب فقسّمه قسمین فصیّر قسمی فی صلب عبد اللّٰہ و قسم علی فی صلب ابی طالب، فعلی منی و انا منه ،لحمه من لحمه ،و دمه من دمی ، فمن احبّه فبحبی احبّه و من ابغضه فببغضی ابغضاء'' خلقتِ آدم سے چودہ ہزار قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب خدا

نے آدم کو خلق کیا تو یہ نور ان کے صلب سے منتقل ہوا۔ پھر یہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں مستقر ہوا۔ پھر اس کو خدا نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ میرا حصہ صلب عبداللہ میں آیا اور علی کا حصہ صلب ابو طالب میں۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔ لہذا جو اس سے محبت کرے گا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا، اور جو اس سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

اس کے بعد عاصمی نے درج ذیل چار اور حدیثوں کی روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

الف: ''ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا، انھوں نے قاضی کوفہ ابو محمد حاج بن نذیر محاربی کوفی سے، انھوں نے ابو جعفر محمد بن علی بن دحیم شیبانی سے، انھوں نے ابوعبداللہ حسین بن حکم حبیری سے، انھوں نے ابراہیم بن اسحاق ضبّی سے، انھوں نے عمرو بن ثابت سے، انھوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابو حمراء سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: '' **لما اسری بی الی السماء نظرت الی ساق العرش الایمن فاذا علیه مکتوب لا اله الا الله محمد رسول الله ایدته بعلی و نصرته به** ''شب معراج جب میں آسمان پر گیا و ساق عرش پر یہ لکھا دیکھا: سوائے اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے، محمد اللہ کا رسول ہے، اس کی تائید علی سے کی اور اس کی مدد بھی علی سے کی۔

ب: ''ہم سے محمد بن ابوزکریا نے بیان کیا، انھوں نے حافظ محمد بن عبداللہ سے، انھوں نے سعید بن خالد مطوعی سے، انھوں نے محمد بن احمد بن ابو یحییٰ ترمذی سے، انھوں نے موسیٰ بن عیسیٰ سے، انھوں نے ایوب بن زہیر سے، انھوں نے عبداللہ بن عبدالملک سے، انھوں نے مالک بن انس سے، انھوں نے نافع سے اور انھوں نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ ابن عمر کا بیان ہے کہ ایک دن ہم لوگ وادیٔ مکہ میں رسولؐ خدا کے

پاس بیٹھے تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور انھوں نے کہا: **یا محمد ان رب العرش یقرء علیک السلام و یقول لک لمّا اخذ میثاق النبیین اخذ میثاقک فی صلب آدم فجعلک سید الانبیاء و جعل وصیّک سید الاوصیاء علی بن ابی طالب و یقول یا محمد و عزّتی لو سئلتنی ان ازیل السموٰة والارض لازلتها لکرامتک علی** ''اے محمدؐ، رب عرش آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ جب انبیاء سے میثاق لیا گیا تھا تو صلب آدم میں آپ سے بھی میثاق لیا گیا تھا۔ آپ کو سید الانبیاء اور آپ کے وصی علی بن ابی طالب کو سید الاوصیاء قرار دیا، اور خدا کہہ رہا ہے کہ اے محمد میری عزت و جلال کی قسم اگر آپ آسمان و زمین کو برباد کرنے کے لئے کہیں تو (خدا) آپ کے احترام میں وہ بھی کر دے گا۔

ج: ''ہم سے شیخ ابوعبداللہ حسین بن محمد بُستی ارغندی نے بتایا، انھوں نے ابومحمد عبداللہ بن ابی منصور سے، انھوں نے ابوجعفر بن بشر زوزنی سے، انھوں نے ابوحاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی سے، انھوں نے محمد بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری سے، انھوں نے حمید طویل سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ''**کل مولود یولد فهو فی سرته من التربة التی خلق منها و انا و علی بن ابی طالب خلقنا من تربة واحدة** '' جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں وہ تربت (مٹی) ہوتی ہے جس سے وہ خلق کیا جاتا ہے اور میں اور علی بن ابی طالب ایک تربت سے خلق کئے گئے ہیں۔

د: ''ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا، انھوں نے عبداللہ بن ابی منصور سے، انھوں نے محمد بن بشر سے، انھوں نے محمد بن عبداللہ بن مثنی سے، انھوں نے حمید طویل سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: '' **خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور واحد، یسبّح الله عزّوجل فی یمنة العرش قبل خلق الدنیا ولقد سکن آدم الجنة و نحن فی صلبه و لقد رکب**

نوح السفينة و نحن فى صلبه و لقد قذف ابراهيم فى النار و نحن فى صلبه فلم يزل يقلبنا الله عزّوجل من اصلاب طاهرة الى ارحام طاهرة حتى انتهىٰ بنا الى عبد المطلب فجعل ذالک النور بنصفين فجعلنى فى صلب عبد الله و جعل عليًا فى صلب ابى طالب و جعل فىّ النبوة و الرسالة و جعل فى علىّ الفروسيّة و الفصاحة و اشتق لنا اسمين من اسمائه فربّ العرش محمود و انا محمد ، وهو الاعلى و هذا على " (۱) میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ دنیا کے خلق ہونے سے پہلے یمین عرش پر یہ نور خدا کی تسبیح وتہلیل کررہا تھا۔ جب آدم جنت میں ساکن ہوئے تو ہم ان کے صلب میں تھے۔ جب نوح کشتی پر سوار ہوئے تو ہم ان کے صلب میں تھے۔ جب ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو ہم ان کے صلب میں تھے۔ اسی طرح خدا اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں ہم کو منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہم صلبِ عبد المطلب میں پہنچے۔ اور جب ہم وہاں پہنچے تو اس نور کے دو حصے ہوئے مجھے صلبِ عبد اللہ میں اور علی کو صلبِ ابوطالب میں قرار دیا گیا۔ مجھے نبوت ورسالت عطا کی اور علی کو فراست وفصاحت، اور خدا نے اپنے دو ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا، ربِ عرش محمود ہے اور میں محمد ہوں، وہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔ عاصمی کہتے ہیں کہ مذکورہ حدیثیں اس بات کو صحیح ثابت کرتی ہیں جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔

۱۰۔ روایت نطنزی

ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی نے "الخصائص العلویۃ" میں اس سلسلے کے درج ذیل دو حدیثوں کی روایت کی ہے:

الف: "ہم سے ابوعلی حسن بن احمد بن حسن حداد نے بیان کیا، انھوں نے حافظ ابونعیم

۱۔ زین الفتیٰ فی شرح سورۃ ھل اتیٰ، ج۱، ص ۱۳۳۔۱۲۹، حدیث ۳۸۔۳۳۔

احمد بن عبداللہ بن احمد سے، انھوں نے احمد بن یوسف بن خلاف نصیبی سے، انھوں نے حارث بن ابی اسامہ تمیمی سے، انھوں نے داؤد بن محبر بن محمد سے، انھوں نے قیس بن ربیع سے، انھوں نے عباد بن کثیر سے، انھوں نے ابوعثمان رازی سے اور انھوں نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا: خلقت انا و على بن ابى طالب من نور عن يمين العرش نسبّح الله و نقدسه من قبل ان يخلق الله عز(وجل آدم باربع عشرة الف سنة .فلمّا خلق اللّه آدم نقلنا الى اصلاب الرجال و ارحام النساء الطاهرات، ثم نقلنا الى صلب عبد المطلب و قسمنا بنصفين فجعل النصف فى صلب ابى عبد الله و جعل النصف فى صلب ابى طالب خلقت من ذالک النصف و خلق على من النصف الآخر و اشتق الله لنا من اسمائه اسماً والله محمود و انا محمد ، والله الاعلى و اخى على ،والله فاطر و ابنتى فاطمة، والله محسن و ابناى الحسن و الحسين ،فكان اسمى فى الرّسالة و النبوة ،و كان اسمه فى الخلافة و الشجاعة ،فانا رسول الله و على سيف الله "(۱) میں اور علی یمین عرش کے نور سے خلق ہوئے۔ خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال قبل ہم اللہ کی تسبیح وتقدیس کررہے تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے اور اللہ نے اپنے ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا۔ اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علی ہے، اللہ فاطر ہے اور میری بیٹی فاطمہ ہے، اللہ محسن ہے اور میرے بیٹے حسن وحسین ہیں۔ میرے نام کو رسالت ونبوت سے مختص کیا اور علی کے نام کو خلافت وشجاعت سے۔ میں رسول اللہ ہوں اور علی سیف اللہ ہے۔

۱۔ الخصائص العلویۃ، ص ۱۶، حدیث ۶، نطنزی سے حموینی نے فرائد السمطین، ج۱، ص ۴۱، حدیث ۷ میں اس کو نقل کیا ہے۔

ب: ''ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے اپنے جد سے، انھوں نے حجاج بن رو یہ سے، انھوں نے ابن نجیح سے، انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی۔ اس وقت ان پر الہام ہوا کہ "الحمد لله رب العالمین" کہیں۔ جب انھوں نے کہا تو آواز آئی "یرحمک الله" جب ملائکہ نے ان کا سجدہ کیا تو ان میں تھوڑا غرور پیدا ہوا۔ انھوں نے کہا: اے پروردگار کیا تو نے کوئی ایسی مخلوق خلق کی جو تیری نظر میں مجھ سے زیادہ محبوب ہو؟ مگر خدا کی طرف سے اس کا کوئی جواب نہ آیا، آدم نے دوسری مرتبہ اپنا سوال دہرایا مگر اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہیں آیا اور جب تیسری مرتبہ پوچھنے پر کوئی جواب نہ آیا تو چوتھی مرتبہ پوچھنے پر آواز آئی ہاں، ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تم کو بھی خلق نہ کرتا۔ آدم نے کہا ذرا انھیں دکھا دے۔ اس وقت خدا نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ حجاب ہٹا دیں۔ جیسے ہی حجاب ہٹا اور آدم نے عرش پر پانچ صورتیں دیکھیں تو پوچھا خدایا یہ کون ہیں؟ آواز آئی اے آدم یہ میرا نبی اور یہ اس کا چچازاد بھائی امیرالمومنین علی ہے۔ یہ نبی کی بیٹی فاطمہ اور یہ علی کے بیٹے اور نبی کے نواسے حسن وحسین ہیں۔ اس کے بعد ارشاد الٰہی ہوا: اے آدم یہ سب سے پہلے خلق ہوئے ہیں۔ یہ سن کر آدم بہت خوش ہوئے اور جب ان سے ترک اولیٰ ہوا تو کہا: خدایا میں تجھ کو محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کا واسطہ دیتا ہوں میری غلطی معاف کر دے۔ چنانچہ خدا نے (ان ہستیوں کے طفیل میں) ان کی غلطی معاف کر دی۔ اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے: "فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه" اور جب آدم زمین پر آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر یہ نقش تھا "محمد رسول الله" آدم کی کنیت ابومحمد تھی''۔(۱)

۱۔ الخصائص العلویۃ، ص ۹۷، حدیث ۸۷۔ نطنزی سے ابن طاؤس نے الیقین، ص ۱۷۵، باب ۳۱ میں نقل کیا ہے۔

احوال وآثار

عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں سمعانی کی الانساب سے نطنزی کی عظمت معلوم ہوگئی ہوگی کہ وہ سمعانی کے شیخ واستاد تھے اور انھوں نے نطنزی سے لغت وادب اور صنعت شعر کی تعلیم حاصل کی تھی۔

علامہ ابن نجار نے انھیں نادرۂ فلک اور نابغۂ دہر بتایا ہے اور کہا ہے کہ فضائل وکمال میں وہ اپنے زمانے والوں سے افضل تھے۔ خلیل صفدی کی وافی بالوفیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلغاء اہل نظم ونثر میں تھے۔ انھوں نے مختلف ممالک اور شہروں کا سفر کیا اور وہاں کی عظیم شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں۔ ان کا حافظہ بلا کا تھا اور وہ علم اور حدیث دوست تھے۔ سلاطین وملوک کی نظر میں ان کی بڑی عزت تھی اور یہ ان سے بڑے رعب سے باتیں کرتے تھے مگر اسی کے برخلاف اہل علم سے بڑی تواضع سے پیش آتے تھے۔

۱۱۔ روایت شہردار

ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شہرویہ دیلمی نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ اسی کے بعد (نمبر۱۲) میں آنے والی خوارزمی کی روایت سے معلوم ہوگا۔ ابراہیم بن محمد حموینی ''فرائد السمطین'' میں لکھتے ہیں:

''مجھ سے ابوطالب بن انجب خازن نے ناصر بن ابوالمکارم سے اجازۃً نقل کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابوالمؤید موفق بن احمد نے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے عزیز بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد ابوالقاسم بن ابوالفضل بن عبدالکریم سے، انھوں نے شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی سے، انھوں نے عبدوس بن عبداللہ سے، انھوں نے ابوعلی محمد بن احمد عطشی سے، انھوں نے فضیل بن عیاض سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن معدان سے، انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفیؐ کو کہتے سنا: "کنت انا وعلی نورا بین یدی الله عزّوجل مطیعاً یسبحَ الله ذالک النور ویقدسه قبل ان یخلق الله آدم باربعة عشر الف سنة فلمّا خلق الله تعالیٰ آدم رکب ذالک النور فی صلبه، فلم نزل فی شئی واحد حتی افترقنا

فی صلب عبد المطلب فجزء انا و جزء علی " (۱) میں اور علی پیش خدا درحال اطاعت ایک نور تھے۔ خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ اور صلب عبدالمطلب تک ہم ایک ہی نور رہے، وہاں سے ہم جدا ہوئے اس کا ایک جز میں اور دوسرا جز علی ہیں۔

۱۲۔ روایت خوارزمی

ابوالمؤید موفق بن احمد بن ابوسعید اسحاق معروف بہ اخطب خوارزمی نے اپنی کتاب ''مناقب امیر المومنین'' میں حدیث نور کی درج ذیل تین طرق واسناد سے روایت کی ہے:

الف: ''مجھ سے شہردار نے اجازۃً بیان کیا، ان کو عبدوس بن عبداللہ ہمدانی نے تحریری طور پر بتایا، انھوں نے ابوالحسن علی بن عبداللہ سے، انھوں نے ابوعلی محمد بن احمد عطشی سے، انھوں نے ابوسعید عدوی حسن بن علی سے، انھوں نے احمد بن مقدام عجلی سے، انھوں نے ابوالاشعث سے، انھوں نے فضیل بن عیاض سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن معدان سے، انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ کو کہتے ہوئے سنا: ''کنت انا و علی نورا بین یدی اللہ عزّوجل مطیعاً یسبّح اللہ ذالک النور و یقدسہ قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلمّا خلق اللہ تعالیٰ آدم رکّب ذالک النور فی صلبہ فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب فجزء انا و جزء علی'' میں اور علی خدا کے حضور میں درحال اطاعت ایک نور تھے۔ وہ نور آدم کی خلقت سے چودہ ہزار پہلے خدا کی تسبیح وتقدیس کر رہا تھا۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۴۲۔

میں آیا۔ ہم صلب عبد المطلب تک ایک ہی نور رہے وہاں سے دو حصوں میں منقسم ہوئے اس کا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا علی ہے۔

ب: ''مجھ سے شہردار نے اجازۃً بیان کیا، ان کو لکھ کر عبدوس بن عبداللہ بن عبدوس ہمدانی نے بتایا، انھوں نے شریف ابوطالب جعفری سے، انھوں نے حافظ ابن مردویہ سے، انھوں نے اسحاق بن محمد بن علی بن خالد سے، انھوں نے احمد بن زکریا سے، انھوں نے ابن طہمان سے، انھوں نے محمد بن خالد ہاشمی سے، انھوں نے حسین بن اسماعیل بن حماد سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے زیاد بن منذر سے، انھوں نے محمد بن علی بن حسین سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: '' کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ من قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلمّا خلق اللہ آدم سلک ذالک النور فی صلبہ فلم یزل اللہ ینقلہ من صلب الی صلب حتی اقرّہ فی صلب عبد المطلب فقسّمہ نصفین قسما فی صلب عبد اللہ و قسما فی صلب ابی طالب. فعلی منی و انا منہ ،لحمہ لحمی و دمہ دمی فمن احبہ فبحبی احبّہ و من ابغضہ فَبِبُغضِی ابغضہ "(۱) میں اور علی آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں مستقر ہوا وہاں سے وہ دو حصوں میں تقسیم ہوا ایک حصہ صلب عبداللہ میں آیا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں۔ پس میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون۔ جس نے اس سے محبت کی (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۱۴۵، حدیث ۱۷۰۔۱۶۹۔

محبت کروں گا اور جس نے اس سے بغض رکھا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

ج: "سید الحفاظ ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی نے ہمدان سے خط کے ذریعے مجھے بتایا، انھیں تحریری طور پر ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ بن عبدوس ہمدانی نے بتایا، انھوں نے شیخ الخطیب ابوالحسن ساعد بن محمد بن غیاث دامغانی سے، انھوں نے ابو یحییٰ محمد بن عبدالعزیز بسطامی سے، انھوں نے ابوبکر قرشی سے، انھوں نے ابوسعید حسن بن علی بن زکریا سے، انھوں نے ہدیہ بن خالد قیسی سے، انھوں نے حماد بن ثابت بنانی سے، انھوں نے عبید عمیر لیثی سے اور انھوں نے عثمان بن عفان سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: "ان اللہ تعالیٰ خلق ملائکته من نور وجه علی بن ابی طالب" (۱) اللہ نے چہرۂ علی کے نور سے ملائکہ کو خلق کیا ہے۔

احوال و آثار

جیسا کہ عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ سے معلوم ہوا کہ عماد الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ کاتب اصفہانی نے خریدۃ القصر میں، ابوالفتح ناصر بن ابو مکارم عبدالسید بن علی مطرزی نے ایضاح میں، محمد بن محمود بن حسن معروف بہ ابن نجار نے ذیل تاریخ بغداد میں، ابوالولید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی نے جامع مسانید ابوحنیفہ میں، خلیل بن ایبک صفدی نے وافی بالوفیات میں، عبدالقادر بن محمد قرشی نے جواہر مضیہ میں، تقی الدین محمد بن احمد فاسی نے عقد ثمین میں، جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں، سید شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں اور محمود بن سلیمان کفوی نے کتائب اعلام الاخیار میں ان کی تعریف و تمجید کی ہے اور ان کے مناقب و مفاخر بیان کئے ہیں۔

نیز اسی کتاب (مجلد تشبیہ) سے معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف گنجی، محمد بن یوسف زرندی، ابن الوزیر صنعانی، ابن صباغ مالکی، علی سمہودی، ابن حجر مکی، کمال الدین جہرمی، احمد بن فضل باکثیر مکی، عبداللہ شطزی اور

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۳۲۹، حدیث ۳۴۸۔

مولوی ولی اللہ لکھنوی نے ان سے اپنی کتابوں میں مطالب نقل کئے ہیں۔ خود شاہ صاحب نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے۔ نیز حیدر علی فیض آبادی نے ازالۃ الغین میں سیرت شامیہ سے ابوحنیفہ کی مدح میں خوارزمی کے اشعار نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اخطب خوارزم (خطیب خوارزمی) فقہائے متبحرین اور ائمہ محدثین میں تھے۔

۱۳۔ روایت ابن عساکر

علی بن حسن بن ھبۃ اللہ معروف بہ ابن عساکر نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ محمد بن یوسف گنجی شافعی "کفایۃ الطالب" میں لکھتے ہیں:

"ہم سے ابو اسحاق دمشقی نے بیان کیا، انھوں نے حافظ ابوالقاسم سے، انھوں نے ابو غالب بن بناء سے، انھوں نے ابو محمد جوہری سے، انھوں نے ابو علی بن محمد بن احمد یحییٰ سے، انھوں نے ابو سعید عدوی سے، انھوں نے ابوالاشعث سے، انھوں نے فضیل بن عیاض سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن معدان سے، انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا: "کنت انا وعلی نورا بین یدی اللہ مطیعا یسبّح اللہ ذالک النور ویقدسه قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم رکز ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب . فجزء انا و جزء علی .
قلت: هکذا اخرجه محدّث الشام فی تاریخه فی الجزء الخمسین بعد ثلاث مأة قبل نصفه، و لم یطعن فی سنده و لم یتکلم علیه و هذا یدّل علی ثبوته" (۱) میں اور علی پیش خدا اطاعت کی حالت میں ایک نور تھے۔ خلق آدم سے چودہ ہزار سال پہلے وہ نور خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا

۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۵۱۲، حدیث ۱۷۲، تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۵۲۔

تو وہ نوران کے صلب میں آیا۔ صلب عبدالمطلب تک ہم ایک ہی نور رہے، پھر وہاں سے ہم جدا ہوئے۔ اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ محدث شام (ابن عساکر) نے اسی طرح اپنی تاریخ (تاریخ دمشق) میں اس کی روایت کی ہے اور اس کی سند پر طعن نہیں کیا نہ ہی اس کے بارے میں کچھ بولے ہیں جو ان کی نظر میں اس حدیث کے ثبوت واعتبار کی علامت ہے۔

۱۴۔ روایت صالحانی

نورالدین ابوالرجاء محمود بن محمد صالحانی نے اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ شہاب الدین احمد "توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل" میں لکھتے ہیں:

"علی بن حسین نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:" **کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ من قبل ان یخلق اللّٰہ تعالیٰ آدم باربعۃ عام فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم سلک ذالک النور فی صلبہ فلم یزل اللّٰہ ینقلہ من صلب الی صلب حتی اقرّہ فی صلب عبد المطلب فقسم قسمین قسما فی صلب عبد اللّٰہ و قسماً فی صلب ابی طالب ،فعلی منّی و انا منہ لحمہ لحمی و دمہ دمی و من احبہ فبحبی احبّہ ، روی الحدیث الامام الصالحانی نور الدین ابو الرجاء محمود بن محمد الذی سافر ورحل وادرک المشایخ و سمع و اسمع وصنّف فی کل فن وروی عنہ خلق کثیر و صحب با العراق ابا موسیٰ المدینی الامام و من فی طبقتہ باسنادہ الی الامام الحافظ ابی بکر بن مردویہ باسنادہ مسلسلا مرفوعاً** "(۱) آدم کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو

۱۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل، باب ا، ص ۱۴۵، حدیث ۲۱۲۔

خلق کیا تو وہ نوران کے صلب میں آیا اور پھر وہ ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں مستقر ہوا اور وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوا ایک حصہ صلب عبداللہ میں دوسرا صلب ابوطالب میں آیا۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے جو اس کو دوست رکھے گا (گویا) مجھ کو دوست رکھنے کی وجہ سے میں اس کو دوست رکھوں گا۔ (اس کے بعد صاحب توضیح الدلائل لکھتے) اس حدیث کو امام صالحانی نورالدین ابو الرجا محمود بن محمد نے روایت کی ہے جنھوں نے حصولِ حدیث کی خاطر سفر کیا اور مشائخ کو ڈھونڈ کر ان سے حدیثیں سنیں اور ہر فن میں کتاب تصنیف کی۔ ان سے بہت سے افراد نے روایت کی ہے۔ عراق میں انھوں نے امام موسیٰ مدینی اور جوان کے ہم طبقہ تھے ان کی ہم نشینی اختیار کی اور سلسلۂ سند کو سند مسلسل سے امام حافظ ابن مردویہ تک پہنچا کر رسولؐ خدا سے ملایا ہے۔

شہاب الدین صاحبِ توضیح الدلائل کی مذکورہ بالا عبارت ہی سے صالحانی کی عظمت معلوم ہو جاتی ہے مگر انھوں نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنی اسی کتاب میں کہیں انھیں، امام عالم ادیب اریب محلی بسجایای، مکارم سے تو کہیں ائمہ اعلام محیی السنہ و ناصر الحدیث و مجدد الاسلام عالم ربانی و عارف سبحانی س، ے اور کہیں محیی السنۃ صالحانی اور امام صالحانی سے توصیف کر کے ان کی تعریف و تجلیل کی ہے۔

۱۵۔ روایت مطرزی

ابوالفتح ناصر بن عبدالسید مطرزی نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ حموینی "فرائد السمطین" میں لکھتے ہیں:

"مجھ سے ابوطالب بن حسین بن عبیداللہ نے محب الدین محمد بن محمود بن حسن بن نجار سے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے برہان الدین ابوالفتح ناصر بن ابوالمکارم مطرزی سے ،انھوں نے ابوالفتح سے ،انھوں نے شریف ابوطالب سے ،انھوں نے حافظ ابن مردویہ سے ،انھوں نے اسحاق بن محمد سے ، انھوں نے احمد بن زکریا طہمان سے

،انھوں نے محمد بن خالد سے ،انھوں نے حسن بن اسماعیل سے ،انھوں نے اپنے والد سے ،انھوں نے زیاد بن منذر سے ،انھوں نے محمد بن علی بن حسین سے ،انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:" کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم سلک ذالک النور فی صلبه فلم یزل اللّٰہ تعالیٰ ینقله من صلب الی صلب حتی اقرّہ صلب عبد المطلب ثم اخرجه من صلب عبد المطلب فقسمه قسمین قسما فی صلب عبد اللّٰہ و قسما فی صلب ابی طالب فعلی منی و انا منه لحمه لحمی و دمه دمی فمن احبّه فبحبی احبّه و من ابغضه فَبِبُغْضِي ابغضه "(۱) خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب آدم کو خدا نے خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا پھر خدا نے اس نور کو ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کیا یہاں تک کہ وہ صلب عبد المطلب میں مستقر ہوا اور وہاں وہ نور دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ اس کا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں اور دوسرا حصہ صلب ابو طالب میں آیا۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے جس نے اس کو چاہا (گویا) مجھ کو چاہنے کی وجہ سے میں اس کو چاہوں گا اور جو اس سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

۱۶۔ روایت صدر الافاضل

ابو محمد قاسم بن حسین بن خوارزمی نے شرح دیوان ابو العلاء میں اس شعر: له الجواهر السّاری یوّهم شخصه . یجوب الیه محتد ابعد محتد. کی شرح میں حدیث نور کی روایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ فرائد السمطین، ج ۱، ص ۴۴۔

"یہ شعر رسولؐ خدا کی اس حدیث کی روشنی میں کہا گیا ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا:" کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّٰہ آدم نقل ذالک النور الی صلبه فلم یزل ینقله من صلب الی صلب حتی اقرّہ فی صلب عبد المطلب فقسمه قسمین فصیّر قسمی فی صلب عبد اللّٰہ و قسم علی فی صلب ابی طالب فعلیّ منی و انا منه " (۱) خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال قبل میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں منتقل ہوا اور پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ صلب عبد المطلب میں مستقر ہوا اور وہاں سے وہ دو حصوں میں تقسیم ہوا میرا حصہ صلب عبداللہ میں اور علی کا حصہ صلب ابوطالب میں منتقل ہوا۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔

احوال و آثار

رجال وتذکرے کی کتابوں سے صدر الافاضل کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ عظیم شخصیتوں نے اپنی کتابوں میں ان کا شرح حال بڑے اچھے الفاظ والقاب سے لکھا ہے۔ چند ملاحظہ فرمایئے:

الف: یاقوت حموی لکھتے ہیں:

"قاسم بن حسن بن محمد بن محمد خوارزمی واقعاً صدر الافاضل، علم عربی میں حقیقتاً فرید عصر اور ادب میں یکتائے روزگار تھے۔ ان کو نظم ونثر دونوں پر تسلط تھا۔ وہ زمانہ کی آنکھ اور ان کے علوم وفنون زمانہ کی پیشانی پر مختلف چمکتے ہوئے رنگ کی طرح تھے۔ میں نے ان سے ان کی تاریخ پیدائش پوچھی تو بولے ماہ شعبان ۵۵۵ھ میں پیدا ہوا۔ میں نے پوچھا آپ کا مذہب کیا ہے؟ بولے حنفی ہوں مگر خوارزمی نہیں ہوں اور اس جملے کی انھوں نے تکرار کی جس سے خود کے معتزلی ہونے سے انکار کیا تھا" (۲)

۱۔ شرح سقط الزند، ج ۱، ص ۳۵۳، قصیدہ ۸۰۔

۲۔ معجم الادباء، ج ۵، ص ۲۱۹۲۔

سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ" میں ان کا شرح لکھتے ہوئے یاقوت حموی کی مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے۔(۱) نیز انھوں نے "اشباہ ونظائر" میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

ب: عبدالقادر قرشی تحریر کرتے ہیں:

"قاسم بن حسین بن احمد خوارزمی نحوی ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابوالفتح ناصر بن عبد السید مطرزی سے فقہ کی تعلیم لی اور ان ہی سے عربی سیکھی۔ ان کی کئی کتابیں ہیں جن میں شرح المفصل ہے جس کا انھوں نے "التجمیر" نام رکھا تھا اور وہ تین جلدوں میں ہے، شرح سقط الزند ہے اور التوضیح فی شرح المقامات وغیرہ ہیں۔ ان کو تتار نے ۶۱۰ھ میں قتل کیا تھا۔(۲)

کفوی نے بھی "کتائب اعلام الاخیار" میں ان کی الشیخ الکامل الفاضل سے توصیف کی ہے اور علی بن سلطان قاری مکی نے بھی "الاثمار الجنیہ" میں ان ہی اوصاف سے انھیں متصف کیا ہے۔

۱۷۔ روایت رافعی قزوینی

امام الدین ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم رافعی قزوینی نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ ابراہیم بن محمد حموینی "فرائد السمطین" میں لکھتے ہیں:

"مجھ سے شیخ جمال الدین احمد بن محمد بن محمد معروف بہ بدکو یہ قزوینی وغیرہ نے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے شیخ الامام امام الدین ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم رافعی قزوینی سے اجازۃً، انھوں نے الشیخ العالم عبدالقادر بن ابی صالح جبلی سے، انھوں نے ابوالبرکات ھبۃ اللہ بن موسیٰ سقطی سے، انھوں نے قاضی ابوالمظفر ہنّاد بن ابراہیم نسفی سے، انھوں نے ابوالحسن محمد بن موسیٰ بن کریب سے، انھوں نے محمد بن فرحان سے، انھوں نے محمد بن قاضی یزید سے، انھوں نے لبیب بن سعید سے، انھوں نے علاء بن عبدالرحمن سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے

۱۔ بغیۃ الوعاۃ، ص ۳۷۶۔ ۲۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ، ج ۱، ص ۴۱۰۔

کہ نبیؐ نے فرمایا: "لما خلق اللّٰہ تعالیٰ ابا البشر و نفخ فیه من روحه التفت آدم یمنة العرش فاذا نور خمسة اشباح سجّدا و ركّعا، قال آدم یا ربّ هل خلقت احدا من طین قبلی؟ قال لا یا آدم قال فمن هؤلاء الخمسة الذین اراهم فی هیئتی و صورتی قال هؤلاء خمسة من ولدک لولاهم ما خلقتک هؤلاء خمسة شققت لهم خمسة اسماء من اسمائی لولاهم ما خلقت الجنة و لا النار و لا العرش ولا الكرسی ولا السماء ولا الارض ولا الملائكة ولا الانس و لا الجن فانا المحمود و هذا محمد و انا العالی و هذا علیٌ و انا فاطر و هذه فاطمة و انا الاحسان هذا الحسن و انا المحسن و هذا الحسین. آلیت بعزّتی انه لا یاتینی احد بمثقال حبة من خردل من بغض احدهم الا ادخلته ناری و لا ابالی، یا آدم هؤلاء صفوتی، بهم انجیهم و بهم اهلکهم فاذا کان لک الیّ حاجة فبهؤلاء توسل، فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم نحن سفینة النجاة من تعلق بها نجا و من حاد عنها هلک فمن کان له الی اللّٰه حاجة فلیسئل بنا اهل البیت" جب اللہ نے ابوالبشر (آدم) کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو آدم نے عرش کی داہنی دیکھا۔ وہاں آدم نے پانچ صورتیں دیکھیں جو کبھی رکوع کرتی ہیں تو کبھی سجدے میں جاتی ہیں۔ یہ دیکھ کر آدم نے پوچھا اے پروردگار کیا تو نے مجھ سے بھی پہلے کسی کو مٹی سے خلق کیا ہے؟ جواب ملا نہیں۔ پوچھا تو پھر یہ پانچ کون ہیں جو میری شکل وصورت کی ہیں؟ جواب ملا یہ پانچ تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نہ جنت خلق کرتا نہ جہنم، نہ عرش خلق کرتا نہ کرسی، نہ آسمان خلق کرتا نہ زمین، نہ جن خلق کرتا نہ انس، پس میں محمود ہوں اور یہ محمد ہے، میں اعلیٰ ہوں اور یہ علی ہے۔ میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہے، میں احسان ہوں اور یہ حسن ہے۔ میں محسن ہوں اور یہ حسین۔ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی اگر کوئی

رائی کے دانہ کے برابر ان کا بغض لے کر میرے پاس آئے گا تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا اور اس میں کوئی مروت نہیں کروں گا۔ اے آدم یہ وہ ہیں جن کو میں نے چنا ہے ان ہی کی وجہ سے لوگ نجات پائیں گے اور ان ہی (سے انحراف) کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوں گے۔ (اے آدم) اگر تم کو مجھ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو ان ہی کو وسیلہ قرار دینا۔ اس کے بعد نبیؐ نے فرمایا: ہم سفینۂ نجات ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا۔ جس کسی کو اللہ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو اس کو چاہئے کہ ہم اہلبیت کو وسیلہ قرار دے کر سوال کرے۔

۱۸۔ روایت کلاعی

ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم کلاعی بلنسی معروف بہ ابن سبع نے اپنی کتاب ''شفاء الصدور'' میں اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ ابراہیم بن عبداللہ وصابی اپنی کتاب ''الاکتفاء فی فضائل الاربعۃ'' میں لکھتے ہیں:

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:'' خلقت انا و علی من نور واحد یسبح اللّٰہ علی متن العرش من قبل ان یخلق ابونا آدم الفی عام. فلمّا خلق آدم صرنا فی صلبہ ثم نقلنا من کرام الاصلاب الی مطہرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبد المطلب ثم قسمنا نصفین فصیرنی فی صلب عبد اللّٰہ و صار علی فی صلب ابی طالب فاختارنی با النبوۃ و اختار علیا با الشجاعۃ و العلم و الفصاحۃ و اشتق لنا اسماء من اسمائہ فاللّٰہ محمود و انا محمد و اللّٰہ الاعلیٰ و ھذا علی. اخرجہ ابن الاسبوع الاندلسی فی کتابہ الشفا....'' میں اور علی ایک نور سے خلق ہوئے ہیں۔ آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے وہ نور عرش پر اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔ جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کے صلب میں آئے۔ پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہو گئے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں ہم

پہنچے اور وہاں دو حصوں میں منقسم ہوئے۔ میں صلب عبداللہ میں اور علی صلب ابوطالب میں آئے۔ اللہ نے میرے لئے نبوت اختیار کی اور علی کے لئے شجاعت وعلم وفصاحت اور اللہ نے اپنے ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔ اس کی ابن اسبوع نے اپنی کتاب الشفا میں روایت کی ہے۔

احوال وآثار

ابن سبع کلاعی مؤلف ''شفاء الصدور'' اہلسنت کے اجلۂ حفاظ اور اعاظم علماء میں ہیں۔ عظیم تذکرہ نویسوں نے اپنے تذکروں میں ان کا شرح حال لکھا ہے اور ان کو عظیم المرتبت اوصاف سے متصف کیا ہے۔ ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''الکلاعی الامام العالم الحافظ البارع محدث اندلس صناعت حدیث کے امام، اس کی بصیرت رکھنے والے، اس کے حافظ اور جرح وتعدیل کو جاننے والے تھے۔ موالید و وفیات سے اچھی طرح واقف، بلکہ اس میں اور راویوں کی شناخت میں سب پر فوقیت رکھتے تھے، خاص طور سے اپنے ہم عصروں پر۔ انھوں نے بہت ساری کتابیں لکھیں۔ حفظ واتقان میں ان کا کوئی مثل نہیں تھا۔ انھیں ادب وبلاغت میں تبحر تھا۔ انشاء میں منفرد تھے۔ بہترین کلام کہتے تھے اور فصیح تقریر کرتے تھے۔ وہ بادشاہوں کے سامنے اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے تھے۔ مختلف علوم وفنون میں ان کی تصنیفیں ہیں۔ انھوں نے حصول علم کی خاطر سفر کئے اور زیادہ سے زیادہ حدیثیں حاصل کیں۔ ان سے تونس کے قاضی ابوالعباس احمد بن عماد اور ایک گروہ نے حدیثیں بیان کیں۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ میں نے فضل وشرف میں ان جیسا نہیں دیکھا۔ وہ معقولات ومنقولات اور موزون ومنثور کے امام، فضائل میں جامع اور علومِ قرآن وتجوید میں یکتا تھے۔ آبار کا کہنا ہے وہ اندلس کے بلغاء اور حفاظ کے آخری فرد تھے۔ ذی الحجہ ۶۳۳ھ میں دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہوئے''۔

اسی سے ملتی جلتی باتیں ذہبی نے العبر وقائع ۶۳۳ھ میں، یافعی نے مرآۃ الجنان وقائع ۶۳۳ھ

میں، سیوطی نے طبقات الحفاظ نمبر ۷۴۹ میں، شامی نے سبل الھدیٰ والرشاد کے مقدمہ میں اور مقری نے نفح الطیب میں لکھی ہیں اور ابن سبع کلاعی کو حافظ، ثقہ اور ثبت جیسے اوصاف سے متصف کیا ہے۔

۱۹۔ روایت گنجی

محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے حدیث نور کی دو سندوں سے روایت کی ہے اور ان کی تائید میں کئی روایتیں پیش کی ہیں اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث معتبر ہے اور ان کو ایک خاص باب میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ستائیسواں باب اس سے مخصوص ہے کہ علی، نور نبیؐ سے خلق کئے گئے ہیں۔ اب روایتیں ملاحظہ فرمایئے:

الف: ''ہم سے ابراہیم بن برکات خشوعی نے دمشق کی مسجد ربوہ میں بیان کیا، انھوں نے حافظ علی بن حسن سے، انھوں نے ابوالقاسم ھبۃ اللہ سے، انھوں نے حافظ ابوبکر صفوان سے، انھوں نے محمد بن سہل عطار سے، انھوں نے ابوذر سے، انھوں نے حرب بن بیان ضریر اہل قیساریہ سے، انھوں نے احمد بن عمرو سے، انھوں نے احمد بن عبداللہ سے، انھوں نے عبداللہ بن عمرو سے، انھوں نے عبدالکریم جزری سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:'' خلق اللہ قضیبا من نور قبل ان یخلق الدنیا باربعین الف عام فجعله امام العرش حتی کان اول مبعثی فشق منه نصفا فخلق منه نبیّکم و النصف الآخر علی بن ابی طالب .اخرجه امام اهل الشام عن امام اهل العراق کما سقناه وهو فی کتابیهما." اللہ نے دنیا کو خلق کرنے سے چالیس ہزار سال پہلے ایک نورانی شاخۂ درخت کو خلق کیا اور اس کو عرش پر رکھا، وہ میرا پہلا مبعث تھا۔ پھر اس نور سے نصف کو جدا کیا اور اس سے تمہارے نبیوں کو خلق کیا اور دوسرے نصف سے علی بن ابی طالب کو خلق کیا۔ اس کی امام اہل شام (ابن عساکر) نے امام اہل عراق (خطیب بغدادی) سے روایت کی ہے اور یہ حدیث دونوں کی کتابوں میں موجود ہے۔

ب: ''ہم سے ابواسحاق دمشقی نے بیان کیا، انھوں نے حافظ ابوالقاسم سے، انھوں نے ابوغالب ابن النباء سے، انھوں نے ابومحمد جوہری سے، انھوں نے ابوعلی محمد بن احمد بن یحیٰ سے، انھوں نے ابوسعید عدوی سے، انھوں نے ابوالاشعث سے، انھوں نے فضیل بن عیاض سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن معدان سے، انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے میں نے رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا:''کنت انا و علی نوراً بین یدی الله مطیعا یسبح ذالک النور و یقدسه قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّه آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقت فی صلب عبد المطلب فجزء انا و جزء علی. قلت هکذا اخرجه محدّث الشام فی تاریخه و لم یطعن فی سنده و لم یتکلم علیه و هذا یدلّ علی ثبوته عنده " پیش خدا میں اور علی در حال اطاعت ایک نور تھے۔ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ ہم ہمیشہ ایک رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ محدث شام (ابن عساکر) نے اپنی تاریخ میں اس کی اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اس کی سند پر نہ کوئی خدشہ وارد کیا نہ ہی کچھ کہا، جو ان کی نظر میں اس روایت کے ثبوت و اعتبار کی نشانی ہے۔

ج: ''ہم سے دمشق میں علی بن ابی عبداللہ معروف بہ ابن المقیر بغدادی نے حافظ ابوالفضل سے نقل کیا، انھوں نے ابونصر بن علی سے، انھوں نے ابوالحسن علی بن محمد مؤدب سے، انھوں نے ابوالحسن فارسی سے، انھوں نے حسن بن علی سے، انھوں نے مالک سے، انھوں نے ابی سلمہ سے اور انھوں نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ ابوعقال نے نبیؐ سے پوچھا: مسلمانوں کا سردار کون ہے؟ (گنجی نے اس طولانی روایت کو پوری نقل کیا ہے یہاں تک کہ ابوعقال نے آنحضرتؐ سے پوچھا) اور آپ سب سے زیادہ کس

کو چاہتے ہیں؟ حضرتؐ نے جواب دیا: علی بن ابی طالب کو۔ پوچھا علی کو کیوں سب سے زیادہ چاہتے ہیں؟ جواب دیا: اس لئے کہ میں اور علی بن ابی طالب ایک ہی نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ ابوعقال نے پوچھا: پھر سب کے آخر میں کیوں آئے ؟ فرمایا: وائے ہو تم پر اے ابوعقال۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا کہ میں خیر النبیین ہوں، مجھ کو سب سے پہلے رسالت عطا کی گئی اور میرے آنے کی انھوں (انبیاء) نے پہلے سے بشارت دے رکھی تھی۔ اب اگر میں سب کے آخر میں آیا تو اس میں بھی کوئی بات نہیں ہے۔ اے ابوعقال لوگوں پر علی کو اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح جبرئیل کو سارے ملائکہ پر۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوی اجلہ میں سے ہیں اور چونکہ یہ حدیث بڑی طولانی تھی اس لئے میں نے اس کا اختصار پیش کیا ہے اور اس کو صرف اسی سلسلۂ سند سے نقل کیا ہے۔

و: ''ہم سے حافظ یوسف بن خلیل بن عبداللہ دمشقی نے حلب میں بیان کیا، انھوں نے محمد بن اسماعیل طرسوسی سے، انھوں نے ابومنصور محمد بن اسماعیل صیرفی سے، انھوں نے ابوالحسین بن فاذشاہ سے، انھوں نے حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی سے، انھوں نے حسین بن ادریس شوشتری سے، انھوں نے ابوعثمان طالوت بن عباد صیرفی بصری سے، انھوں نے فضال بن جبیر سے اور انھوں نے ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: '' ان اللّٰہ خلق الانبیاء من اشجار شتّی و خلقنی و علیّا من شجرة واحدة ،فانا اصلها و علی فرعها و فاطمه لقاحها و الحسن و الحسین ثمرها ،فمن تعلق بغصن من اغصانها نجا و من زاغ عنها هویٰ .ولو ان عبداً عبد اللّٰه بین الصفا و المروة الف عام ثم الف عام ثم لم یدرک محبتنا اکبّه اللّٰه علی منخریه فی النار . ثم تلا: قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ. قلت هذا حدیث حسن عال رواه الطبرانی فی معجمه کما اخرجناه ،ورواه

محدث شام فی کتابه بطرق شتیٰ '' اللہ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق کیا اور مجھ کو اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا۔ میں اس درخت کی جڑ ہوں اور علی اس کا تنا ہے۔ فاطمہ پھول ہے اور حسن وحسین اس درخت کے پھل ہیں۔ اگر کوئی شخص صفا و مروہ کے درمیان ایک ہزار سال تک عبادت کرے اور پھر ایک ہزار سال تک اور عبادت کرے مگر اس کے دل میں ہماری محبت نہ ہو تو خدا اس کو جہنم کے آخری طبقہ میں ڈال دے گا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: '' قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ '' میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوی اجلہ میں سے ہیں اور جس سلسلۂ سند سے میں نے روایت کی ہے اسی سے طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کی ہے اور محدث شام (ابن عساکر) نے اپنی کتاب میں مختلف طرق واسناد سے اس کی روایت کی ہے۔

ھ: '' ہم سے شیخان محمد بن سعید بن موفق خازن نیشاپوری نے بغداد میں اور ابراہیم بن عثمان کاشغری نے نہر معلی میں بیان کیا، ان دونوں نے حافظ ابوالقاسم علی بن حسن شافعی سے، انھوں نے ابویعلی حمزہ بن احمد بن فارس بن کردوس سے، انھوں نے ابو البرکات احمد بن عبداللہ بن علی مقری سے، انھوں نے ابوطالب عمر بن ابراہیم بن سعید زہری فقیہ سے، انھوں نے ابوبکر محمد بن غریب بزاز سے، انھوں نے ابوالعباس احمد بن موسیٰ بن زنجویہ قطّان سے اور انھوں نے عثمان بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ عرفات میں رسولؐ خدا کے سامنے علی کرم اللہ وجہہ تھے آنحضرتؐ نے اشارے سے علی کو اپنے سے قریب بلایا اور فرمایا: '' ضع خمسک فی خمسی یعنی کفّک فی کفّی یا علی خلقت انا و انت من شجرة ،انا اصلها و انت فرعها و الحسن و الحسین اغصانها فمن تعلق بغصن منها دخل الجنة یا علی لو انّ امتی قاموا حتی یکونوا کا الحمایا و صلوا حتی یکونوا کالاوتاد ثم ابغضوک لاکبّهم اللّٰه فی النار '' اپنی ہتھیلی کو میرے ہتھیلی پر رکھو (اس کے بعد

فرمایا) اے علی میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں اس درخت کی جڑ ہوں اور تم اس کا تنا ہو اور حسن و حسین اس کی شاخیں ہیں۔ جو بھی ان شاخوں سے وابستہ رہے گا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اے علی اگر میری امت اتنا روزہ رکھے کہ کمان کے مثل ہو جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ کمان کے تانت جیسا ہو جائے لیکن وہ تم سے بغض رکھے تو خدا ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

و: ''مجھ سے شیخان نیشاپوری اور کاشغری نے حافظ ابوالقاسم سے نقل کیا، انھوں نے ابو بکر محمد بن حسین مقری وغیرہ سے، انھوں نے ابوالحسین بن مہتدی سے، انھوں نے ابو الحسن علی بن عمر حربی سے، انھوں نے ابوالعباس اسحاق بن مروان قطان سے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے عبید بن مہران عطار سے، انھوں نے یحیٰ بن عبداللہ بن حسن سے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے (امام) جعفر بن محمد صادق سے اور انھوں نے اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: '' ان فی الفردوس لعینا احلی من الشهد و الین من الزبد و ابرد من الثلج و اطیب من المسک فیها طینة خلقنا اللّه تعالیٰ منها و خلق منها شیعتنا من لم یکن من تلک الطینة فلیس منا و لا من شیعتنا و هی المیثاق الذی اخذ اللّه عزّوجل علیه ولایة علی بن ابی طالب '' (۱) جنت میں ایک چشمہ ہے جو شہد سے زیادہ شیریں، مکھن سے زیادہ نرم، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس میں ایک طینت ہے جس سے خدا نے ہماری خلقت کی اور اس سے ہمارے شیعوں کو خلق کیا۔ جس میں وہ طینت نہیں پائی جائے گی وہ نہ ہم میں سے ہوگا نہ ہی ہمارے شیعوں میں سے ہوگا۔ اسی میثاق پر خدا نے ولایت علی بن ابی طالب کو رکھا ہے۔

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص ۵۱۶۔۵۱۱، حدیث ۲۷۵۔۲۷۰۔

احوال و آثار

حافظ گنجی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ علماء نے ان کی الامام، الشیخ اور الحافظ جیسے الفاظ سے توصیف کی ہے۔ جیسا کہ شیخ نورالدین ابن صباغ مالکی نے ''الفصول المھمۃ'' میں ایک جگہ لکھا:

الف: '' یہ بات کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب میں ہے جو الامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف گنجی کی تالیف ہے''۔ (۱)

ب: چلپی لکھتے ہیں:

'' کتاب کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، امام حافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی کی تالیف ہے'' اور دوسری جگہ لکھا: '' کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، شیخ حافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی م ۶۵۸ھ کی تالیف ہے'' اور تیسری جگہ لکھا: '' البیان فی اخبار صاحب الزمان شیخ ابی عبداللہ محمد بن یوسف گنجی م ۶۵۸ھ کی تالیف ہے'' (۲)

ج: عبداللہ مطیری ریاض الزاهرة میں لکھتے ہیں:

'' شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی نے اپنی کتاب البیان (۳) فی اخبار صاحب الزمان، میں کہا کہ (امام) مہدی زندہ اور موجود ہیں''۔

حافظ و شیخ کے اصطلاحی معنی

یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ حافظ و شیخ کی تعریف کردوں جن سے علماء نے گنجی کو متصف کیا ہے۔ کیونکہ جس کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال کئے جائیں گے وہ یقیناً علمی لحاظ سے بلند مرتبہ پر فائز ہوگا جیسا کہ خود ائمہ فن نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ الفصول المھمۃ، ص ۱۲۷۔

۲۔ کشف الظنون، ج۲، ص ۱۴۹۷۔

۳۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان، باب ۲۵، فی الدلالة علی جواز بقاء المهدی حیاً۔

الف: ذہبی لکھتے ہیں:

''جس طرح الحجّہ کا مرتبہ الثقۃ سے بلند ہے اسی طرح اصطلاح محدثین میں حافظ کا مرتبہ مفید سے بلند ہے'' (۱)

ب: قاری تحریر کرتے ہیں:

''حافظ سے مراد حافظ حدیث ہے نہ کہ حافظ قرآن۔ ایسا ہی میرک نے کہا ہے۔ البتہ احتمال ہے کہ یہ لفظ، حافظ قرآن و حدیث دونوں کو شامل ہو۔ اور محدثین کی اصطلاح میں حافظ وہ ہے جس کو ایک لاکھ حدیثیں سند و متن دونوں کے ساتھ یاد ہوں۔ ابن جوزی کا کہنا ہے کہ حافظ وہ ہے جو اس تک پہنچے اس کی روایت کرے اور جو چیزیں اس کے لئے ضروری ہوں اسے یاد کئے ہو'' (۲)

نیز وہ لکھتے ہیں:

''محدث، شیخ اور امام وہ ہے جو استاد کامل ہو'' (۳)

ج: شعرانی لواقح الانوار لکھتے ہیں:

''ابن حجر کی نظر میں جس شخص میں یہ شرائط پائے جائیں وہ حافظ ہے۔ حصول علم میں مشہور ہو، لوگوں کی زبانی مطالب جلد درک کر لیتا ہو اور اسے تکرار کی ضرورت نہ پڑے، طبقات رواۃ اور ان کے مراتب کو جرح و تعدیل کے ساتھ جانتا ہو، صحیح و ضعیف میں تمیز دے سکتا ہو، اس کے حافظہ میں جاننے والی چیزیں نہ جاننے والی سے زیادہ ہوں۔ لہذا جن میں یہ شرائط جمع ہو جائیں وہ حافظ ہے''۔

د: بدخشانی کا کہنا ہے:

''حافظ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو فن حدیث میں ماہر اور اس کے اسرار و رموز سے واقف ہو۔ برخلاف محدث کے''۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۱۲۵۔

۲۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ص ۶۔

۳۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ص ۶۔

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ فن حدیث کی گنجی بڑی عظیم شخصیت تھے۔ اب خود کتاب کی اہمیت کو بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

حافظ گنجی نے ''کفایۃ الطالب'' کے مقدمہ میں واضح لفظوں میں لکھا:

''اس کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل نہیں کی مگر یہ کہ اس کو مناقب امیر المومنین میں کتب ائمہ وحفاظ میں صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اور رسولؐ خدا نے آباء و اجداد یا طہارت مولد کے لحاظ سے کوئی ایسی فضیلت نہیں پائی جس میں علی شریک نہ رہے ہوں''۔

اب جب کہ کتاب بھی عظیم و معتبر اور اس کا مؤلف بھی عظیم المرتبت اور قابل وثوق تو پھر اس میں موجود حدیثیں کیسے غیر معتبر ہو سکتی ہیں؟

۲۰۔ روایت محبّ طبری

محب الدین ابو العباس احمد بن عبداللہ طبری نے اپنی کتاب ''ریاض النضرۃ'' میں، جس سے خود شاہ صاحب نے اپنی اسی کتاب (تحفہ) کے باب المطاعن میں اور ان کے والد (شاہ ولی اللہ دہلوی) نے ازالۃ الخفا میں بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں، اس حدیث (نور) کی روایت کی ہے۔ اور بعض جگہوں پر انھوں نے سدّ باب جیسی صحیح اور مشہور حدیثوں کی تو قدح کی مگر حدیث نور کے بارے میں کسی طرح کی جرح و بحث نہیں کی بلکہ اس کے لئے ایک خاص باب قائم کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

'' ذکر اختصاصه، بانّه قسيم النبى صلى الله عليه وسلم فى نور كانا عليه قبل خلق الخلق، عن سلمان قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: كنت انا و على نوراً بين يدى الله تعالىٰ قبل ان يخلق آدم باربعة عشر الف عام، فلمّا خلق الله آدم قسّم ذالك النور جزئين فجزء انا و جزء على اخرجه احمد فى المناقب'' (۱) یہ فصل اس بارے میں ہے کہ علی، نور نبی کا حصہ ہیں اور کائنات کی خلقت سے پہلے دونوں ایک

۱۔ الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۲۰۔

تھے۔سلمان کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔اس حدیث کی احمد (بن حنبل) نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

احوال وآثار

جس نے بھی محب الدین طبری کا تذکرہ کیا ان کا اچھے الفاظ سے ذکر کیا۔میں نے ان کے محاسن و مفاخر، جو عبقات الانوار مجلد حدیث طیر میں ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، العبر فی خبر من غبر اور دول الاسلام، ابن وردی کی تتمۃ المختصر، اسنوی کی طبقات الشافعیہ، بکی طبقات الشافعیہ، خلیل بن ایبک صفدی کی وافی بالوفیات ،سیوطی کی طبقات الحفاظ، سید شہاب الدین احمد کی توضیح الدلائل، عبدالغفار کی عجالۃ الراکب، محمد بن اسماعیل امیری روضۃ الندیہ اور احمد بن عبدالقادر عجیلی کی ذخیرۃ المآل سے پیش کئے ہیں۔ان سے ان کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۲۱۔روایت حموینی

ابراہیم بن محمد بن ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ حموینی نے اس حدیث کی درج ذیل طرق واسناد سے روایت کی ہے۔

الف:''مجھ سے شیخ صالح جمال الدین احمد بن محمد بن محمد معروف بہ بدکو یہ قزوینی وغیرہ نے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے شیخ الامام امام الدین ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبد الکریم قزوینی سے اجازۃً ،انھوں نے الشیخ العالم عبدالقادر بن ابی صالح جیلی سے ،انھوں نے ابوالبرکات ھبۃ اللہ بن موسیٰ سفطی سے، انھوں نے قاضی ابوالمظفر ھناد بن ابراہیم نسفی سے، انھوں نے ابوالحسن محمد بن موسیٰ بن کریب سے، انھوں نے محمد بن فرحان سے، انھوں نے محمد بن قاضی یزید سے، انھوں نے لبیب بن سعید سے، انھوں نے علاء بن عبدالرحمٰن سے ،انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جب خدا نے آدم کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو

انھوں نے عرش کی داہنی طرف دیکھا اور جب انھیں پانچ صورتیں نظر آئیں جو کبھی رکوع کرتی ہیں تو کبھی سجود میں تو بارگاہ معبود میں عرض کی اے پروردگار کیا تو نے مجھ سے پہلے کسی اور کو بھی مٹی سے خلق کیا ہے؟ جواب ملا نہیں۔پوچھا تو پھر یہ پانچ کون ہیں جو میری ہی ہیئت وصورت کے ہیں؟ جواب آیا یہ پانچ تمہاری اولاد میں سے ہیں۔اگر یہ نہ ہوتے تو نہ جنت کو خلق کرتا نہ جہنم کو، نہ عرش کو خلق کرتا نہ کرسی کو، نہ آسمان کو خلق کرتا نہ زمین کو، نہ جن کو خلق کرتا نہ انس کو، پس میں محمود ہوں اور یہ محمد ہے، میں اعلیٰ ہوں اور یہ علی ہے، میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہے، میں احسان ہوں اور یہ حسن ہے، میں محسن ہوں اور یہ حسین ہے، اپنی عزت وجلال کی قسم اگر کوئی شخص رائی کے دانہ کے برابر ان کا بغض لے کر میرے پاس آئے گا تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا اور اس میں کوئی مروت نہیں کروں گا۔اے آدم یہ وہ ہیں جن کو میں نے چنا ہے۔ان ہی کی وجہ سے لوگ نجات پائیں گے اور ان ہی کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوں گے۔اگر تم (آدم) کو مجھ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو ان ہی کو وسیلہ قرار دینا۔اس کے بعد نبیؐ نے فرمایا: ہم ہی سفینۂ نجات ہیں۔جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی ہلاک ہوا۔جس کسی کو خدا سے حاجت طلب کرنی ہو اس کو چاہئے کہ ہم اہلبیت کو وسیلہ قرار دے کر سوال کرے''۔

ب:''مجھ سے ابوالیمن عبدالصمد بن عبدالوہاب بن عساکر دمشقی نے مکہ میں بتایا، انھوں نے مؤید بن محمد بن علی طوسی سے، انھوں نے عبدالجبار بن محمد جواری بیہقی سے ،انھوں نے امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی سے، انھوں نے ابومحمد عبداللہ بن یوسف سے، انھوں نے محمد بن حامد بن حرث تمیمی سے، انھوں نے حسن بن عرفہ سے، انھوں نے علی بن قدامہ سے، انھوں نے سیرۃ بن عبداللہ سے، انھوں نے عبدالکریم جزری سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ کو علی سے کہتے ہوئے سنا:''خلقت انا و انت

من نور اللّٰہ تعالیٰ" میں اور تم (علیؑ) نور الٰہی سے خلق کئے گئے ہیں۔

ج: "مجھ کو لکھ کر سید النسابہ عبدالحمید بن فخار موسوی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلع کیا، انھوں نے نقیب ابوطالب عبدالرحمٰن بن عبدالسمیع واسطی سے، انھوں نے شاذان بن جبرئیل بن اسماعیل قمی سے، انھوں نے ابوعبداللہ محمد بن عبدالعزیز قمی سے، انھوں نے حاکم الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن احمد سے، انھوں نے محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی سے، انھوں نے ابوعلی حسن بن احمد بن حسن حداد سے، انھوں نے حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد سے، انھوں نے بغداد میں احمد بن یوسف بن خلاد نصیبی سے، انھوں نے حارث بن ابواسامہ تمیمی سے، انھوں نے داؤد بن محبّ بن محمد سے، انھوں نے قیس بن ربیع سے، انھوں نے عباد بن کثیر سے، انھوں نے ابوعثمان فہدی سے اور انھوں نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا: "خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور عن یمین العرش ،یسبح اللّٰہ و یقدّسہ قبل ان یخلق اللّٰہ عزّوجل آدم باربعۃ عشر الف سنۃ ، فلمّا خلق اللّٰہ آدم نقلنا الی اصلاب الرجال و ارحام النساء الطاھرات ،ثم نقلنا الی صلب عبد المطلب و قسمنا نصفین فجعل النصف فی صلب ابی عبد اللّٰہ و جعل النصف فی صلب عمی ابی طالب ،فخلقت من ذالک النصف و خلق علی من النصف الآخر و اشتق اللّٰہ تعالیٰ من اسمائہ اسماً فاللّٰہ عزّوجل المحمود و انا محمد، و اللّٰہ الاعلیٰ و اخی علی ، واللّٰہ فاطر و ابنتی فاطمۃ و انہ حسن و ابنای الحسن والحسین ،و کان اسمی فی الرسالۃ و النبوۃ و کان اسمہ فی الخلافۃ و الشجاعۃ فانا رسول اللّٰہ و علی سیف اللّٰہ " میں اور علی یمین عرش کے نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے وہ نوراللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو ہم اصلاب طاہرہ سے

ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں پہنچے اور وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ اس کا نصف صلب عبداللہ میں اور نصف میرے چچا ابو طالب کے صلب میں آیا۔ لہٰذا نصف سے میں اور دوسرے نصف سے علی خلق کئے گئے ۔ اور اللہ نے اپنے ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا۔ اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علی ہے، اللہ فاطر ہے اور میری بیٹی فاطمہ ہے، اللہ محسن ہے اور میرے بیٹے حسن و حسین ہیں۔ میرے لئے رسالت و نبوت کا اور علی کے لئے خلافت و شجاعت کا انتخاب کیا۔ پس میں رسول اللہ ہوں اور علی سیف اللہ ہے۔

د: "مجھ سے ابوطالب بن انجب خازن نے ناصر بن ابوالمکارم سے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابوالمؤید موفق بن احمد نے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے عزیز بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد ابوالقاسم بن ابوالفضل بن عبدالکریم سے، انھوں نے شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی سے، انھوں نے عبدوس بن عبداللہ سے، انھوں نے ابوعلی محمد بن احمد عطشی سے، انھوں نے ابوسعید عدوی حسن بن علی سے، انھوں نے احمد بن مقدام عجلی ابوالاشعث سے، انھوں نے فضیل بن عیاض سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن معدان سے، انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفیؐ کو کہتے ہوئے سنا: "کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل مطیعاً یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ قبل ان یخلق اللّٰہ تعالیٰ آدم باربعۃ عشر الف سنۃ فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم رکب ذالک النور فی صلبہ فلم یزل فی شئی واحد حتیٰ افترقنا فی صلب عبد المطلب فجزء انا و جزء علی " میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے۔ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ اور ہم ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے۔

اس کا ایک جز میں ہوں تو دوسرا جز علی ہے۔

ھ: ''مجھ سے شہردار نے اجازۃً بیان کیا، ان کو تحریری طور پر عبدوس بن عبد اللہ بن عبدوس ہمدانی نے بتایا، انھوں نے شریف ابوطالب جعفری سے، انھوں نے حافظ ابن مردویہ سے، انھوں نے اسحاق بن محمد بن علی بن خالد سے، انھوں نے احمد بن زکریا سے، انھوں نے ابن طہمان سے، انھوں نے محمد بن خالد ہاشمی سے، انھوں نے حسن بن اسماعیل بن حماد سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے زیاد بن منذر سے، انھوں نے محمد بن علی بن حسین سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: '' کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّٰہ آدم سلک ذالک النور فی صلبه فلم یزل اللّٰہ ینقله من صلب الی صلب حتی اقرّہ فی صلب عبد المطلب فقسّمه نصفین قسما فی صلب عبد اللّٰہ و قسما فی صلب ابی طالب فعلی منّی و انا منه ، لحمه لحمی و دمه دمی ، فمن احبه فبحبی احبّه و من ابغضه فبغضی ابغضه '' میں اور علی آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ صلب عبد المطلب میں مستقر ہوا وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں آیا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں۔ پس میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔ جس نے اس سے محبت کی (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جس نے اس سے بغض رکھا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

و: ''مجھ سے ابوطالب بن حسین بن عبید اللہ نے محب الدین محمد بن محمود بن حسن بن نجار

سے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے برہان الدین ابوالفتح ناصر بن ابوالمکارم مطرزی سے، انھوں نے ابوالمؤید موفق بن احمد مکی خوارزمی سے، انھوں نے سید الحفاظ ابومنصور شہردار بن شیرویہ دیلمی سے، انھوں نے ابوالفتح سے، انھوں نے شریف ابوطالب سے، انھوں نے حافظ ابن مردویہ سے، انھوں نے اسحاق بن محمد سے، انھوں نے احمد بن زکریا طہمان سے، انھوں نے محمد بن خالد سے، انھوں نے حسن بن اسماعیل سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے زیاد بن منذر سے، انھوں نے محمد بن علی بن حسین سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: '' کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم سلک ذالک النور فی صلبه فلم یزل اللّٰہ تعالیٰ ینقله من صلب الی صلب حتی اقرّہ صلب عبد اللّٰہ و قسما فی صلب ابی طالب فعلی منّی و انا منه لحمه لحمی و دمه دمی، فمن احبّه فبحبی احبّه و من ابغضه فبغضی ابغضه'' (۱) آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ پھر خدا نے اس نور کو ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کیا یہاں تک کہ وہ صلب عبد المطلب میں مستقر ہوا اور وہاں وہ نور دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ اس کا ایک حصہ صلب عبد اللہ تو دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں آیا۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ جو اس سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۴۴۔۳۹۔

۲۲۔روایت درکزینی

شرف الدین محمود بن محمد درکزینی طالبی قرشی نے اس حدیث کی اپنی کتاب ''نزل السائرین فی احادیث سیدالمرسلین'' میں روایت کی ہے۔جیسا کہ علی بن ابراہیم ''بحرالمناقب'' میں لکھتے ہیں:

''نزل السائرین اور مناقب خوارزمی میں سلمان فارسی سے مروی ہے کہ میں (سلمان) نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ کو کہتے سنا:" کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ عزّوجل مطیعاً یسبح اللہ ذالک النور و یقدسه قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام. فلمّا خلق اللہ تعالیٰ آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب فجزء انا و جز علی بن ابی طالب " پیش خدا میں اور علی در حال اطاعت ایک نور تھے۔وہ نور آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ کی تسبیح و تقدیس کررہا تھا۔جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا، اور ہم ہمیشہ ایک ہی رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔

احوال وآثار

اسنوی لکھتے ہیں:

''شرف الدین محمود بن محمد بن محمد بن محمود قرشی طالبی معروف بہ درکزینی عالم، زاہد، کثیر العبادة، سنت پر سختی سے عمل کرنے والے اور صاحب کرامت تھے۔ عامہ وخاصہ اور ملوک وعلماء کی نظر میں محترم تھے۔وہ طویل القامت، بلند آواز والے، اچھے اخلاق کے حامل اور سخی تھے۔ان کا اہل علم اور مذہبی گھرانے سے ربط تھا۔ان کی اولاد میں علماء اور صلحاء پیدا ہوئے۔انھوں نے نزل السائرین تصنیف کی جو ایک جلد میں ہے اور شرح منازل السائرین لکھی جو دو جلدوں میں ہے۔بروز جمعہ ۱۱ شعبان ۷۴۳ھ کو وفات پائی اور ہمدان سے نزدیک درکزین

میں دفن ہوئے''(۱)

اسنوی کی مذکورہ باتیں، ان کے الفاظ ونام سے ابوبکر اسدی نے اپنی ''طبقات الشافعیہ'' میں لکھی ہیں۔

۲۳۔روایت زرندی

جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود بن حسن مدنی زرندی نے ''نظم درر السمطین فی فضائل المصطفی و المرتضی والسبطین'' میں اس حدیث کو اپنے بلیغ اشعار میں اس طرح پیش کیا ہے:

اخو احمد المختار صفوة هاشم   ابو السادة الغر المیامین مؤتمن
و صهر امام المرسلین محمد   علی امیر المومنین ابو الحسن
هما ظهرا شخصین و النور واحد   بنص حدیث النفس و النور فاعلمن (۲)

نیز اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

" روی ابن عباس رضی اللہ عنهما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول کنت انا و علی نور ا بین یدی اللہ تعالیٰ من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف سنة فلمّا خلق اللہ تعالیٰ آدم سلک ذالک فی صلبه و لم یزل اللہ تعالیٰ ینقله من صلب الی صلب حتی اقرّه فی صلب عبد اللہ و قسما فی صلب ابی طالب فعلی منی و انا منه لحمه لحمی و دمه دمی فمن احبّه فبحبّی احبّه و من ابغضه فببغضی ابغضه.وهذا الحدیث هو المشار الیه فی البیت المتقدم بقوله :بنصّ حدیث النفس والنور فاعلمن " (۳) خلقت آدم سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے۔جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں مستقر ہوا۔وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوا ایک حصہ صلب عبداللہ میں

۱۔طبقات الشافعیہ، ج۱، ص۵۵۵۔   ۲۔نظم درر السمطین، ص۷۸۔

آیا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون۔ جس نے اس سے محبت کی (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جس نے اس سے بغض رکھا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔ اسی حدیث کی طرف اس مصرع میں اشارہ ہوا ہے۔ **بنصّ حدیث النفس و النور فاعلمن۔**

زرندی ''معارج الوصول میں بھی لکھتے ہیں:

''روی ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال :سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل من قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام .فلمّا خلق اللّٰہ عزّوجل آدم سلک ذالک النور فی صلبہ و لم یزل اللّٰہ عزّوجل ینقلہ من صلب الی صلب حتی اقرّہ فی صلب عبد المطلب ثم اخرجہ من صلب عبد المطلب فقسّمہ قسمین قسماً فی صلب عبد اللہ و قسما فی صلب ابی طالب فعلی منی و انا منہ و ھو ولی کل مومن بعدی '' (۱) ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ پیش خدا میں اور علی آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے ایک نور تھے۔ جب آدم کو خدا نے خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں پہنچا اور وہاں سے دو حصوں میں منقسم ہوا۔ ایک حصہ صلب عبداللہ میں آیا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں اس (علیؑ) سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مومن کا ولی ہے۔

۱۔ معارج الوصول، ص۴۲۔

احوال و آثار

جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود بن حسن زرندی، اہلسنت کے کبار علماء میں ہیں۔ ان کے بارے میں ابن حجر عسقلانی ''درر کامنہ'' میں لکھتے ہیں:

''شمس الدین محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن حسن زرندی حنفی، نورالدین کے بھائی تھے۔ حافظ شمس الدین جزری دمشقی نے انھیں جنید بلبانی کے مشائخ میں بتایا ہے۔ وہ شیراز گئے اور وہاں کے عالم کہلائے ان کی ولادت ۶۹۳ھ میں ہوئی اور ۷۵۰ھ کے بعد انھوں نے شیراز میں وفات پائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے السمطین فی مناقب السبطین تالیف کی ہے۔ اسی طرح انھوں نے بغیۃ المرتاح تصنیف کی جس میں چالیس حدیثیں مع شرح واسناد کے نقل کی ہیں اور برزالی نے ان کے سو مشائخ بیان کیے ہیں'' (۱)

ابن صباغ مالکی جیسے محدثین نے زرندی کو الشیخ، الامام، العلامۃ، المحدث بالحرم الشریف النبوی جیسے الفاظ کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ ابن صباغ لکھتے ہیں:

''قال الشیخ الامام العلامۃ المحدث باالحرم الشریف النبوی جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی فی کتابہ المسمیٰ بدرر السمطین فی فضائل المصطفی و المرتضیٰ و البتول والسبطین ....'' (۲)

محمد بن یوسف شامی ''سبل الھدیٰ والارشاد فی سیرۃ خیر العباد'' میں لکھتے ہیں:

''سفر زیارت قبر پیغمبرؐ کے جائز ہونے پر شیخ تقی الدین سبکی، شیخ کمال الدین زملکانی، شیخ داؤد ابوسلیمان نے کتاب الانتصار اور ابن جملہ اور دیگر ائمہ نے کتابیں لکھی ہیں اور ابن تیمیہ کی ان باتوں کو شیخ تقی الدین نے رد کیا ہے جن کو سمندر بھی پاک نہیں کرسکتا۔ اور ابن تیمیہ ہی کی رد میں اپنے زمانہ کے امام العلامۃ محمد بن یوسف زرندی نے

۱۔ الدرر الکامنہ، ج ۵، ص ۶۳۔ ۲۔ مقدمہ الفصول المھمۃ، ص۲۱۔

بغیۃ المرتاح الی طلب الارباح نامی کتاب لکھی ہے"۔

اسی طرح سمہودی نے "جواہر العقدین" میں زرندی کی کتاب سے حدیثیں نقل کی ہیں اور انھیں الحافظ سے متصف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حافظ جمال الدین محمد زرندی نے صدی سے روایت کی ہے کہ میں جوانی میں کھیل رہا تھا اسی وقت اونٹ پر سوار ایک شخص آیا اور علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے لگا۔ لوگوں نے اس کو گھیر لیا۔ اس موقع پر سعد بن ابی وقاص آگئے اور وہاں کے ماحول کو دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ شخص علی کو برا کہہ رہا ہے۔ سعد نے کہا: خدایا اگر یہ شخص ایک عبد صالح کو برا کہہ رہا ہے تو اس کو مسلمانوں کے سامنے ذلیل کردے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اونٹ نے اس کو گرا دیا جس کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹ گئی پھر اونٹ نے اس کو کچل دیا جس سے اس کی موت ہوگئی" (۱)

نیز "جواہر العقدین" میں آل نبیؐ پر صلوٰۃ کے وجوب کے بارے میں اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد لکھا:

"اسی (وجوب) کی تائید حافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف زرندی مدنی کے بیان سے ہوتی ہے، جس کو انھوں نے معراج الوصول الی معرفۃ فضل آل رسول کے شروع میں پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی بات کہی ہے۔ انھوں نے ان فضائل کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا ہے جو اللہ کی طرف سے اہلبیت کو عطا ہوئے تھے۔ وہ (شافعی) فرماتے ہیں: "یا اھل بیت رسول اللہ حبکم. فرض من اللہ فی القرآن انزلہ، کفاکم من عظیم القدر انکم. من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ" (۲)

سمہودی دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"نیز حافظ جمال الدین زرندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیہ:

۱۔ جواہر العقدین، ج۱، ص۱۵۰۔

۲۔ جواہر العقدین، ج۲، ص۲۶۱۔

"ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ" نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے علی سے فرمایا: وہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ قیامت کے دن تم اور تمہارے شیعہ خوش خوش آئیں گے اور تمہارا دشمن منھ بنائے ہوگا۔ علیؑ نے پوچھا میرا دشمن کون ہے؟ فرمایا: جو تم سے برائت کرے اور تم پر لعنت بھیجے۔ (۱)

احمد بن فضل بن محمد باکثیر حضرمی مکی نے بھی "وسیلۃ المآل" میں زرندی سے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حافظ جمال الدین زرندی نے حدیث: من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے بعد واحدی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ولایت جس کو نبیؐ نے بیان کیا ہے اس کے بارے میں روز قیامت سوال ہوگا۔ یعنی علی وآل علی کی ولایت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کیونکہ اللہ نے نبی کو حکم دیا تھا کہ وہ جو اجر رسالت دینا چاہتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں اجرِ رسالت اہلبیت کی مودت کے سوا کچھ نہیں چاہتا"۔

ان کے علاوہ شہاب الدین احمد نے "توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل" میں، سلامۃ اللہ نے "معرکۃ الآرا" میں اور حیدر علی فیض آبادی نے "منتہی الکلام" میں زرندی کی کتاب سے مطالب نقل کئے ہیں۔

۲۴۔ روایت گیسودراز

سید محمد بن یوسف حسینی دہلوی معروف بہ گیسودراز نے اپنی کتاب "الاسمار" میں حدیث نور تین جگہوں پر نقل کی ہے۔ وہ اس کتاب کے سمر نمبر ۳۴ میں لکھتے ہیں:

"پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ الاف سنۃ فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب" (خلقت آدم سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی ایک نور تھے۔ ہم ہمیشہ ایک رہے صلب عبد المطلب سے جدا ہوئے) یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ سارے کمالات جو نوح و موسیٰ کلیم، خلیل اللہ اور روح اللہ میں تھے وہ سارے

۱۔ جواہر العقدین، ج۲، ص۱۷۸۔

کے سارے محمد میں موجود تھے۔ اور اللہ نے آدم وعالم کو خلق نہیں کیا مگر محمد مصطفیٰ کی وجہ سے خلق کیا ہے“۔

انھوں نے سمر ۷ میں حدیث کا اتنا حصہ نقل کیا: ” خلقت انا و علی من نور واحد ،ففی النبوة و فیه الخلافة“ (میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں مجھ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت) اور سمر نمبر ۱۰۱ میں حدیث کا صرف اتنا فقرہ نقل کیا:” خلقت انا و علی من نور واحد “۔

احوال وآثار

سید محمد گیسودراز اہلسنت کے اعاظم میں ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی ”اخبار الاخیار“ میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

” سید محمد بن سید یوسف حسینی دہلوی، شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کے برحق خلیفہ تھے۔ سیادت اور اہل علم وولایت کے درمیان ان کی شخصیت جامع ،ان کی شان رفیع ،ان کا مرتبہ بلند اور ان کا کلام بلند پائے کا تھا۔ چشتی مشائخ کے درمیان ان کا خاص مشرب اور اسرار حقیقت کے بیان کا خاص طریقہ تھا۔ ان کا قیام تو دہلی میں تھا لیکن اپنے استاد کی رحلت کے بعد (حیدر آباد) دکن چلے گئے۔ جہاں انھیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور سب کے سب ان کے مطیع ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی مشہور کتاب اسمار ہے جس میں انھوں نے حقائق ومعارف رمز واشارے میں بیان کئے ہیں“۔

۲۵۔ روایت مکی

سید محمد بن جعفر مکی ”بحرالانساب“ میں لکھتے ہیں:

” قال علی کرم اللہ وجهه :سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه قال: انا و علی من نور واحد فتکون واحد الی عبد المطلب فنزل نوری فی جبهة عبد اللہ فهو انا و نزل نورا لولایة فی جبهة ابی طالب

فهو علی. فانا و علی واحد فی النبوة والولایة “ علی کرم اللہ وجھہ نے کہا کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علی ایک نور سے خلق کیے گئے۔ یہ نور عبدالمطلب تک ایک رہا پھر میرا نور پیشانی عبداللہ میں آیا جس سے میں ہوں اور نور ولایت پیشانی ابوطالب میں آیا جس سے علی ہے۔ پس میں اور علی نبوت وولایت میں ایک ہیں۔ (یعنی میں افضل الانبیاء اور علی افضل الاولیاء ہے)۔

احوال وآثار

سید محمد بن جعفر مکی کے فضائل ومناقب صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی ”اخبار الاخیار“ میں لکھتے ہیں:

” سید محمد بن جعفر مکی حسینی، شیخ نصیرالدین محمود کے اعاظم خلفاء میں ہیں۔ قرب الٰہی کے لحاظ سے بلند مقام پر فائز اور اولیاء میں سے ہیں۔ ان کے ظاہر وباطن کی خودنوشت کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ان کی کتاب بحرالمعانی ہے جس میں توحید،علوم قوم اور اسرار معرفت کے بہت سارے حقائق بیان کئے ہیں۔ دقائق المعانی اور حقائق المعانی بھی ان کی کتابیں ہیں۔ روح سے متعلق بھی ان کا ایک رسالہ ہے اور ایک رسالہ ہے جس کا نام پنج نکات ہے۔ نیز ان کی کتاب بحرالانساب ہے جس میں نسب اہلبیت رسالت اور اپنے آباء واجداد کے انساب بیان کئے ہیں۔ انھوں نے سو سال کی بڑی لمبی عمر پائی تھی۔ وہ سلطان محمد تغلق سے سلطان بہلول کا زمانہ دیکھے تھے۔ ان کے آباء واجداد مکہ سے دہلی آئے تھے اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ بحرالمعانی میں انھوں نے لکھا کہ ساٹھ سال میں نے علم ظاہر کی خدمت کی ہے“۔

۲۶۔ روایت جلال بخاری

جلال الدین معروف بہ مخدوم جہانیان نے اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ ملک العلماء دولت آبادی ”ہدایة السعداء“ میں لکھتے ہیں:

”و فی الخزانة الجلالیة بهذه العبارة ،فصار نصفین نصف ابی عبد اللہ

و نصف الی ابی طالب فخلقت انا من جزء و علی من جزء فاالانوار کلها من نوری و نور علی والمراد من الانوار اولاده او متابعوه "۔

خزانۃ الجلالیۃ میں اس عبارت میں یہ حدیث موجود ہے: پس وہ (نور) دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ نصف عبداللہ کے حصہ میں آیا اور نصف ابوطالب کے حصہ میں۔ پس ایک حصہ سے میں خلق کیا گیا اور دوسرے حصہ سے علی خلق کئے گئے اور سارے انوار میرے نور اور علی کے نور سے خلق کئے گئے۔ اور انوار سے مراد ان کی اولاد اور ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔

احوال وآثار

جلال الدین معروف بہ مخدوم جہانیاں کے بارے میں مجدالدین بدخشانی نے "جامع السلاسل" میں، عبدالحق دہلوی نے "اخبار الاخیار" میں، شاہ ولی اللہ دہلوی نے "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں، رشید الدین دہلوی نے "ایضاح لطافۃ المقال" میں اور احسن خان نے "الفرع النامی" میں تفصیل سے لکھا ہے اور ان کی بڑی تعریف وتجلیل کی ہے۔ ۱۵رشعبان ۷۰۷ھ کو پیدا ہوئے تھے اور ۱۰ذی الحجہ ۷۸۵ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

۲۷۔ روایت سید علی ہمدانی

اہلسنت کی عظیم شخصیت سید علی بن شہاب الدین ہمدانی نے اپنی کتاب "مودۃ القربیٰ" میں اس سلسلے میں کہ رسولؐ خدا اور علیؑ ایک ہی نور ہیں، اور جو کمالات وامتیازات حضرت علیؑ کو عطا ہوئے وہ کائنات میں کسی اور کو نصیب نہیں ہوئے۔ حضرتؑ کے چند فضائل بیان کرنے کے بعد درج ذیل سلمان، ابن عباس، ابوذر اور امیرالمومنین سے مروی حدیثیں نقل کی ہیں:

الف:"عن سلمان رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق اللّٰه آدم باربعة الاف عام فلمّا خلق اللّٰه آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوة و فی علی

الخلافة" سلمان سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خلقتِ آدم سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے۔ جب آدم کو خدا نے خلق کیا تو ان کے صلب میں وہ نور آیا اور وہ عبدالمطلب تک ایک ہی رہا وہاں سے جدا ہوا۔ مجھ میں نبوت آئی اور علی کے حصے میں خلافت آئی۔

ب:"وعنه رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کنت انا و علی نوراً یدی اللّٰه مطیعا یسبح اللّٰه ذالک النور ویقدسه قبل ان یخلق اللّٰه آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّٰه آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب فجزء انا و جزء علی" سلمان ہی سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: پیش خدا میں اور علی درحال اطاعت ایک نور تھے۔ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے وہ نور، خدا کی تسبیح وتقدیس کر رہا تھا۔ جب آدم خلق کئے گئے تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور وہ نور ایک ہی رہا۔ صلب عبدالمطلب سے وہ جدا ہوا۔ اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔

ج:" و عن ابن عباس قال :قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتّی " ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔

د:" وعنه رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : خلق الانبیاء من اشجار شتی و خلقنی و علیا من شجرة واحدة ،فانا اصلها و علی فرعها و الحسن و الحسین اثمارها و اشیاعنا اوراقها . فمن تعلق بها نجا و من زاغ عنها هویٰ " اللہ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق کیا اور مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا۔ میں اس درخت کی جڑ ہوں اور علی

اس کا تنا ہے اور حسن وحسین اس کے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ جس نے اس درخت سے تمسک کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ گمراہ ہوا۔

ھ: "عن ابی ذر قال: انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: انّ اللّٰہ تعالیٰ ایّد ھذا الدین بعلی و انّہ منّی و انا منہ ،وفیہ انزل افمن کان علی بینۃ من ربّہ الآیۃ" ابوذر کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ خدا نے اس دین کی علی کے ذریعہ تائید ومدد کی اور اس کو علی کے ذریعہ غالب کیا۔ وہ (علیؑ) مجھ سے ہے اور میں اس سے (علیؑ) سے ہوں۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: "افمن کان علی بینۃ من ربہ"۔

و: "عن علی علیہ السلام قال: قال رسو اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: خلقت انا و علی من نور واحد" (ا) علیؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔

سیدعلی ہمدانی فردوس الاخبار دیلمی کی تلخیص "روضۃ الفردوس" میں لکھتے ہیں:

"الباب الثالث عشر ماروی عن سلمان قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق اللّٰہ آدم باربعۃ آلاف عام ،فلمّا خلق اللّٰہ آدم رکب ذالک النور فی صلبہ فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوۃ و فی علی الخلافۃ" تیرھواں باب: سلمان سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا ہم ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ

ا۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ۸۔

صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے۔ مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں خلافت۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"وعنہ ای عن سلمان قال: قال علیہ السلام: کنت انا و علی بین یدی اللّٰہ نوراً مطیعاً .یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ آلاف عام . فلما خلق اللّٰہ آدم رکب ذالک النور فی صلبہ فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب . فجزء انا و جز علی" (سلمان ہی کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: پیش خدا میں اور علی درحال اطاعت ایک نور تھے۔ خلقتِ آدم سے چار ہزار سال قبل وہ نور اللہ کی تسبیح وتقدیس کررہا تھا۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ ہم ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ صلبِ عبدالمطلب سے جدا ہوئے، اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے)۔

سیدعلی ہمدانی نے مشارب الاذواق فی شرح میمیۃ ابن الفارض" میں بھی اس شعر: لھا البدر کاس وھی شمس تدیرھا. ھلال و کم یبدوا اذا مزجت نجم کی شرح میں حدیث نور کی روایت کی ہے۔

احوال وآثار

سیدعلی ہمدانی کی تعریف وتمجید بدخشانی نے "خلاصہ المناقب" میں، عبدالرحمٰن جامی نے "نفحات الانس" میں، کفوی نے "کتائب اعلام الاخیار" میں، شہاب الدین احمد نے "توضیح الدلائل" میں، بدخشانی نے "جامع السلاسل" میں، میبدی نے "الفواتح" میں، قشاشی نے "السمط المجید" میں، اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں کی ہے۔

سیدعلی ہمدانی خود "روضۃ الفردوس" کے بارے میں اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"جب میں نے شیخ الامام العلامۃ قدوۃ المحققین و حجۃ المحدثین شجاع الملۃ والدین ناصر السنۃ ابی المحامد شیرویہ بن شہردار دیلمی کی کتاب "الفردوس" کا مطالعہ کیا تو اسے

(معلومات کا) بے مثل سمندر اور کنوز لطائف کا خزانہ پایا جو الفاظ نبویہ سے پُر تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں اس کا نور خاموش اور اس کے آثار مٹ نہ جائیں لہٰذا حفظ اور حافظوں کی آسانی کے پیش نظر میں نے اس سمندر کی تہہ سے بہترین جواہر کا استخراج کیا اور اسی باغ کے درختوں سے شگوفوں کو وجود میں لایا اور اپنی اس کتاب کا نام "روضۃ الفردوس" رکھا۔

۲۸۔ روایت خجندی

جلال الدین احمد خجندی نے حضرت علیؑ سے متعلق حدیث: "انا منہ و ھو منی" کی توجیہ میں حدیث نور کا ذکر کیا ہے جیسا کہ شہاب الدین احمد "توضیح الدلائل" میں لکھتے ہیں:

"قال العلامة مطلع الكشف و الكرامة جلال الدين احمد خجندی .... و يجوز ان يكون المراد بقوله صلى الله عليه و على آله و بارك وسلم انا منه و هو منى ما قيل انه ورد فى الحديث انا و على من نور واحد اى كل منّا مما منه آلاخر"(۱) علامہ مطلع الکشف والکرامۃ جلال الدین خجندی نے کہا ہے کہ انا منہ و ھو منی سے مراد یہ ہے کہ ہم میں کا ہر ایک دوسرے جیسا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے: میں اور علی ایک نور سے ہیں۔

احوال و آثار

شہاب الدین احمد نے اکثر جگہوں پر خجندی پر اعتماد کیا ہے جو ان کی عظمت و جلالت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور ان کا مختلف جگہوں پر مختلف القاب سے ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ ان کو مطلع الکشف والکرامۃ سے تو دوسری جگہ ان کا ان القاب و الفاظ سے تذکرہ کیا ہے:

"الشیخ الامام العارف العلامۃ، کشف و عرفان و کرامت کے منبع، جامع معقول و منقول، یقین و وصول کی منزل تک پہنچنے والے، جلال الملۃ والشریعۃ والصدق والحق

۱۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص۲۱۲، باب۵ حدیث۲۰۵۔

والحقیقۃ والدین احمد خجندی، شیخ الحرم الشریف النبوی الحمدی قدس روحہ نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ...."(۱)

شہاب الدین احمد نے تیسری جگہ لکھا:

"شیخ العارف، اسوہ ذوی المعارف جلال الدین احمد خجندی قدس سرہ نے عائشہ، معاویہ اور ابوذر کی روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیثیں حدیث طیر کی تائید کرتی ہیں کیونکہ کوئی بھی رسولؐ خدا کی نظر میں زیادہ محبوب نہیں تھا مگر یہ کہ وہ خدا کی نظر میں بھی زیادہ محبوب رہا ہو۔(۲)

چوتھی جگہ لکھا ہے:

"الشیخ المرضی والامام الرضی جلال الدین خجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ بات ثابت ہے کہ رسولؐ خدا نے سارے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا تھا جو مسجد میں کھلتے تھے سوائے دروازۂ علیؑ کے"۔(۳)

پانچویں جگہ لکھا:

"الشيخ الامام الفائق العالم با الشرائع و الطرائق و الحقائق جلال الملة و الدين احمد خجندى مدنى روح الله روحه و انا له كل مقام سنى"(۴) نے کہا: وہ پیدا ہوئے یعنی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور انھوں نے آغوش نبیؐ میں بچپنے ہی سے پرورش و تربیت پائی"۔

۱۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص۱۵۸، حدیث ۴۵۵۔
۲۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص۲۲۰، حدیث ۶۲۶
۳۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص۳۲۰، حدیث ۹۰۰۔
۴۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص۲۰۷، حدیث ۵۹۳۔

۲۹۔روایت شہاب الدین

سید شہاب الدین احمد نے حدیث نور کی روایت کی ہے۔ چنانچہ وہ ''توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل'' (جس کی وثاقت واعتبار کو مجلد حدیث تشبیہ میں بیان کر چکے ہیں) میں لکھتے ہیں:

الف:" عن محمد بن علی بن الحسین عن ابیه عن جده قال قال رسول اللّه صلی اللّه علیه و علی آله و بارک وسلم: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّه تعالیٰ من قبل ان یخلق اللّه سبحانه آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّه تعالیٰ آدم سلک ذالک النور فی صلبه ،فلم یزل اللّه تعالیٰ ینقله من صلب الی صلب حتی اقرّه فی صلب عبد المطلب فقسّمه قسمین قسماً فی صلب عبد اللّه و قسماً فی صلب ابی طالب فعلی منی و انا منه لحمه لحمی و دمه دمی و من احبّه فبحبی احبّه و من ابغضه فبغضی ابغضه" (پانچویں امام) محمد بن علی بن حسین نے اپنے والد (چوتھے امام) سے اور انھوں نے اپنے والد (امام حسینؑ) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ اس کے بعد ہمیشہ اللہ اس نور کو ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں پہنچا اور وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ اس کا ایک حصہ صلب عبداللہ میں آیا اور دوسرا صلب ابوطالب میں۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون۔ جو اس سے محبت کرے گا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جو اس سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

ب:" وعن جابر رضی اللّه تعالیٰ عنه ان النبی صلی اللّه علیه و علی آله و بارک وسلم کان بعرفات و علی کرم اللّه وجهه تجاهه فقال یا

علی ادن منی ضع خمسک فی خمسی یا علی خلقت انا و انت من شجرة انا اصلها و انت فرعها و الحسن و الحسین اغصانها من تعلق بغصن منها ادخله الله الجنة " جابر سے مروی ہے کہ نبیؐ عرفات میں تھے اور آپ کے سامنے علیؑ تھے۔ اس وقت نبیؐ نے فرمایا: اے علی میرے قریب آؤ اور اپنی ہتھیلی میری ہتھیلی پر رکھ دو (اس کے بعد فرمایا) اے علی! میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں اس درخت کی جڑ ہوں اور تم اس کی شاخ ہو اور حسن وحسین اس کی ٹہنیاں ہیں۔ جو بھی ان میں سے کسی سے وابستہ ہوا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

اس کے بعد ان دونوں روایتوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"روی الحدیث الاول الامام الصالحانی ابو حامد محمود بن محمد الذی سافر و رحل و ادرک المشایخ و سمع و اسمع و صنّف فی کل فن وروی عنه خلق کثیر و صحب با العراق ابا موسیٰ المدینی الامام و من فی طبقته باسناده الی الامام الحافظ ابی بکر بن مردویه باسناده مسلسلاً مرفوعاً و الحدیث الثانی الی الامام الحافظ الورع ابی نعیم الاصفهانی وروی الحدیث الثانی الامام شمس الدین محمد بن الحسن بن یوسف الانصاری الزرندی المحدث با الحرم الشریف النبوی المحمدی " (۱) اس میں پہلی روایت کی ابوحامد محمود بن محمد امام صالحانی نے روایت کی ہے، جنہوں نے حصول حدیث کی خاطر بہت زیادہ سفر کیا اور بہت سارے مشائخ کو درک کیا اور ان سے حدیثیں سنیں اور انھوں نے ہر فن میں کتابیں لکھیں ان سے بہت ساروں نے روایت کی ہے۔ انھوں نے عراق میں امام ابوموسیٰ مدینی اور جو ان کے ہم طبقہ تھے ان کی ہم نشینی اختیار کی انھوں نے اپنے اسناد سے امام حافظ ابوبکر

۱۔فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص۱۳۶۔۱۳۵، باب۱، حدیث۳۱۲۔۳۱۳۔

بن مردویہ سے اور انھوں نے اپنے سلسلۂ سند سے پیغمبرؐ اسلام سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور دوسری حدیث کی امام حافظ ابونعیم اصفہانی کے سلسلۂ سند سے روایت کی ہے۔اسی دوسری حدیث کی امام شمس الدین محمد بن حسن بن یوسف انصاری زرندی محدث حرم نبوی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

۳۰۔روایت دولت آبادی

ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی نے احقاق حق وابطال باطل کے لئے اہلسنت کی تین سو کتابوں سے اخذ کر کے ''ھدایۃ السعداء فی جلوۃ الشعراء'' نامی کتاب لکھی جس میں انھوں نے حدیث نور نقل کی ہے۔وہ اس میں لکھتے ہیں:

''جلوہ۲: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو جس چیز سے عزت دی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو اپنا اخ (بھائی) بنایا، یعنی رسولؐ خدا کے چچازاد بھائی تو بہت تھے لیکن ان میں بھائی صرف علی کو بنایا۔ کیونکہ محمدؐ وعلیؑ دونوں ایک نور سے تھے اور علی کے علاوہ بنی ہاشم میں کوئی ایسا نہیں تھا۔ پوری حدیث نور جلوہ نمبر ۷ میں بیان کریں گے۔ و فی المصابیح و المشارق و الخزانة الجلالیة و الدّرر، قال صلی اللہ علیه وسلم یا علی انت منی و انا منک ای انت من نوری و انا من نورک. و فی التمهید فی فضائل الصحابة قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لعلی مرحبا باخی و ابن عمّی و الذی خلقت انا وهو من نور واحد'' اور المصابیح ،المشارق ،الخزانۃ الجلالیۃ اور الدرر میں ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں ۔یعنی تم میرے نور سے ہو اور میں تمہارے نور سے ہوں۔اور التمھید میں فضائل صحابہ میں ہے کہ رسولؐ خدا نے علی کے لئے فرمایا: مرحبا اے میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹے (ابن عم) میں اور وہ (علیؑ) ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔

شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی اسی کتاب (ھدایۃ) میں اس بات کے ثبوت میں حدیث نور

پیش کی ہے کہ سیادت علیؑ اور اہلبیتؑ کے لئے ہے اور جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے کیونکہ منکر حدیث کافر ہے۔انھوں نے اپنے مدعا کو درج ذیل دلیلوں سے ثابت کیا ہے:

''۱۔مشہور حدیث: یا علی انا سید المرسلین و انت سید المسلمین من کنت مولاہ فعلی مولاہ ،یا علی انا سید ولد آدم و انت سید ولدها شم و فی الصحائف، قالت عائشه کنت جالسة عند النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا اتی علی فقال هذا سید العرب فقالت قلت بابی انت و امی لست سید العرب فقال انا سید العالمین و هو سید العرب (اے علی میں سیدالمرسلین اور تم سیدالمسلمین ہو جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔اے علی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور تم اولاد ہاشم کے سردار ہو۔اور صحائف میں عائشہ کا بیان ہے کہ میں نبیؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ علی آگئے ۔حضرتؐ نے دیکھ کر فرمایا: یہ عرب کا سردار ہے ،جس کو سن کر میں (عائشہ) نے کہا میرے ماں باپ فدا جائیں کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں؟ جواب دیا میں کائنات کا سردار ہوں اور یہ عرب کا سردار ہے) یہ حدیث مشہور ومتواتر ہے اب اگر کوئی شخص کہے کہ علی سید وسردار نہیں ہیں جب کہ محمدؐ مصطفیٰ نے فرمایا ہے کہ علی سید وسردار ہیں تو گویا اس نے محمدؐ مصطفیٰ کی تکذیب کی اور تکذیب رسولؐ اللہ کفر ہے۔۲۔علی کی خلقت نور محمدؐ سے ہوئی اور محمدؐ سید وسردار ہیں (لہذا علی بھی سید وسردار ہوئے)۔۳۔علی کی خلقت شجرۂ محمدؐ سے ہوئی جیسا کہ خود حضرتؐ نے فرمایا تھا: ان اللہ خلقنی و علیا من شجرة واحدة'' (خدا نے مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا ہے) اور محمد سید وسردار ہیں (لہذا علی بھی سید وسردار ہوئے)''۔

احوال وآثار

شہاب الدین دولت آبادی کا شمار اہلسنت کے مشہور ومعروف علماء میں ہوتا ہے۔شیخ عبدالحق دہلوی نے ''اخبار الاخیار'' میں ،صدیق حسن خان نے ''ابجد العلوم'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔اور شاہ ولی اللہ

دہلوی نے ''المقدمۃ السنیۃ'' میں انھیں ہندوستان کے علماء وفقہاء میں شمار کیا ہے، اور رشید الدین خان دہلوی نے انھیں ائمۃ الدین اور معتمد قدماء اہلسنت میں قرار دیا ہے اور ان کو احمد بن حنبل، ابن جوزی اور تفتازانی کی طرح بزرگ علماء اہلسنت کی فہرست میں رکھا ہے اور علماء اہلسنت کے ان افراد میں تذکرہ کیا ہے جنھوں نے اہلبیتؑ کے فضائل میں کتابیں لکھی ہیں۔ نیز رشید الدین خان نے اپنی کتاب ''ایضاح لطافۃ المقال'' اور عزۃ الراشدین'' میں شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب سے بہت زیادہ نقل کیا ہے۔ دو نمونے ملاحظہ فرمائیے:

الف: ''ایضاح لطافۃ المقال'' میں لکھتے ہیں:

''ملک العلماء (دولت آبادی) اپنے رسالہ مناقب السادات میں لکھتے ہیں: پہلی حدیث جو کشاف میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''الا و من مات علی حب آل محمد مات مومنا، الا و من مات علی حبّ آل محمد مات مستکمل الایمان، الاومن مات علی حبّ آل محمد مات شهیدا، الا و من مات علی حبّ آل محمد یزف الی الجنة کما یزفّ العروس الی بیت زوجها، الا و من مات علی حبّ آل محمد مات علی السنة و الجماعة، الا و من مات علی حبّ آل محمد جعل الله قبره مزار ملائکة الرحمة ....'' آگاہ ہو جاؤ جو آل محمد کی محبت پر مرے گا وہ مومن مرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ جو آل محمد کی محبت پر مرے گا وہ کامل الایمان مرے گا۔ جو آل محمد کی محبت پر مرے گا وہ شہید مرے گا۔ جو آل محمد کی محبت پر مرے گا جنت کی طرف اس طرح لے جایا جائے گا جیسے دلہن اپنے شوہر کے گھر لے جائی جاتی ہے۔ جو آل محمد کی محبت پر مرے گا وہ سنت والجماعت پر مرے گا۔ جو آل محمد کی محبت پر مرے گا اس کی قبر کو خدا ملائکہ رحمت کی زیارتگاہ بنائے گا۔

نیز فاضل رشید ''عزۃ الراشدین'' میں لکھتے ہیں:

''اکثر علماء اہلسنت یزید پر لعن اور اس کے کفر کے قائل ہیں اس کا ثبوت آج کل کی

رائج کتابیں ہیں۔ علامہ سعد الملۃ والدین تفتازانی نے شرح العقائد الحنفیۃ میں لکھا کہ یزید اسی وقت کافر ہو گیا تھا جب اس نے قتل حسین کا حکم دیا تھا۔۔۔۔ ابن جوزی جو اکابر علمائے حدیث میں ہیں، نے اس موضوع پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''ردّ علی المتعصب العنید من منع ذم یزید'' ہے اور ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی نے اپنے رسالہ ''مناقب السادات'' میں لعن یزید سے متعلق ایک مستقل باب لکھا ہے جس میں جواز لعن یزید کو ثابت کیا ہے''۔

غلام علی آزاد بلگرامی ''سبحۃ المرجان فی علماء ہندوستان'' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا قاضی شہاب الدین بن شمس الدین عمر زاولی دولت آبادی نور ضریحہ دولت آباد دہلی میں پیدا ہوئے اور قاضی عبد المقتدر دہلوی اور مولانا خواجگی کی شاگردی اختیار کی۔ قاضی عبد المقتدر دہلوی ان کے بارے میں کہتے تھے کہ میرے پاس ایک ایسے طالب علم کو لایا گیا جس کے گوشت پوست میں علم رچا بسا تھا۔ جب تیموری لشکر ہندوستان آرہا تھا تو اس کے دہلی پہنچنے سے پہلے مولانا خواجگی وہاں سے نکل کر کالپی پہنچے اور قاضی شہاب الدین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ لیکن قاضی شہاب الدین نے دار الخیر جونپور کا رخ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو والی جونپور سلطان ابراہیم شرقی نے ان کی آمد کو غنیمت سمجھا اور بزرگوں کے درمیان تعظیم و تکریم کی اور انھیں ملک العلماء سے ملقب کیا اور انھوں نے سند افادہ کو زینت بخشی اور کتابیں تالیف کیں جن کی وجہ سے وہ عرب وعجم کے شہسوار بن گئے۔ انھوں نے تالیف کے فانوس میں درج ذیل علمی شمعیں روشن کیں۔ البحر المواج فی تفسیر القرآن العظیم (فارسی میں) نحو میں کافیہ پر حاشیہ لگایا اور یہ ان کی مشہور تصنیف ہے، الارشاد نحو میں کتاب لکھی جس میں تعریف کے ساتھ مثالیں پیش کیں، بدیع المیزان، فن بلاغت میں، مسجع ومقفی عبارت میں تحریر کی۔ اصول فقہ میں شرح بزدوی لکھی جو بحث امر تک ہے، قصیدہ بانت سعادت کی مبسوط شرح کی، تقسیم علوم پر فارسی میں رسالہ لکھا اور مناقب السادات بتلک العبارۃ تالیف

کی۔ ان کا ۲۵ رجب ۸۴۹ھ کو انتقال ہوا اور جونپور کی مسجد سلطان ابراہیم شرقی کے جنوبی حصے میں دفن ہوئے'' (۱)

۳۱۔ روایت ابن حجر عسقلانی

احمد بن علی بن محمد معروف بہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی سلمان سے روایت کی ہے۔ وہ ''تسدید القوس'' حرف خ میں لکھتے ہیں:

''سلمان سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: خلقت انا و علی من نور واحد'' میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔

نیز وہ اسی کتاب کے حرف کاف میں لکھتے ہیں:

''سلمان فارسی سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ'' میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے۔

۳۲۔ روایت حانی

احمد بن محمد حانی حسینی شافعی نے حدیث نور کی روایت کی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''تبرالمذاب فی بیان ترتیب الاصحاب'' میں لکھتے ہیں:

''وروی ای احمد ایضا فی الکتابین المذکورین یعنی المسند والمناقب ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلمّا خلق آدم قسم ذالک فیہ و جعل ذالک جزئین جزاء انا و جزء علی. وزاد صاحب کتاب الفردوس، ثم انتقلنا حتیٰ صرنا فی عبد المطلب و کان لی النبوۃ و لعلیّ الوصیۃ'' احمد (بن حنبل) نے اپنی دونوں کتابوں یعنی مسند و مناقب میں روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے

سبحۃ المرجان فی علماء ہندوستان، ص ۳۹۔

پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب آدم خلق کئے گئے تو ان میں وہ نور تقسیم کیا گیا اور اس کے دو حصے قرار دیئے گئے ایک حصہ سے میں ہوں اور دوسرے حصہ سے علی ہے۔ اور صاحب کتاب الفردوس نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ پھر ہم منتقل ہوتے گئے یہاں تک عبدالمطلب تک پہنچے۔ میرے لئے نبوت کا انتخاب ہوا اور علی کے لئے وصایت کا۔

۳۳۔ روایت وصابی

ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی شافعی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس جیسی حدیثوں کے لئے ایک خاص باب قائم کیا ہے۔ وہ ''الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء'' میں لکھتے ہیں:

''الباب الخامس فیما جاء من قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی علی انّہ کنفسہ وانہ کراسہ و انہ کراسہ من بدنہ و انہما کانا نورین بین یدی اللّٰہ تعالیٰ قبل خلق آدم باربعۃ عشر الف عام و قولہ لا یؤدّی عنّی الا انا و علی. عن سلمان الفارسی قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلمّا خلق اللّٰہ آدم قسم ذالک النور جزئین فجزء انا و جزء علی بن ابی طالب اخرجہ الامام احمد فی المناقب

''پانچواں باب ان حدیثوں سے متعلق ہے جنہیں نبیؐ نے علیؑ کی شان میں ارشاد فرمائی ہیں: مثلاً وہ (علیؑ) نفس رسول ہیں، علی کو رسولؐ سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا وہ دونوں (محمد و علی) دو نور تھے۔ کوئی میرا قرض ادا نہیں کرسکتا سوائے میرے اور علی کے۔ سلمان فارسی کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ خلقت آدم سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا، میں اور علی ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علی ہے۔ اس حدیث کی احمد (بن حنبل) نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

" وعنہ رضی اللّٰہ عنہ ای عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خلقت انا و علی من نور واحد فسبّح اللّٰہ علی متن العرش من قبل ان یخلق ابو نا آدم بالفی الف عام فلمّا خلق آدم علیہ السلام صرنا فی صلبہ ثم نقلنا من کرام الاصلاب الی مطھرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبد المطلب ثم انقسمنا نصفین فصیرنی فی صلب عبد اللّٰہ و صار علی فی صلب ابی طالب فاختار نی باالنبوۃ واختار علیا با الشجاعۃ و العلم والفصاحۃ و اشتق لنا اسماء من اسمائہ فااللّٰہ محمود و انا محمد واللّٰہ الاعلی و ھذا علی . اخرجہ ابن سبوع الاندلسی فی کتابہ الشفا" علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق ہوئے۔ ہمارے باپ آدم کی خلقت سے بیس لاکھ سال پہلے عرش پر اس نور نے اللہ کی تسبیح کی اور جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کے صلب میں آئے، اور پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں پہنچے اور وہاں دو حصوں میں منقسم ہوئے۔ میں صلب عبداللہ میں اور علی صلب ابوطالب میں آئے۔ مجھے اللہ نے نبوت کے لئے اور علی کو شجاعت وعلم وفصاحت کے لئے منتخب کیا اور ہمارے ناموں کو اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔ اس حدیث کی ابن اسبوع اندلسی نے اپنی کتاب "الشفا" میں روایت کی ہے۔

۳۴۔ روایت جمال محدث

جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمٰن شیرازی نیشاپوری معروف بہ جمال الدین محدث (جوشاہ صاحب کے مشائخ اجازہ میں سے ہیں) نے فضائل امیرالمومنین میں لکھی اپنی "اربعین" میں اس حدیث کی روایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"الحدیث الاول :عن ابن عباس قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل من قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام . فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم سلک ذالک النور فی صلبہ و لم یزل اللّٰہ ینقلہ من صلب الی صلب حتّی اقرّہ فی صلب عبد المطلب فقسمہ قسمین قسماً فی صلب عبد اللّٰہ و قسما فی صلب ابی طالب فعلی منی و انا منہ فمن احبّہ فبحبی احبّہ و من ابغضہ فببغضی ابغضہ .وھذا الحدیث ھو المشار الیہ فی البیت المتقدم ذکرہ فی دیباجۃ الکتاب اعنی قولہ: ھما ظھرا شخصین و النور واحد.بنص حدیث النفس و النور فاعلمن " پہلی حدیث: ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے سنا کہ خلقت آدم سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ صلب عبد المطلب میں پہنچا وہاں سے وہ دو حصوں میں تقسیم ہوا ایک حصہ صلب عبداللہ میں آیا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں اس (علی) سے ہوں۔ لہٰذا جو اس (علی) سے محبت کرے گا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جو اس (علیؑ) سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔ اسی حدیث کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے جس کو میں نے مقدمۂ کتاب میں ذکر کیا ہے کہ: ھما ظھرا شخصین و النور واحد.بنص حدیث النفس و النور فاعلمن"۔

جمال محدث نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اس کتاب الاربعین میں صرف معتبر کتابوں سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ وہ خطبہ کے بعد لکھتے ہیں:

" عطاء اللہ بن فضل اللہ معروف بہ جمال الدین محدث حسینی کہتا ہے کہ یہ چالیس

حدیثیں امیرالمومنین،امام المتقین ،یعسوب المسلمین و راس الاولیاء و الصدیقین، مبین مناھج الحق و الیقین ،کاسر الانصاب وھازم الاحزاب ،المتصدق فی المحراب ،فارس میدان اطعان و الضراب ،المخصوص بکرامة الاخوة الانتخاب، کے مناقب میں ہیں جس کو دار الحکمة و مدینة العلم کا دروازہ کہا گیا ہے اور جس کے بارے میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہہ کر اس کو سب سے برتر قرار دیا گیا ہے اور ان ہی کے لئے آنحضرتؐ نے دعا کی تھی: اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ ... گرچہ ان کے فضائل و مناقب شمار نہیں کئے جاسکتے۔ جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: لو ان الریاض اقلام و البحر مداد و الجن حسّاب و الانس کتّاب ما احصوا فضائل علی بن ابی طالب ۔(اگر سارے درخت قلم اور سمندر روشنائی بن جائیں اور جنات گننے والے اور انسان لکھنے والے ہو جائیں تب بھی فضائل علی بن ابی طالب کا احصاء نہیں ہوسکتا۔) اسی طرح ابن عباس سے ایک شخص نے کہا علی بن ابی طالب کے مناقب کتنے زیادہ ہیں میرا خیال ہے کہ تین ہزار ہوں گے۔ ابن عباس نے اس کو جواب دیا اگر تم تیس ہزار مناقب کہتے تو حقیقت سے زیادہ نزدیک تمہاری بات ہوتی۔ اس کے باوجود میں نے اختصار کو پیش نظر صرف چالیس حدیثیں نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے کیونکہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً من امر دینھا بعثہ اللہ تعالیٰ فقیھا عالما. جو میری امت میں چالیس حدیثیں یاد کرے اللہ اس کو فقیہ و عالم مبعوث کرے گا۔ میں نے یہ چالیس حدیثیں اہلبیتؑ کے طریق سے معتبر کتابوں سے جمع کی ہیں۔

احوال و آثار

سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی ملقب بہ محدث، عالم و محدث تھے۔ علماء کی نظر میں ان کی کئی مقبول کتابیں ہیں جن میں سیرت میں "روضة الاحباب" اور فضائل امیرالمومنین میں "الاربعین"

ہیں۔ ان سے قاری نے "مرقاة فی شرح المشکاة" میں نقل کیا ہے اور وہ شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کے مشائخ میں سے ہیں۔

۳۵۔ روایت جُفری

شیخ بن علی بن محمد جفری نے ثابت کیا ہے کہ حدیث نور پیغمبرؐ اسلام کی معتبر حدیث ہے۔ وہ "کنز البراھین الکسبیة و الاسرار الوھبیة الغیبیة" میں لکھتے ہیں:

" وقال صلی اللہ علیہ وسلم کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللہ تعالیٰ آدم قسّم ذالک النور جزئین فجزء انا و جز علی " آنحضرتؐ نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔

احوال و آثار

شیخ بن علی بن محمد جُفری اکابر علماء اعلام میں ہیں۔ محمد بن فضل اللہ محبی "خلاصہ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"شیخ بن علی بن محمد بن عبداللہ بن علوی بن ابی بکر بن جعفر بن محمد بن علی بن محمد بن احمد استاذ الاعظم ،فقیہ المقدم جفری سے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ بہت ساری فضیلتوں کے مالک اور معزز و محترم قاضی تھے۔ ان کا شمار چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا۔ وہ تریس نامی دیہات میں پیدا ہوئے اور وہیں حفظ قرآن کر کے عرفاء سے کسب فیض کیا اور پھر ہندوستان آئے۔ یہاں سے وہ حرمین (مکہ و مدینہ) کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کو معقولات و منقولات پر دسترس حاصل تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ صف اول کے علماء اعلام میں تھے۔ صفر ۱۰۶۳ھ میں بندر شحر میں ان کا انتقال ہوا"۔

۳۶۔روایت ہروی

شیخ محمد واعظ ہروی نے درج ذیل مختلف طرق واسناد سے حدیث نور کی روایت کی ہے اور "ریاض الفضائل" میں اس حدیث کے لئے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

الف: "الفصل الحادی عشر فی کونه صلی اللّه علیه وسلم و کونه کرم اللّه وجهه من نور واحد و کونه خلیفة عن النبی صلی اللّه علیه وسلم قال: ان اللّه عزّوجل انزل قطعة من نور فاسکنها فی صلب آدم فساقها حتی قسّمها جزئین فجعل جزء فی صلب عبد اللّه و جزء فی صلب ابی طالب فاخرجنی نبیاً و اخرج علیاً وصیاً .رواه ابو الحسن المغازلی الشافعی فی المناقب" گیارہویں فصل اس بارے میں ہے کہ آنحضرتؐ اور وہ (علی) کرم اللہ وجہہ ایک نور سے ہیں اور وہ (علیؑ، نبیؐ کے) خلیفہ ہیں۔ نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ نے نور کا ایک ٹکڑا نازل کیا اور اس کو صلب آدم میں رکھا یہاں تک کہ اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ صلب عبداللہ میں اور دوسرا حصہ صلب ابو طالب میں قرار دیا۔ مجھے نبی اور علی کو وصی بنایا۔ ابوالحسن مغازلی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

ب: "و عن سلمان قال سمعت حبیبی محمداً رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم یقول: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّه عزّوجل یسبح اللّه ذالک النور و یقدّسه قبل ان یخلق اللّه آدم بالف عام فلمّا خلق اللّه آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوة و فی علی الخلافة .قدرواه ابو الحسن المغازلی من صحاح الاخبار. اقول ففی النبوة ای ختم النبوة وقوله و فی علی الخلافة ای ختم الخلافة کما کان صلی اللّه علیه وسلم خاتم النبوة کذالک کرمه اللّه وجهه خاتم الخلافة" اور سلمان کا

بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمدؐ رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال پہلے وہ نور خدا کی تسبیح وتقدیس کر رہا تھا۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور ہم صلب عبدالمطلب تک ایک ہی رہے وہاں سے ہم جدا ہوئے۔ مجھ میں نبوت اور علی میں خلافت آئی۔ ابوالحسن مغازلی نے صحیح حدیثوں میں سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرتؐ نے جو یہ فرمایا کہ مجھ میں نبوت آئی یعنی مجھ پر نبوت ختم ہوئی اور یہ کہ علی میں خلافت آئی یعنی علی پر خلافت ختم ہوئی یعنی جس طرح آنحضرتؐ خاتم النبوۃ تھے اسی طرح علی کرم اللہ وجہہ خاتم الخلافۃ تھے۔

ج: "و عنه قال سمعت رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم یقول: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّه عزّوجل قبل ان یخلق اللّه آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّه آدم قسّم ذالک النور جزئین جزء انا و جزء علی بن ابی طالب اخرجه الامام احمد فی المناقب" سلمان ہی کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ اس کا ایک جزء میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔ اس کی احمد نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

د: "وعن المرتضیٰ کرّم اللّه وجهه قال صلی اللّه علیه وسلم : خلقت انا و علی من نور واحد فسبح اللّه تعالیٰ علی متن العرش قبل ان یخلق اللّه ابونا آدم بالفی الف عام فلمّا خلق آدم صرنا فی صلبه ثم نقلنا من کرام الاصلاب الی مطهرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبد المطلب ثم انقسمنا نصفین فصیّرنی فی صلب عبد اللّه و صار علی فی صلب ابی طالب فاختارنی باالنبوة و اختار علیا با الشجاعة و العلم

و الفصاحة و اشتق لنا اسما من اسمائه فاللّٰه محمود و انا محمد و اللّٰه الاعلی و هذا علی اخرجه ابن سبع الاندلسی فی کتابه الشفا" علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ ہمارے باپ آدم کی خلقت سے بیس لاکھ سال پہلے وہ نور عرش پر اللہ کی تسبیح کر رہا تھا۔ جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کے صلب میں آئے پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں پہنچے اور وہاں دو حصوں میں منقسم ہوئے۔ میں صلب عبداللہ میں اور علی صلب ابوطالب میں آئے۔ میرا نبوت کے لئے اور علی کا شجاعت و علم و فصاحت کے لئے انتخاب کیا اور ہمارے ناموں کو اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔ اس کی ابن سبع اندلسی نے اپنی کتاب الشفا میں روایت کی ہے۔

• "قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یا علی خلق اللّٰه نوراً فجزاه فخلق العرش من جزء و الکواکب من جزء و سدرة المنتهی من جزء و امسک جزء من تحت بطنان العرش حتی خلق آدم علیه السلام فاودعه اللّٰه جبهته و کان ینتقل ذالک من اب الی اب الی عبد المطلب فخلقت من جزء و انت من جزء فالانوار کلها من نوری و نورک . من الفوائد الجلالیة للسید جلا الدین البخاری" رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علی اللہ نے ایک نور خلق کیا اور اس کو جز جز کیا اس کے ایک جز سے عرش، ایک جز سے ستارے اور ایک جز سے سدرۃ المنتہیٰ خلق کئے اور ایک جز کو زیر عرش محفوظ رکھا یہاں تک کہ آدم خلق کئے گئے اس وقت خدا نے اس نور کو ان کی پیشانی میں منتقل کیا۔ یہ نور عبدالمطلب تک ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ صلب عبدالمطلب میں یہ دو حصوں میں منقسم ہوا ایک حصہ عبداللہ اور دوسرا حصہ ابوطالب کی طرف منتقل ہوا۔ ایک حصہ سے میں خلق کیا گیا اور دوسرے حصے سے تم خلق کئے گئے۔

لہذا سارے انوار میرے اور تمہارے نور سے ہیں۔ اس کی سید جلال الدین بخاری نے فوائد جلالیہ میں روایت کی ہے۔

۳۷۔ روایت احمد بن ابراہیم

احمد بن ابراہیم نے اپنی کتاب "جواھر الحفائس" میں حدیث نور کی روایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

" روی سلمان قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :خلقت انا و علیّ من نور واحد قبل ان یخلق آدم باربعة الاف عام فلمّا خلق اللّٰه آدم رکب ذالک النور فی صلبه و لم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد اللّٰه ففیّ عادت النبوة و فی علیّ الخلافة " سلمان کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خلقتِ آدم سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور ہم ہمیشہ ایک ہی رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے ہم میں نبوت آئی اور علی میں خلافت۔

۳۸۔ روایت سید محمد ماہ عالم

سید محمد بن سید جلال ماہ عالم نے "تذکرۃ الابرار" میں حدیث نور کی صحت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو نقل کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث معتبر حدیثوں میں سے ہے۔ وہ حضرت علیؑ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان کا ظاہر مبارک اور اسرار سبحانی کا مظہر، ان کا باطن کریم اور انوار ربانیہ کے نزول کی جگہ ہے۔ گردشِ لیل ونہار ان کے فضائل و مناقب بیان نہیں کرسکتے۔ ان کے فضائل کا احصاء اور ان کے کمالات کا احاطہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کا نسب شریف خیر الانام (محمد مصطفیٰ) کی معتبر حدیث سے جانا جاسکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:" انا و علی من نور واحد (میں اور علی ایک نور سے ہیں) اور آپ کے حسب کی عظمت آنحضرت کی اس حدیث سے واضح ہے: انت اخی فی الدنیا و الآخرة (تم ہی

دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو) اور آپ کی وسعت علمی کا اندازہ اس صحیح حدیث سے ہوتا ہے: انا مدینة العلم و علی بابها (میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے) اور آپ کے جود و سخا کی وسعت قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوتی ہے: الذین ینفقون اموالهم باللیل و النهار سراً و علانیة ۔ اور آپ کی شجاعت کا پتہ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار سے ملتا ہے اور روز خندق جنگ علی کا امت کے اعمال سے افضل ہونا ان کی فضیلت کو روشن کر رہی ہے"۔

۳۹۔ روایت محمد صدر عالم

محمد صدر عالم نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ چنانچہ وہ "معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ" میں لکھتے ہیں:

"اخرج ابن اسبوع الاندلسی فی کتاب الشفا عن علی قال قال رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم: خلقت انا و علی من نور واحد فسبح اللّه علی متن العرش من قبل ان یخلق ابو نا آدم بالفی الف عام فلمّا خلق آدم صرنا فی صلبه ثم نقلنا من کرام الاصلاب الی مطهرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبد المطلب ثم انقسمنا نصفین فصیّر نی فی صلب عبد اللّه و صار علی فی صلب ابی طالب و اختارنی با النبوة و اختار علیا با الشجاعة و العلم و الفصاحة و اشتق لنا اسماً من اسمائه فاللّه محمود و انا محمد و اللّه الاعلی و هذا علی" ابن اسبوع اندلسی نے کتاب الشفا میں علی سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ ہمارے باپ آدم کی خلقت سے بیس لاکھ سال پہلے اس نور نے عرش پر اللہ کی تسبیح کی۔ جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کے صلب میں آئے پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ صلب عبد المطلب میں پہنچے اور وہاں دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ میں صلب عبد اللہ میں اور علی صلب ابو طالب میں آئے۔ میرا نبوت کے لئے اور علی کا شجاعت و علم و فصاحت کے لئے انتخاب

کیا اور ہمارے ناموں کو اپنے ناموں سے مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔

محمد صدر عالم "معارج العلی" ہی میں حضرت علیؑ کے دیگر فضائل بیان کرنے اور کلام ابن عربی کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ویؤیّد ماقلنا ما اخرجه الامام احمد فی المناقب عن سلمان الفارسی قال: سمعت رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم یقول: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّه تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلمّا خلق اللّه آدم قسّم ذالک النور جزئین فجزء انا و جزء علی بن ابی طالب. و یؤیّده ایضاً قوله صلی اللّه علیه وسلم: یا علی کنت مع الانبیاء سرّاً و معی جهراً" میری بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کی امام احمد (بن حنبل) نے اپنی مناقب میں سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ میں (سلمان) نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ خلقت آدم سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علی بن ابی طالب ہے۔ اور اسی کی تائید اس حدیث پیغمبرؐ سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: اے علی تم دیگر انبیاء کے ساتھ مخفی طور پر تھے اور میرے ساتھ علنی طور پر ہو۔

۴۰۔ روایت آزاد بلگرامی

حسان الھند غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب "شجرۃ طیبہ" میں بطور احتجاج و استدلال ابن اسبوع اندلسی کی کتاب الشفا سے حدیث نور نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"روی عن علی رضی اللّه عنه قال قال رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم: خلقت انا و علی من نور واحد، فسبح اللّه علی متن العرش من قبل ان یخلق ابونا آدم بالفی الف عام فلمّا خلق آدم صرنا فی صلبه

ثم نقلنا من كرام الاصلاب الى مطهرات الارحام حتى صرنا في صلب عبد المطلب ثم انقسمنا نصفين فصيّرني في صلب عبد الله و صار علي في صلب ابي طالب واختارني باالنبوة واختار عليا با الشجاعة والعلم والفصاحة و اشتق لنا اسما من اسمائه فالله محمود و انا محمد والله الاعلىٰ وهذا علي اخرجه ابن اسبوع الاندلسي في كتاب الشفا " علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ ہمارے باپ آدم کی خلقت سے بیس لاکھ سال پہلے عرش پر اس نور نے تسبیح کی اور جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کے صلب میں آئے۔ پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم صلب عبد المطلب میں پہنچے پھر ہم دو حصوں میں منقسم ہوئے۔ میں صلب عبداللہ میں اور علی صلب عبدالمطلب میں آئے۔ مجھے نبوت کے لئے اور علی کو شجاعت و علم و فصاحت کے لئے منتخب کیا گیا اور اللہ نے ہمارے ناموں کو اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔

احوال وآثار

صدیق حسن خان قنوجی نے ''ابجد العلوم'' اور ''اتحاف النبلاء'' میں غلام علی آزاد بلگرامی کے حالات خود ان ہی کی خود نوشت سے لکھے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

''سید غلام علی آزاد بن سید نوح حسینی واسطی حنفی ملقب بہ حسان الہند ۲۵ صفر ۱۱۱۶ھ کو بلگرام میں پیدا ہوئے اور ابتدا سے آخر تک کی ساری درسی کتابیں سید طفیل محمد سے پڑھیں اور لغت و سیرت و حدیث اور عربی و فارسی شاعری کے لئے اپنے نانا سید عبد الجلیل بلگرامی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور عروض و قوافی اپنے ماموں سید محمد سے کسب کئے۔ وہ مکہ گئے اور اس کی روداد سبحۃ المرجان میں لکھی۔ مدینہ میں شیخ محمد حیات سندھی سے صحیح بخاری پڑھی اور صحاح ستہ کا اجازہ ان سے لیا۔ ان کی تالیفات میں ضوء

الدراری شرح صحیح البخاری، تسلیۃ الفواد، سبحۃ المرجان، شفاء العلیل، غزلان الہند، سند السعادۃ، سرو آزاد، خزانۂ عامرہ، ید بیضاء، روضۃ الاولیاء اور ماثر الکرام تاریخ بلگرام وغیرہ ہیں۔ ۱۱۹۴ھ میں اورنگ آباد میں انتقال ہوا''۔

حدیث نور کے شواہد

یہاں تک میں نے ثابت کیا کہ حدیث نور کے ثقات محدثین وحفاظ نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے اور اس کے قطعی الصدور ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اب اس حدیث کے شواہد و مؤیدات پیش کررہے ہیں تاکہ حق واضح اور مخالفین پر حجت تمام ہوجائے۔

پہلی حدیث: حدیث شجرہ

یہ حدیث بتارہی ہے کہ رسولؐ خدا اور حضرت علیؑ ایک درخت سے خلق کئے گئے تھے جب کہ باقی لوگ مختلف درختوں سے خلق ہوئے ہیں۔ اس حدیث کی جن ائمہ وحفاظ نے روایت کی ہے وہ یہ ہیں: ۱۔ طبرانی، ۲۔ حاکم نیشاپوری، ۳۔ ابن مردویہ اصفہانی، ۴۔ ابن مغازلی واسطی، ۵۔ شیرویہ دیلمی ہمدانی، ۶۔ خطیب خوارزمی، ۷۔ زرندی، ۸۔ شہاب الدین احمد، ۹۔ نوربخشی، ۱۰۔ میبدی یزدی، ۱۱۔ سیوطی، ۱۲۔ ملامتقی ھندی، ۱۳۔ وصابی یمنی، ۱۴۔ جمال الدین محدث، ۱۵۔ مناوی، ۱۶۔ جفری، ۱۷۔ میرزا محمد بدخشانی، ۱۸۔ محمد صدر عالم، ۱۹۔ نظام الدین دہلوی، ۲۰۔ محمد مبین لکھنوی۔

مختلف الفاظ میں وارد ہونے والی حدیث شجرہ کے اسناد کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے راوی ثقات محدثین، مشاہیر حفاظ اور کبار علماء میں ہیں۔ یہاں مذکورہ علماء کی روایتیں پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ روایت حاکم

ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری ''المستدرک علی الصحیحین'' کی کتاب التفسیر میں لکھتے ہیں:

''مجھ سے حسین بن علی تمیمی نے بیان کیا، انھوں نے ابوالعباس احمد بن محمد سے، انھوں نے ہارون بن حاتم سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن ابی حماد سے، انھوں نے اسحاق بن یوسف سے، انھوں نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اور انھوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ جابر کا بیان ہے: ''سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بعلی: یا علی الناس من شجرہ شتّی و انا وانت من شجرۃ واحدۃ ثم قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و جنات من

اعناب وزرع و نخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد .ھذا حدیث صحیح الاسناد'' میں نے علیؑ سے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ سارے لوگ مختلف درختوں سے اور ہم اور تم ایک درخت سے ہیں۔ پھر رسولؐ خدا نے اس آیت کی تلاوت کی: و جنات من اعناب ..... یہ حدیث صحیح السند ہے۔(۱)

۲۔ روایت ابن مغازلی

ابن مغازلی لکھتے ہیں:

''ہم سے ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر نے بیان کیا، انھوں نے ابوزکریا سے، انھوں نے حافظ عبدالرحمٰن بن احمد بن نصر ازدی سے، انھوں نے حافظ ابومحمد عبدالغنی بن سعید ازدی سے، انھوں نے یوسف بن قاسم میانجی سے، انھوں نے علی بن عباس مقانعی سے، انھوں نے محمد بن مروان سے، انھوں نے ابراہیم بن حکم سے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے ابو مالک سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انا و علی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتّی ''(۲) رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔

۳۔ روایت دیلمی

''ابن عباس انا وعلی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتّی '' (۳)
ابن عباس کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۲۶۳، حدیث ۲۹۳۹۔
۲۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۳۶۶، حدیث ۳۵۳۔
۳۔ فردوس الاخبار، ج ۱، ص ۴۳، حدیث ۱۱۲۔

۴۔ روایت خوارزمی

اخطب خوارزمی لکھتے ہیں:

''ہم سے سید الحفاظ ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی نے بیان کیا، انھوں نے رئیس عبدوس بن عبداللہ بن عبدوس ہمدانی سے، انھوں نے شریف ابو طالب فضل بن محمد جعفری سے، انھوں نے حافظ ابو بکر بن مردویہ سے، انھوں نے اپنے جد سے، انھوں نے عبداللہ بن اسحاق بغوی سے، انھوں نے محمد بن احمد بن ابو العوام سے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے عمر بن عبد الغفاری سے، انھوں نے محمد بن علی سلمی سے، انھوں نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اور انھوں نے جابر سے روایت کی ہے۔

جابر کا بیان ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتّی " (۱) رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔

۵۔ روایت زرندی

زرندی لکھتے ہیں:

" قال جابر بن عبد اللّٰه سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لعلی، الناس من شجر شتّی وانا و انت من شجرة واحدة ثم قرء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و فی الارض قطع متجاورات حتی بلغ یسقی بماء واحد " (۲) جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو علی سے فرماتے ہوئے سنا کہ سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔ پھر نبیؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ و فی الارض قطع ....''۔

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۱۴۳، حدیث ۱۶۵۔
۲۔ نظم درر السمطین، ص ۷۹۔

۶۔ روایت شہاب الدین احمد

سید شہاب الدین احمد ''توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل'' میں لکھتے ہیں:

''عن جابر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه انه سمع النبی صلی اللّٰه علیه وآله و بارک وسلم یقول: الناس من شجر شتّی وانا و انت یا علی من شجرة واحدة ثم قرء رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و علی آله و بارک وسلم و فی الارض قطع متجاورات حتّی بلّغ یسقی بماء واحد رواه الصالحانی باسناده الی الحافظ ابن مردویه ورواه ایضا الشیخ شمس الدین الزرندی " (۱) جابر بن عبداللہ نے نبی کو کہتے ہوئے سنا کہ سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور اے علی تم ایک درخت سے ہیں۔ پھر حضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کی: وفی الارض قطع متجاورات.... اس کی صالحانی نے اپنے اسناد سے حافظ ابن مردویہ سے روایت کی ہے نیز اس کی شیخ شمس الدین زرندی نے بھی روایت کی ہے۔

۷۔ روایت نوربخشی

شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی جیلانی لاہجی ''شرح گلشن راز'' میں فضائل علیؑ میں لکھتے ہیں:

''رسالتمآب صلی اللّٰه علیہ وسلم نے فرمایا: ان علیاً منّی و انا منه وهو ولی کل مومن و ایضاً انا نقاتل علی تنزیل القرآن و علی یقاتل علی تاویل القرآن و ایضاً قال انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیات الباب و قال ایضاً انا و علی من شجرة واحدة و الناس من اشجار شتّی و ایضاً قسمت الحکمة علی عشرة اجزاء فاعطی علی تسعة و الناس جزءً واحد و ایضاً اوصیٰ من آمن بی و صدقنی بولایة علی بن ابی طالب

۱۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص ۱۴۶، باب ۱، حدیث ۳۱۴۔

فمن تولّاه فقد تولّانی و من تولّانی فقد تولی اللّه و ایضاً قال لمّا اسری بی لیلة المعراج فاجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللّه الیّ سَلهم یا محمد بماذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شهادة ان لا اله الا اللّه و علی الاقرار بنبوّتک والولایة لعلی بن ابی طالب "(۱)

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کا ولی ہے۔ نیز فرمایا: ہم تنزیل قرآن پر جنگ کر رہے ہیں اور علی تاویل قرآن پر جنگ کرے گا۔ حضورؐ ہی نے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے اس دروازے پر آئے۔ آپ نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ نیز فرمایا: حکمت کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا اس کے نو حصے علیؑ کو عطا کئے گئے اور ایک حصہ میں سارے لوگ شریک ہیں۔ نیز فرمایا: مجھ پر جو ایمان لایا اور میری تصدیق کی اس کو میں حکم دیتا ہوں کہ وہ علی بن ابی طالب کی ولایت کا اقرار کرے کیونکہ جس نے اس کو ولی بنایا گویا اس نے مجھ کو ولی بنایا اور جس نے مجھ کو ولی بنایا اس نے خدا کو ولی بنایا..... حضورؐ ہی نے فرمایا: جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو تمام انبیاء میرے گرد جمع ہو گئے اللہ نے وحی نازل کی: اے محمدؐ ان سے پوچھو کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے؟ انبیاء نے جواب دیا ہم مبعوث ہوئے تھے اللہ کی وحدانیت، آپ کی نبوت اور علی کی ولایت کے عہد و اقرار پر۔

۸۔ روایت میبدی

حسین میبدی لکھتے ہیں:

"جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**الناس من شجرة شتّی**

۱۔ شرح گلشن راز، ص۳۳۱۔

و انا و انت یا علی من شجرة واحده" (۱) (سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور اے علی تم ایک درخت سے ہیں) پھر اس آیت کی تلاوت کی: **وفی الارض قطع .....**"۔

۹۔ روایت سیوطی

سیوطی "القول الجلی فی فضائل علی" میں لکھتے ہیں:

"**الحدیث الثالث عشر عن جابر ان رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم قال: انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتّی، اخرجه الدیلمی**" (۲) تیرہویں حدیث جابر سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ اس کی دیلمی نے روایت کی ہے۔

۱۰۔ روایت متقی ھندی

ملا متقی کنز العمال میں لکھتے ہیں:

"جابر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: **انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتّی، الدیلمی عن جابر**" (۳) میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ اس کی دیلمی نے جابر سے روایت کی ہے۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"**یا علی الناس من شجرة شتّی و انا و انت من شجرة واحدة عن جابر**" (۳) حاکم نے جابر سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علی سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔

۱۔ الواتح شرح دیوان امیر المومنین، ص۱۱۱۔
۲۔ القول الجلی فی فضائل علی، حدیث ۱۳۔
۳۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۸، حدیث ۳۲۹۴۳۔

۱۱۔ روایت وصابی

وصابی ''الاکتفاء'' میں لکھتے ہیں:

''عن جابر رضی اللّٰه عنه قال انا و علیّ من شجرة واحدة و الناس من اشجار شتّی، اخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس'' جابر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ اس کی دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کی ہے۔

نیز وہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

''عنه ای عن علی قال قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم :اشبهت خلقی و خلقی وانت من شجرتی التی انا منها اخرجه الخطیب فی فضائل الصحابة'' علی سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے (حضرت علیؑ سے) فرمایا: تم میرے خَلق و خُلق میں مجھ سے مشابہ ہو اور جس درخت سے تم ہو اسی سے میں بھی ہوں۔ اس کی خطیب نے فضائل الصحابہ میں روایت کی ہے۔

۱۲۔ روایت جمال الدین محدث

وہ ''اربعین در مناقب امیرالمومنین'' میں لکھتے ہیں:

'' الحدیث الرابع عن جابر بن عبد اللّٰه الانصاری قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لعلی بن ابی طالب: الناس من شجر شتّی و انا من شجرة واحدة ثم قرأ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و فی الارض قطع متجاورات حتی بلغ یسقی بماء واحد '' چوتھی حدیث جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں (جابر) نے رسول خداؐ کو علیؑ سے کہتے ہوئے سنا کہ سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔ پھر نبیؐ نے اس آیت کی تلاوت کی و فی الارض قطع متجاورات حتی بلغ یسقی بماء واحد۔

۱۳۔ روایت مناوی

مناوی ''کنوز الحقائق'' میں لکھتے ہیں:

''انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتّی، فرای اخرجه الدیلمی فی الفردوس '' (ا) آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ اس کی دیلمی نے الفردوس میں روایت کی ہے۔

۱۴۔ روایت بُخری

شیخ بن محمد بُخری ''کنز البراهین الکسبیة والاسرار الوهبیة الغیبیة لسادات المشائخ الطریقة العلویة الحسینة الشیعیة'' میں لکھتے ہیں:

''وقال صلی اللّٰه علیه وسلم :الناس من شجرة شتّی و انا و علی من شجرة واحدة '' آنحضرتؐ نے فرمایا: سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور علی ایک درخت سے ہیں۔

۱۵۔ روایت بدخشی

بدخشی ''مفتاح النجا'' میں لکھتے ہیں:

''اخرج الطبرانی فی الاوسط عن جابر والدیلمی عنه و عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :الناس من شجر شتّی و انا و علی من شجرة واحدة '' طبرانی نے معجم الاوسط میں جابر سے اور دیلمی نے جابر اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور علی ایک درخت سے ہیں۔

ا۔ کنوز الحقائق برحاشیہ جامع صغیر، ج ا، ص ۸۰۔

نیز وہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"واخرج یعنی ابن مردویه عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول: یا علی الناس من شجر شتّی و انا و انت من شجرة واحدة ثم قرأ النبی صلی الله علیه وسلم و جنات من اعناب وزرع و نخیل صنوان و غیر صنوان یسقی بماء واحد" ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ انھوں (جابر) نے رسول کو کہتے ہوئے سنا کہ اے علی سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں پھر حضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کی: و جنات ...."

۱۶۔ روایت صدر عالم

محمد صدر عالم "معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ" کے معراج الثامن میں لکھتے ہیں:

"اخرج الحاکم عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یا علی الناس من شجر شتّی و انا وانت من شجرة واحدة" حاکم نے جابر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علی سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔

۱۷۔ روایت نظام الدین دہلوی

نظام "تحفۃ المحبین" میں لکھتے ہیں:

"اخرج الحاکم و ابن مردویه عن جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لعلی: یا علی الناس من شجر شتّی وا نا وانت من شجرة واحدة وهو صحیح علی رای الحاکم" حاکم اور ابن مردویہ نے جابر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علی سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔ یہ حدیث حاکم نیشاپوری کی نظر میں صحیح ہے۔

۱۸۔ روایت مبین لکھنوی

محمد مبین "وسیلۃ النجاۃ" میں لکھتے ہیں:

"اخرج الحاکم و ابن مردویه عن جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لعلی: یا علی الناس من شجر شتّی وانا و انت من شجرة واحدة وهو صحیح علی رای الحاکم" حاکم اور ابن مردویہ نے جابر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے علی سے فرمایا: اے علی سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔ حاکم کی نظر میں مذکورہ حدیث صحیح ہے۔

دوسری حدیث: حدیث شجرہ دوسرے اسلوب میں

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسالتمآبؐ جس درخت سے خلق کئے گئے ہیں اس کی جڑ خود آپ ہیں ،امیر المومنینؑ اس کی شاخ ہیں اور حسن و حسینؑ اس کی ٹہنیاں ہیں۔ اس حدیث کی درج ذیل علماء و حفاظ نے روایت کی ہے: ۱۔عبداللہ بن احمد بن حنبل ،۲۔طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ ،۳۔ابونعیم اصفہانی ،۴۔ابن مغازلی شافعی ،۵۔ابن عساکر دمشقی ،۶۔گنجی شافعی ،۷۔شمس الدین دولت آبادی ،۸۔شہاب الدین احمد۔

اب ہم ان کی روایتیں پیش کر رہے ہیں:

۱۔ روایت عبداللہ ابن احمد ابن حنبل

عبداللہ بن احمد "زوائد المسند" میں لکھتے ہیں:

"ہم سے علی بن اسحاق بن عیسیٰ نے بیان کیا ،انھوں نے عثمان بن عبداللہ سے ،انھوں نے عبداللہ بن لہیعہ سے اور انھوں نے ابن ابی زبیر مکی سے روایت کی ہے۔ مکی کا بیان ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسولؐ خدا عرفات میں تھے اور علی ان کے سامنے تھے۔ نبیؐ نے اشارہ سے علی کو بلا کر فرمایا: ضع خمسک فی خمسی یعنی کفک فی کفّی یا علی خلقت انا و انت من شجرة انا اصلها و انت فرعها و الحسن و الحسین اغصانها فمن تعلق بغصن

منها ادخله اللّٰه الجنة .یا علی لو ان امتی صاموا حتی یکونوا کا الحنایا و صلّوا حتی یکونوا کا الاوتاد ثم ابغضوک لاکبهم اللّٰه تبارک و تعالی علی وجوههم فی النار "اپنی ہتھیلی میری ہتھیلی پر رکھ دو (اس کے بعد فرمایا) اے علی میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں اس درخت کی جڑ ہوں، تم اس کی شاخ اور حسن وحسین اس کی ٹہنیاں ہیں۔ جو کوئی بھی ان سے وابستہ ہوا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اے علی اگر میری امت اتنے روزے رکھے کہ مثل کمان کے ہو جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ کمان کے تانت جیسی ہو جائے مگر تمہاری طرف سے بغض رکھے تو خدا اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔

۲۔ روایت ابونعیم اصفہانی

ابونعیم "منقبۃ المطہرین" میں لکھتے ہیں:

"عن جابر ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان بعرفات و علی تجاهه فقال: یا علی ادن منی ضع خمسک فی خمسی یا علی خلقت انا و انت من شجرة انا اصلها و انت فرعها و الحسن و الحسین اغصانها من تعلق بغصن منها ادخله الجنة" جابر سے مروی ہے کہ نبیؐ عرفات میں تھے اور علی ان کے سامنے تھے۔ نبیؐ نے فرمایا: اے علی میرے پاس آؤ اور اپنی ہتھیلی میری ہتھیلی پر رکھ دو۔ (پھر فرمایا) اے علی میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں ۔ میں اس کی جڑ ہوں، تم اس کی شاخ ہو اور حسن وحسین اس کی ٹہنیاں ہیں۔ جو ان سے کسی سے وابستہ ہوا اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۳۔ روایت ابن مغازلی

ابن مغازلی اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

""پیغمبر اسلامؐ کی اس حدیث: خلقت انا و انت من شجرة کے بارے میں ہم سے ابونصر احمد بن موسیٰ بن عبدالوہاب بن طحان نے بیان کیا، انھوں نے قاضی ابو

الفرج احمد بن علی حنوطی سے، انھوں نے عبدالحمید سے، انھوں نے عبداللہ بن محمد بن ناجیہ سے، انھوں نے عثمان بن عبداللہ قرشی سے، انھوں نے عبداللہ بن لہیعہ سے جن کا نام محمد بن عبداللہ بن تدرس ہے اور انھوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ جابر کا بیان ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا عرفات میں تھے اور علی ان کے سامنے تھے۔ حضرتؐ نے ان کو قریب بلا کر کہا:" یا علی ضع خمسک فی خمسی ،خلقت انا وانت من شجرة فانا اصلها و انت فرعها والحسن و الحسین اغصانها فمن تعلّق بغصن منها ادخله اللّٰه الجنة" (۱) اپنی ہتھیلی میری ہتھیلی میں دو (پھر فرمایا) میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں اس کی جڑ ہوں، تم اس کی شاخ ہو اور حسن وحسین اس کی ٹہنیاں ہیں جو شخص ان میں سے کسی سے وابستہ ہوا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

نیز ابن مغازلی اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

""حدیث کے اس ٹکڑے ضع خمسک فی خمسی کے بارے میں ہم سے احمد بن مظفر عطار نے بیان کیا، انھوں نے عبداللہ بن محمد ملقب بہ حافظ ابن سقا سے، انھوں نے احمد بن محمد بن زنجویہ مخزومی سے، انھوں نے عثمان بن عبداللہ عثمانی سے، انھوں نے ابن لہیعہ سے اور انھوں نے ابوزبیر سے روایت کی ہے۔ ابوزبیر کا بیان ہے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا عرفات میں تھے اور علی ان کے سامنے تھے ۔ حضرتؐ نے اشارہ کر کے کہا کہ اے علی میرے نزدیک آؤ جب وہ قریب پہنچے تو فرمایا: ضع خمسک فی خمسی فجعل کفّه فی کفّه فقال: یا علی خلقت انا و انت من شجرة انا اصلها و انت فرعها والحسن و الحسین اغصانها فمن تعلق بغصن منها ادخله اللّٰه الجنة یا علی لو انّ امتی صاموا حتی یکونوا کا الحنایا و صلوا حتی یکونوا کا الاوتار و ابغضوک لاکبهم

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۱۴۷، حدیث ۱۳۲۔

اللّہ فی النار " (۱) اپنی ہتھیلی میری ہتھیلی میں دو۔ اور پھر علیؑ کی ہتھیلی اپنی ہتھیلی میں رکھ کر فرمایا: اے علی میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں اس کی جڑ ہوں تم اس کی شاخ ہو اور حسن وحسین اس کی ٹہنیاں ہیں۔ جو کوئی بھی ان سے کسی سے وابستہ ہو خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اے علی میری امت اگر اتنا روزہ رکھے کہ مثل کمان کے ہو جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ کمان کے تانت جیسی ہو جائے لیکن وہ تم سے بغض رکھے تو خدا ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

۴۔ روایت گنجی

محمد بن یوسف محمد گنجی نے "کفایۃ الطالب" میں درج ذیل طرق واسناد سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

الف: "اٹھانواں باب علی علیہ السلام کی اس فضیلت سے مخصوص ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ اس بارے میں ہم سے علامہ قاضی القضاۃ صدر الشام ابوالفضل محمد بن قاضی القضاۃ شیخ المذاہب ابوالمعالی محمد بن علی قرشی نے بیان کیا، انھوں نے حجۃ العرب زید بن حسن کندی سے، انھوں نے ابومنصور قزاز سے، انھوں نے زین الحفاظ و شیخ اھل الحدیث علی الاطلاق احمد بن علی بن ثابت بغدادی سے، انھوں نے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ سے، انھوں نے محمد بن مظفر سے، انھوں نے ابوجعفر حسین بن حفص خثعمی سے، انھوں نے عباد بن یعقوب سے، انھوں نے یحییٰ بن بشیر کندی سے، انھوں نے اسماعیل بن ابراہیم ہمدانی سے، انھوں نے اسحاق سے، انھوں نے حارث سے، انھوں نے علی سے، انھوں نے عاصم بن ضمرہ سے اور انھوں نے (حضرت) علیؑ سے روایت کی ہے۔ علیؑ کا بیان کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : شجرۃ انا اصلھا و علی فرعھا والحسن و الحسین ثمرھا و الشیعہ ورقھا فھل یخرج من الطیب الا الطیب ، انا مدینۃ العلم و

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۳۶۰، حدیث ۳۴۰۔

علی بابھا من اراد المدینۃ فلیات الباب .قلت ھکذا روی الخطیب فی تاریخہ " (۱) رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ نے مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا ہے میں اس کی جڑ ہوں، علی اس کی شاخ ہے، حسن وحسین اس کے پھل ہیں اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔ کیا پاکیزہ سے سوائے پاکیزہ کے کچھ اور ظاہر ہو سکتا ہے؟ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ جو شہر میں آنا چاہتا ہے وہ دروازے پر آئے۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اسی طرح کی حدیث کی خطیب نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔

ب: "ہم سے حافظ یوسف بن خلیل بن عبداللہ دمشقی نے بیان کیا، انھوں نے محمد بن اسماعیل بن محمد طرسوی سے، انھوں نے ابومنصور محمد بن اسماعیل صیرفی سے، انھوں نے ابوالحسن بن فاذشاہ سے، انھوں نے حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی سے، انھوں نے حسن بن ادریس شوشتری سے، انھوں نے ابوعثمان طالوت بن عباد صیرفی بصری سے، انھوں نے فضال بن جبیر سے اور انھوں نے ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے۔ باہلی کا بیان ہے: قال رسول اللّہ صلی اللّہ علیہ وسلم ان اللّہ خلق الانبیاء من اشجار شتّی و خلقنی و علیا من شجرۃ واحدۃ، فانا اصلھا و علی فرعھا و فاطمۃ لقاحھا والحسن و الحسین ثمرھا .فمن تعلق بغصن من اغصانھا نجا و من زاغ عنھا ھویٰ . و لو انّ عبداً عبد اللّہ بین الصفا و المروۃ الف عام ثم الف عام ثم الف عام ثم لم یدرک محبتنا اکبّہ اللّہ علی منخریہ فی النار. ثم تلا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ. قلت ھذا حدیث عال رواہ الطبرانی فی معجمہ کما اخرجناہ سواء ، ورواہ محدث الشام فی کتابہ بطرق شتّی " رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص ۳۳۷، باب ۵۸، حدیث ۱۴۸۔

خلق کیا اور مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا۔ میں اس کی جڑ ہوں، علی اس کی شاخ ہے، فاطمہ اس کا پھول ہے اور حسن وحسین اس کے پھل ہیں۔ پس جس نے ان میں سے کسی سے تعلق رکھا اس نے نجات پائی اور جس نے ان سے منہ موڑا وہ ہلاک ہوا۔ اگر کوئی شخص صفا ومروہ کے درمیان خدا کی ایک ہزار سال عبادت کرے اور پھر ایک ہزار سال عبادت کرے اس کے بعد پھر ایک ہزار سال عبادت کرے مگر اس کے دل میں ہماری (ہم اہلبیت کی) محبت نہ ہو تو خدا اس کو جہنم کے آخری طبقہ میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت کی: قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی (کم سلسلۂ سند کے ساتھ) اجلۂ رواۃ نے روایت کی ہے اور طبرانی نے اپنی معجم میں اور محدث شام (ابن عساکر) نے اپنی کتاب میں مختلف طرق واسناد سے اس کی روایت کی ہے۔

ج: ''ہم سے شیخان محمد بن سعید بن موفق خازن نیشاپوری نے بغداد میں اور ابراہیم بن عثمان کاشغری نے نہر معلّی میں بیان کیا، ان دونوں نے حافظ ابوالقاسم علی بن حسن شافعی سے، انھوں نے ابویعلی حمزہ بن احمد بن عبداللہ بن علی مقری سے، انھوں نے ابو طالب عمر بن ابراہیم بن سعید زاہدی فقیہ سے، انھوں نے ابوبکر محمد بن غریب بزار سے، انھوں نے ابوالعباس احمد بن موسیٰ بن زنجویہ قطان سے، انھوں نے عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے، انھوں نے عبداللہ بن لہیعہ سے اور انھوں نے ابوزبیر سے روایت کی ہے۔ ابوزبیر کا بیان ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسولؐ خدا عرفات میں تھے اور علیؑ ان کے سامنے تھے۔ آنحضرتؐ نے علیؑ کی طرف اشارہ کیا ہم بھی رسولؐ خدا کے نزدیک آگئے۔ آپ نے کہا علی میرے نزدیک آؤ۔ علی آپ کے نزدیک ہوگئے۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا: ضع خمسک و خمسی یعنی کفک فی کفی. یا علی خلقت انا و انت من شجرة انا اصلها و انت فرعها والحسن والحسین اغصانها. فمن تعلق بغصن منها دخل

الجنة. یا علی لو ان امتی صاموا حتی یکونوا کا الحنایا و صلّو حتی یکونوا کالاوتاد ثم ابغضوک لاکبّهم اللّه فی النار ،قلت هكذا رواه فی ترجمة علی من کتابه ''(۱) اپنی ہتھیلی میری ہتھیلی میں دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے علی میں اور تم ایک درخت سے خلق کیے گئے ہیں۔ میں اس کی جڑ، تم اس کی شاخ اور حسن وحسین اس کی ٹہنیاں ہیں جو کوئی ان میں سے کسی سے وابستہ ہوا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اے علی اگر میری امت کے لوگ اتنے روزے رکھیں کہ مثل کمان کے ہوجائیں اور اتنی نماز پڑھیں کہ کمان کی تانت جیسے ہوجائیں مگر تم سے دشمنی رکھیں تو خدا انھیں جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اسی کی ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حالات (حضرت) علیؑ میں روایت کی ہے۔

د: ''ہم سے مفتی ابونصر ھبۃ اللہ شیرازی نے بیان کیا، انھوں نے حافظ علی بن عساکر سے، انھوں نے ابوالقاسم سمرقندی سے، انھوں نے اسماعیل بن مسعدہ سے، انھوں نے حمزہ بن یوسف سے، انھوں نے ابواحمد بن عدی سے، انھوں نے عمر بن سنان سے، انھوں نے حسن بن علی ابوعبدالغنی ازدی سے، انھوں نے عبدالرزاق سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے مینا بن ابی مینا غلامِ عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے۔ انھوں (مینا) نے پہلے کہا کہ قبل اس کے کہ باطل حدیثوں کا سلسلہ شروع ہو جائے کیا تم ہم سے (حدیث پیغمبرؐ کے بارے میں) نہیں پوچھوگے؟ اور اس کے بعد کہا: قال رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم :انا الشجرة و فاطمة فرعها و علی لقاحها والحسن و الحسین ثمرها و شیعتنا ورقها . فاالشجرة اصلها فی جنّة عدنٍ والاصل و الفرع اللقاح و الثمر و الورق فی الجنة،

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص۵۱۵، باب ۸۷، حدیث ۲۷۴۔

قلت اخرجه محدث دمشق فی مناقبه بطرق و انشد نا الشیخ ابو بکر بن فضل اللّٰه الحلبی الواعظ فی المعنی لبعضهم "(۱) رسولؐ خدا نے فرمایا: میں خود درخت ہوں، فاطمہ اس کی شاخ ہے، علی اس کا پھول ہے، حسن و حسین اس کے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ اس درخت کی جڑ تو جنت عدن میں ہے اور اس کی شاخ، پھول، پھل اور پتے جنت میں ہیں۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ محدث دمشق (ابن عساکر) نے اپنی مناقب میں اس کی متعدد طرق واسناد سے روایت کی ہے ،اور اسی کے بعض ٹکڑوں کو شیخ ابوبکر بن فضل اللہ حلبی واعظ نے نظم میں پیش کیا ہے۔

۵۔ روایت ملک العلماء ھندی

ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر زاولی دولت آبادی اپنی کتاب "ھدایۃ السعداء" میں لکھتے ہیں:

"وفی الزاھدیه و فی مجمع الاخبار عند قوله تعالیٰ ندع ابنائنا و ابنائکم و ان اللّٰه تعالیٰ خلق الانبیاء من اشجار شتّی و خلقنی و علیا من شجرة واحدة انا اصلها و علی فرعها والحسنان ثمارها و اولادهما اغصانها و شیعتهم اوراقها فمن تعلّق بغصن من اغصانها نجا و من زاغ عنها غویٰ وهویٰ . و لو کان عبد اللّٰه تعالیٰ بین الصفا والمروة الف عام ثم الف عام حتی یصیر کالشن البالی و لم یدرک محبتنا فاکبّه اللّٰه علی منخریه ثم تلا هذه الآیة قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ" زاہدیہ اور مجمع الاخبار میں یہ آیہ ندع ابنائنا و ابنائکم کے ذیل میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے اور مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا۔ میں اس کی جڑ ہوں، علی اس کی شاخ ہے،

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۲، ص۳۱، حدیث ۳۵۵، حالات امام حسنؑ۔

حسن و حسین اس کے پھل ہیں، ان کی اولادیں اس کی ٹہنیاں اور ان کے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ جس نے ان میں سے کسی سے وابستگی اختیار کی اس نے نجات پائی اور جس نے ان سے منہ موڑا نیست و نابود ہوا۔ اگر کوئی شخص صفا و مروہ کے درمیان ایک ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرے اور اس میں پھر ایک ہزار سال کی عبادت کا اضافہ کر دے یہاں تک کہ وہ سوکھی مشک کے مانند ہو جائے مگر اس کے دل میں ہماری محبت نہ ہو تو اللہ اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ۔

۶۔ روایت شہاب الدین احمد

شہاب الدین "توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل" میں لکھتے ہیں:

"سلطان العلماء، برہان العرفاء، شیخ القدوة مفتی عزالدین عبدالعزیز بن عبدالعزیز بن عبدالسلام نے آسمان و زمین میں خدا کے ولی، علی کی زبانی نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم اہلبیت کی طینت فیض ہدایت کے چھڑکاؤ کے بعد دست رحمت وعنایت سے گوندھی گئی اور اس میں نبوت کا خمیر کیا گیا اور اس کو وحی سے سیراب کیا گیا اور اس میں روح امر پھونکی گئی۔ لہٰذا نہ تو ہمارے قدم ڈگمگا سکتے ہیں نہ ہی ہماری بصارتیں دھوکہ کھا سکتی ہیں اور نہ ہی ہمارے انوار کم ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم گمراہ ہو جائیں تو پھر کون قوم کی ہدایت کرے گا! کیونکہ "الناس من اشجار شتّی و شجرة النبوة واحدة و محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وبارک وسلم اصلها و انا فرعها و فاطمة الزهراء ثمرها والحسن و الحسین اغصانها. اصلها نور و فرعها نور و ثمرها نور و غصنها نور یکاد زیتها یضیٔ و لو لم تمسسه نار نور علی نور" لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور درخت نبوت ایک ہے اس کی جڑ محمد مصطفیٰؐ ہیں، اس کی شاخ میں ہوں، اس کا پھل فاطمہ زہرا ہے اور اس کی ٹہنیاں حسن و حسین ہیں۔ اس کی جڑ بھی نور، اس کی شاخ بھی نور، اس کا پھل بھی

نوراوراس کی ٹہنیاں بھی نور ہیں۔ یہ وہ نور ہے جو بغیر آگ سے جلائے روشن ہے۔

تیسری حدیث: نور نبیؐ نور خدا سے اور نور علیؑ نور نبیؐ سے ہیں

حدیث نور کے مؤیدات میں وہ حدیث بھی ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ شب معراج پیغمبرؐ اسلام سے خداوند عالم نے فرمایا: میں نے تم کو اپنے نور سے اور علی کو تمہارے نور سے خلق کیا ہے۔ چنانچہ خطیب خوارزمی اپنی ''مناقب'' میں لکھتے ہیں:

''مجھ سے مہذب الائمہ نے بیان کیا، انھوں نے ابوالقاسم نصر بن محمد بن علی بن زریک مقری سے، انھوں نے اپنے باپ ابوبکر محمد سے، انھوں نے ابوعلی عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد نیشاپوری سے، انھوں نے احمد بن محمد بن عبداللہ نسائیجی بغدادی سے، انھوں نے محمد بن جریر طبری سے، انھوں نے محمد بن حمید رازی سے، انھوں نے علاء بن حسین ہمدانی سے، انھوں نے ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔ ابن عمر کا بیان ہے کہ جب رسولؐ خدا سے پوچھا گیا کہ شبِ معراج خدا نے آپ سے کس کی زبان میں بات کی تو آنحضرتؐ کو جواب دیتے ہوئے سنا: خاطبنی بلغة علی بن ابی طالب فالهمنی ان قلت یا ربّ خاطبتنی ام علی فقال یا احمد انا شئی لا کاالاشیاء لا اقاس باالناس ولا اوصف با الشبهات خلقتک من نوری و خلقت علیا من نورک فاطلعت علی سرائر قلبک فلم اجد احداً الی قلبک احبّ من علی بن ابی طالب فخاطبت بلسانه کما تطمئن قلبک ''(۱) خدا نے مجھ سے علی بن ابی طالب کے لہجہ میں گفتگو کی تھی۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ پوچھوں اے پروردگار مجھ سے تو بات کر رہا ہے یا علی بول رہا ہے۔ اتنے میں الہام ہوا کہ اے احمد میں شئ ہوں مگر دوسری اشیاء کی طرح نہیں ہوں۔ میرا کسی انسان سے قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۷۸، حدیث ۶۱۔

میرے توصیف تشبیہات و امثلہ سے ہو سکتی ہے۔ میں نے تم کو اپنے نور سے خلق کیا اور علی کو تمہارے نور سے خلق کیا ہے۔ میں نے جو تمہاری دلی کیفیت معلوم کی تو تمہاری نظر میں علی بن ابی طالب سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں پایا۔ اسی لئے میں نے علی کے لب و لہجے میں گفتگو کی تاکہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔

جید شیعی عالم سید علی خان مدنی شیرازی اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں لکھتے ہیں:

''ہم سے میرے والد سید اجل احمد نظام الدین نے بیان کیا، انھوں نے اپنے والد سید الجلیل محمد معصوم سے، انھوں نے اپنے استاد محقق مولا محمد امین استرآبادی سے، انھوں نے اپنے استاد طراز المحدثین میرزا محمد استرآبادی سے، انھوں نے سید ابومحمد محسن سے، انھوں نے ابوعلی شرف الآباء سے، انھوں نے اپنے باپ منصور غیاث الدین سے، انھوں نے اپنے باپ صدر الدین سے، انھوں نے اپنے باپ ابراہیم شرف الملة سے، انھوں نے ابومحمد صدر الدین سے، انھوں نے اپنے باپ اسحاق عز الدین سے، انھوں نے اپنے باپ علی ضیاء الدین سے، انھوں نے اپنے باپ عربشاہ زین الدین سے، انھوں نے ابوالحسن امیر نجیب الدین سے، انھوں نے اپنے باپ امیر خطیر الدین سے، انھوں نے اپنے باپ ابوعلی حسن جمال الدین سے، انھوں نے اپنے باپ ابوجعفر حسین عزیزی سے، انھوں نے اپنے باپ ابوسعید علی سے، انھوں نے اپنے باپ ابو ابراہیم زید اعثم سے، انھوں نے اپنے باپ ابوشجاع سے، انھوں نے اپنے باپ ابوعبد اللہ محمد سے، انھوں نے اپنے باپ ابوعبداللہ جعفر سے، انھوں نے اپنے باپ احمد سکین سے، انھوں نے اپنے والد جعفر سے، انھوں نے اپنے والد ابوجعفر محمد سے، انھوں نے اپنے والد زید شہید سے، انھوں نے اپنے والد علی زین العابدین سے، انھوں نے اپنے والد حسین سید الشہداء سے اور انھوں نے اپنے والد امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب رسولؐ خدا سے پوچھا گیا کہ شب معراج آپ کے رب نے کس کی زبان میں گفتگو کی تو میں نے آنحضرتؐ کو جواب دیتے ہوئے سنا

کہ پروردگار نے زبان علی میں مجھ سے گفتگو کی۔اس وقت میرے دل میں آیا کہ پوچھوں معبود تو مجھ سے بول رہا ہے یا علی، کہ اتنے میں الہام ہوا کہ اے احمد میں شئی ہوں مگر دوسری اشیاء کی طرح نہیں ہوں۔میرا کسی انسان سے مقایسہ نہیں کیا جاسکتا نہ ہی میری توصیف تشبیہات سے کی جاسکتی تم کو میں نے اپنے نور سے خلق کیا اور علی کو تمہارے نور سے خلق کیا۔تمہاری قلبی کیفیت کا جب جائزہ لیا تو دیکھا کہ تمہارے دل میں علی بن ابی طالب سے زیادہ کسی کی محبت نہیں ہے اسی لئے اس کی زبان میں مخاطب ہوا تا کہ تمھیں دلی سکون ملے''۔

اس کے بعد سید علی خان مدنی شیرازی نے خطیب خوارزمی کی مذکورہ پوری روایت نقل کی اور پھر لکھا کہ روایت میں جو لفظ لغۃ آیا ہے اس سے مراد زبان بھی ہوسکتی ہے اور لہجہ بھی۔

چوتھی حدیث: رسول خداؐ اور علیؑ نور خدا سے ہیں

پیغمبر اسلام نے امیرالمومنین سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا:"خلقت انا و انت من نور اللہ تعالیٰ" (میں اور تم نور خدا سے خلق کئے گئے ہیں) اس بارے میں ابوالمؤید حموینی "فرائد السمطین" میں لکھتے ہیں:

"مجھ سے ابوالیمین عبدالصمد بن عبدالوہاب بن عساکر دمشقی نے بیان کیا، انھوں نے مؤید بن محمد بن علی طوسی سے، انھوں نے عبدالجبار بن محمد حواری بیہقی سے، انھوں نے امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی سے، انھوں نے ابومحمد عبداللہ بن یوسف سے، انھوں نے محمد بن حامد بن حارث تمیمی سے، انھوں نے حسن بن عرفہ سے، انھوں نے علی بن قدامہ سے، انھوں نے میسرہ بن عبداللہ بن عبدالکریم جزری سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ابن عباس کا بیان ہے کہ "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بعلی: خلقت انا و انت من نور اللہ تعالیٰ"(۱) میں (ابن عباس) نے رسول خداؐ کو

۱۔فرائد السمطین، ج۱، ص۴۰۔۴۳۱۔

علی سے کہتے ہوئے سنا کہ میں اور تم نور خدائے متعال سے خلق کئے گئے ہیں۔

پانچویں حدیث: حسنینؑ نور خدا کے دو نور ہیں

ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی "ھدایۃ السعداء" میں لکھتے ہیں:

"یروی ان الحسن و الحسین نور ان من نور اللہ" مروی ہے کہ حسن و حسین نور خدا کے دو نور ہیں۔

تو جب حسن و حسین نور الٰہی سے ہوئے تو امیرالمومنین حضرت علیؑ بدرجۂ اولیٰ نور الٰہی سے ہوں گے۔

چھٹی حدیث: خلقتِ ملائکہ نور علیؑ سے

حدیث میں ہے کہ ملائکہ کی خلقت نور امیرالمومنین سے ہوئی تھی اس بارے میں خطیب خوارزمی اپنی "مناقب" میں لکھتے ہیں:

"مجھ سے امام حافظ صدرالحفاظ ابوالعلاء حسن بن احمد عطار ہمدانی اور قاضی القضاۃ امام حافظ نجم الدین ابومنصور محمد بن حسین بن محمد بغدادی نے بیان کیا، ان دونوں نے شریف امام الاجل نور الھدیٰ ابوطالب حسین بن محمد بن علی زینبی رحمہ اللہ سے، انھوں نے امام محمد بن احمد بن علی بن حسن بن شاذان سے، انھوں نے محمد بن حمید جزار سے، انھوں نے حسن بن عبدالصمد سے، انھوں نے یحییٰ بن محمد بن قاسم قزوینی سے، انھوں نے حافظ محمد بن حسن سے، انھوں نے احمد بن محمد سے، انھوں نے ھدبہ بن خالد سے، انھوں نے حماد بن سلمہ بن ثابت سے اور انھوں نے انس سے روایت کی ہے۔انس کا بیان ہے:"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خلق اللہ تعالیٰ من نور وجہ علی بن ابی طالب سبعین الف ملک یستغفرون لہ و لمحبیہ الی یوم القیامۃ"، رسول خداؐ نے فرمایا: اللہ نے چہرۂ علی کے نور سے ستر ہزار ملائکہ خلق کئے جو اس (علیؑ) کے اور اس کے چاہنے والوں کے لئے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔

نیز خوارزمی اسی مناقب میں لکھتے ہیں:

''مجھ سے سید الحفاظ ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی نے بیان کیا، انھوں نے ابوالفتح عبدوس بن عبدوس ہمدانی سے، انھوں نے شیخ خطیب ابوالحسن صاعد بن محمد غیاثی دامغانی سے، انھوں نے ابو یحییٰ محمد بن عبدالعزیز بسطامی سے، انھوں نے ابو بکر قرشی سے، انھوں نے ابو سعید حسین بن علی بن زکریا سے، انھوں نے ہدیہ بن خالد قیسی سے، انھوں نے حماد بن سلمہ بن ثابت بنانی سے، انھوں نے عبید بن عمیر لیثی سے اور انھوں نے عثمان بن عفان سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے: ''**قال عمر بن الخطاب ان اللّٰہ تعالیٰ خلق ملائکتہ من نور وجہ علی بن ابی طالب**'' (۱) عمر بن خطاب نے کہا تھا کہ اللہ نے چہرۂ علی کے نور سے ملائکہ خلق کیے ہیں۔

یہاں تک ہم نے مختلف اسناد و الفاظ میں مروی حدیث نور کو اہلسنت کی معتبر ترین کتابوں سے نقل کیا۔ اس کے بعد بعض وہ حدیثیں پیش کیں جو فضائل اہلبیتؑ میں وارد ہوئی ہیں اور وہ حدیث نور کی مؤید ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد خود قاری اس نتیجے تک پہنچ سکتا ہے کہ حدیث نور اور اس کی مؤید حدیثوں کے رواۃ، اکابر ائمہ اہلسنت اور ان کے مشاہیر علماء و محدثین میں سے ہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حدیث نور صحیح السند بلکہ متواتر ہے اور جب ایسا ہے تو اس سے اس کے حدیثِ نبیؐ ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کے شبہ کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی اور ان کے اس افتراء و بہتان کی قلعی کھل جاتی ہے کہ یہ حدیث صرف شیعوں کی ہے! اور اگر روائی بحث کو دلالتی بحث سے جوڑ دیا جائے تو یہ حدیث ان حدیثوں میں ہوگی جو بعد نبیؐ بلا فصل امامت و خلافتِ علیؑ پر دلالت کرتی ہے۔

۱۔ مناقب خوارزمی ص ۳۲۹، حدیث ۳۴۸۔

حدیث نور شیعی کتابوں میں

حدیث نور متفق علیہ حدیثوں میں سے ہے۔ اس کو علمائے شیعہ اور سنی نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ یہاں تک ہم نے سواد اعظم کے ذخیرۂ احادیث سے نقل کیا ہے اور اب شیعوں کی معتبر کتابوں سے حدیث نور پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس حدیث کی اکابر علماء و محدثین شیعہ نے بھی روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

الف: شیخ کلینی ''کافی'' میں لکھتے ہیں:

''احمد بن ادریس نے حسین بن عبداللہ صغیر سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم جعفری سے اور انھوں نے احمد بن علی ابن محمد بن عبداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''**ان اللّٰہ کان اذ لا کائن فخلق الکان و المکان و خلق نور الانوار الذی نوّرت منہ الانوار و اجریٰ فیہ من نورہ الذی نوّرت منہ الانوار وھو النور الذی خلق منہ محمداً و علیاً، فلم یزالا نورین اوّلین اذ لا شیء کون قبلھما. فلم یزالا یجریان طاھرین مطھّرین فی الاصلاب الطاھرۃ، حتی افترقا فی اطھر طاھرین عبد اللّٰہ و ابی طالب**'' (۱) خدا اس وقت تھا جب کچھ نہ تھا۔ پس اس نے کون و مکاں کو خلق کیا اور نور الانوار کو خلق کیا جس سے انوار منور ہوئے اور اس میں اپنا نور جاری کیا جس سے انوار منور ہوئے اور وہ نور وہی ہے جس سے محمدؐ و علیؑ کو خلق کیا اور یہ دونوں نور اس وقت تھے جب انکے سوا کچھ نہ تھا اور یہ دونوں نور اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ دونوں ایک دوسرے سے عبداللہ اور ابو طالب کے پاکیزہ صلبوں سے جدا ہوئے۔

۱۔ الکافی، ج ۲، ص ۴۴۲۔

نیز کلینی لکھتے ہیں:

''حسین بن محمد نے محمد بن عبداللہ سے، انھوں نے محمد بن سنان سے، انھوں نے مفضل سے اور انھوں نے جابر بن یزید سے روایت کی ہے۔ جابر کا بیان ہے کہ مجھ سے (پانچویں امام) ابوجعفرؑ نے فرمایا: "یا جابر ان اللّٰہ اوّل ما خلق خلق محمداً و عترتہ الھداۃ المھتدین فکانوا اشباح نور بین یدی اللّٰہ. قلت و ما الاشباح قال ظل النور، ابدان نورانیۃ بلا ارواح" (۱) اے جابر اللہ نے سب سے پہلے جس کو خلق کیا وہ محمدؐ اور ان کی عترت ہیں۔ وہ پیشِ خدا اشباح نور کی طرح تھے۔ میں (جابر) نے پوچھا اشباح کیا ہے؟ فرمایا: سایۂ نور جو بغیر روح کے نورانی بدن ہیں۔

نیز کلینی لکھتے ہیں:

''حسین بن عبیداللہ نے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عبداللہ سے، انھوں نے علی بن حدید سے اور انھوں نے مرازم سے روایت کی ہے کہ امام جعفرؑ صادق نے فرمایا: "قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ یا محمد انی خلقتک و علیّا نوراً یعنی روحا بلا بدن قبل ان اخلق سمواتی و ارضی و عرشی و بحری، فلم تزل تھلّلنی و تمجّدنی ثم جمعت روحیکما فجعلتھما واحدۃ فکانت تمجّدنی و تقدّسنی و تھلّلنی ثم قسمتھا اثنتین و قسمت الثنتین ثنتین فصارت اربعۃ محمد واحد و علی واحد والحسن و الحسین ثنتان ثم خلق اللّٰہ فاطمہ من نور" (۲) خدا نے کہا اے محمدؐ میں نے تم کو اور علی کو نور سے خلق کیا ہے یعنی بلا بدن کے روح سے قبل اس کے کہ آسمانوں، زمینوں اور عرش و دریا کو خلق کروں۔ تم ہمیشہ میری تہلیل و تمجید کرتے تھے۔ پھر تم دونوں کی روحوں کو جمع کر کے ایک روح بنایا

۱۔ الکافی، ج ۲، ص ۴۴۳۔
۲۔ الکافی، ج ۲، ص ۴۴۰۔

اور وہ روح میری تمجید و تقدیس و تہلیل کرتی تھی۔ پھر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ان دو کو دو حصوں میں تقسیم کیا پھر ان کے چار حصے ہوگئے ایک حصہ محمدؐ، ایک حصہ علیؑ اور دو حصے حسن و حسین ہیں۔ پھر خدا نے فاطمہؑ کو ایک اور نور سے خلق کیا جو پہلے بلا بدن کے روح تھا پھر اسکے داہنی طرف مسح کیا تو وہ نور روشنی دینے لگا۔

کلینی ہی نے لکھا:

''علی بن محمد نے سہل بن زیاد سے، انھوں نے محمد بن علی بن ابراہیم سے، انھوں نے علی بن حماد سے اور انھوں نے مفضل سے روایت کی ہے۔ مفضل کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا جب آپ سایہ (سایۂ نور) میں تھے تو کس طرح تھے؟ امامؑ نے جواب دیا: "یا مفضل کنّا عند ربّنا لیس عندہ احد غیرنا فی ظلّۃ خضراء نسبّحہ و نقدّسہ و نھلّلہ و نمجّدہ، وما من ملک مقرّب ولا ذی روح غیرنا حتی بدأ لہ فی خلق الاشیاء فخلق ما شاء و کیف شاء من الملائکۃ و غیر ھم ثم انھی علم ذالک الینا" (۱) اے مفضل ہم اپنے رب کے پاس اس وقت تھے جب ہمارے علاوہ کوئی بھی نہ تھا اور ہم سبز سایہ میں تھے جہاں اس کی تسبیح و تہلیل و تقدیس و تمجید میں مشغول تھے۔ وہاں ہمارے سوا نہ کوئی ملک مقرب تھا نہ کوئی ذی روح۔ پھر اس نے اشیاء کو خلق کرنا شروع کیا اور اس نے ملائکہ اور اس کے علاوہ جس کو جیسا چاہا خلق کیا اور اس سے ہم کو مطلع کیا۔

کلینی ہی لکھتے ہیں:

''حسین بن محمد اشعری نے معلّیٰ بن محمد سے، انھوں نے ابوالفضل عبداللہ بن ادریس سے اور انھوں نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے۔ ابن سنان کا بیان ہے کہ میں امام محمد تقیؑ کی خدمت میں تھا۔ میں نے اختلافِ شیعہ کے بارے میں بحث چھیڑی تو

۱۔ الکافی، ج ۲، ص ۴۴۱۔

حضرتؑ نے فرمایا: یا محمد ان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ لم یزل متفرداً بوحدانیته، ثم خلق محمداً و علیاً و فاطمة فمکثو الف دهر، ثم خلق جمیع الاشیاء فاشهدهم خلقها و اجری طاعتهم علیها و فوّض امورها الیهم، فهم یحلّون ما یشاؤن و یحرّمون مایشاؤن، ولن یشاؤ الا ان یشاء اللّٰه تباک و تعالیٰ" (۱) اے محمد (بن سنان) خدا ہمیشہ ایک رہا۔ پھر اس نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ کو خلق کیا، پھر انھیں ایک ہزار سال تک روکے رکھا، پھر ساری چیزوں کو خلق کیا اور ان پر انھیں شاہد بنایا اور ان پر اہلبیتؑ کی اطاعت واجب کی اور ان کے امور اہلبیتؑ کے سپرد کیا۔ اب وہ (اہلبیتؑ) جس کو چاہیں حلال قرار دے دیں اور جس کو چاہیں حرام۔ البتہ وہ (اہلبیتؑ) مرضی معبود کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

ب: ابوعبداللہ محمد بن عباس ماہیار (صاحب غایۃ المرام کے بقول) "ما نزل من القرآن فی اهلبیت" میں لکھتے ہیں:

"ہم سے عبدالعزیز بن یحییٰ نے بیان کیا، انھوں نے احمد بن محمد سے، انھوں نے عمر بن یونس حنفی یمانی سے، انھوں نے داؤد بن سلیمان مروزی سے، انھوں نے ربیع بن عبد اللہ ہاشمی سے اور انھوں نے بزرگان آل علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے بعض خطبوں میں فرمایا: انا آل محمد کنا انواراً حول العرش، فامرنا اللّٰه تعالیٰ با التسبیح فسبّحنا و سبّحت الملائکة تسبیحنا ثم اهطنا الی الارض فامرنا الله با لتسبیح فسبّحنا فسبّحت اهل الارض بتسبیحنا، فانا لنحن الصافون و انا لنحن المسبحون "(۲) ہم آل محمد عرش کے اردگرد انوار کی شکل میں تھے۔ پس اللہ نے ہم کو تسبیح کرنے کا

۱۔ الکافی، ج ۲، ص ۴۳۹۔

۲۔ غایۃ المرام، ج ۱، ص ۴۷، باب ۲۔

حکم دیا اور ہم نے اس کی تسبیح کی اور ہماری تسبیح دیکھ کر ملائکہ نے اس کی تسبیح کی۔ پھر اللہ نے ہم کو زمین پر نازل کیا اور ہم کو وہاں تسبیح کرنے کا حکم دیا چنانچہ ہم نے تسبیح کی اور ہماری تسبیح دیکھ کر اہل زمین نے اس کی تسبیح کی۔ یقیناً ہم ہی اس کی توصیف کرنے والے اور ہم ہی اس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

ج: فرات بن ابراہیم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جعفر بن محمد بن شیرویہ قطان نے اوزاعی سے، انھوں نے صعصعہ بن صوحان اور احنف بن قیس سے روایت کی ہے۔ ان سب کا بیان ہے کہ ہم نے ابن عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ میں (ابن عباس) رسولؐ خدا کے ہمراہ تھا... (حدیث طولانی ہے یہاں تک کہ) آپ نے فرمایا: "خلقنی اللّٰه نوراً تحت العرش قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف سنة، فلمّا ان خلق اللّٰه آدم القی النور فی صلب آدم، فاقبل ینتقل ذالک النور من صلب الی صلب حتی افترقنا فی صلب عبد اللّٰه بن عبد المطلب و ابی طالب، فخلقنی ربی من ذالک النور، لکنّه لا نبی بعدی" (۱) اللہ نے خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال قبل زیر عرش ایک نور خلق کیا۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں رکھا۔ پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ہم صلب عبد اللہ بن عبدالمطلب اور صلب ابو طالب سے جدا ہوئے اور مجھے پروردگار نے اسی نور سے خلق کیا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

فرات بن ابراہیم نے اپنی اسی تفسیر میں ابوذر غفاری سے مروی حدیث معراج نقل کی ہے۔ جس میں ہے کہ آنحضرتؐ نے شب معراج ملائکہ سے پوچھا کیا تم ہم کو اچھی طرح پہنچانتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا تھا اے خدا کے نبی ہم کیسے آپ کو نہیں پہچان سکتے جب کہ سب سے پہلے خدا نے آپ ہی کو اپنے نور سے خلق

۱۔ تفسیر فرات، ص ۵۰۵۔

کیا تھا۔۔۔ پھر خدا نے چھے دنوں میں آسمان وزمین کو خلق کیا پھر عرش کو ساتویں آسمان کی طرف بلند کیا اور آپ عرش کے سامنے خدا کی تسبیح وتقدیس وتکبیر کہہ رہے تھے۔ پھر خدا نے ملائکہ کو خلق کی اور آپ کی تسبیح و تمجید وتہلیل وتکبیر وتحمید وتقدیس کو دیکھ کر ہم (ملائکہ) بھی اس کی تسبیح وتقدیس وتمجید وتکبیر وتہلیل کرتے تھے۔۔۔"(۱)

د: شیخ صدوق "خصال" میں لکھتے ہیں:

"ابن الولید نے محمد بن خالد ہاشمی سے، انھوں نے حسن بن حماد بصری سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے ابو جارود سے، انھوں نے محمد بن عبداللہ سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:" كنت انا و على نوراً بين يدى الله جل جلالته قبل ان يخلق آدم باربعة عشر الف عام، فلما خلق الله آدم سلك ذالك النور فى صلبه فلم يزل الله عزوجل ينقله من صلب الى صلب حتى اقرّه فى صلب عبد المطلب، ثم اخرجه من صلب عبد الطلب، فقسّمه قسمين، فصير قسمى فى صلب عبد الله، قسم على فى صلب ابى طالب، فعلى منى و انا من على، لحمه من لحمى، و دمه من دمى، فمن احبه فبحبى احبه، و من ابغضه فببغضى ابغضه" (۲) خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں مستقر ہوا۔ پھر صلب عبدالمطلب سے نکال کر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ میرا حصہ صلب عبداللہ میں تو علی کا حصہ صلب ابو طالب میں آیا۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا

۱۔ تفسیر فرات، ص۳۰۳۔
۲۔ الخصال، ص۶۴۰، حدیث مابعد الالف۔

خون ہے۔ جو اس کو دوست رکھے گا (گویا) مجھ کو دوست رکھنے کی وجہ سے میں اس کو دوست رکھوں گا اور جو اس سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

شیخ صدوق "خصال" ہی میں لکھتے ہیں:

"حافظ محمد بن عمر نے حسن بن عبداللہ بن محمد تمیمی سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے امام علیؑ رضا سے اور انھوں نے اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خلقت انا و على من نور واحد" (۱) میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔

اس حدیث کی شیخ صدوق نے "عیون اخبار الرضا (۲)" اور اپنی "امالی (۳)" میں بھی روایت کی ہے۔

شیخ صدوق "علل الشرائع" میں لکھتے ہیں:

"ابراہیم بن ہارون ہیتی نے محمد بن احمد بن ابی الثلج سے، انھوں نے عیسیٰ بن مہران سے، انھوں نے منذر الشراک سے، انھوں نے اسماعیل بن علیہ سے، انھوں نے اسلم بن میسرہ عجلی سے، انھوں نے انس بن مالک سے اور انھوں نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "انّ الله خلقنى و عليًا و فاطمة و الحسن و الحسين قبل ان يخلق الدنيا بسبعة الاف عام قلت فاين كنتم يا رسول الله قال: قدام العرش نسبح الله و نحمده و نقدسه و نمجّده. قلت على اىّ مثال قال: اشباح نور حتى اذا اراد الله ان يخلق صُوَرَنا صيّرنا عمود نور ثم قذفنا فى صلب آدم. ثم اخرجنا الى اصلاب الآباء و ارحام الامهات و لا يصيبنا نجس الشرك ولا سفاح الكفر يسعد

۱۔ الخصال، ص۳۱، باب الواحد، حدیث ۱۰۸۔
۲۔ عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۲۷، حدیث ۲۱۹۔
۳۔ امالی، ص۱۹۶، مجلس ۴۱، حدیث ۱۰۔

بنا قوم و یشقی بنا آخرون فلمّا صیّرنا الی صلب عبد المطلب اخرج ذالک النور فشقه نصفین فجعل نصفه فی صلب عبد اللّه و نصفه فی صلب ابی طالب. ثم اخرج الذی لی الی آمنة و النصف الی فاطمة بنت اسد و اخرجتنی آمنه و اخرجت فاطمة علیّا اعاد عزّوجل عموداً الیّ فخرجت منی فاطمة ثم اعاد عزوجل العمود الی علی فخرج منه الحسن و الحسین یعنی من النصفین جمیعاً فما کان من نور علی فصار فی ولد الحسن و ما کان من نوری صار فی ولد الحسین فهو ینتقل والائمه من ولده الی یوم القیامة" (۱) اللہ نے مجھے علی، فاطمہ اور حسن وحسین علیہم السلام کو دنیا کی خلقت سے سات ہزار سال پہلے خلق کیا تھا۔ میں (معاذ) نے پوچھا پھر آپ کہاں تھے؟ فرمایا: ہم عرش پر اللہ کی تسبیح وتحمید و تقدیس وتمجید کررہے تھے۔ میں (معاذ) نے پوچھا کس ہیئت میں یہ سب کررہے تھے؟ فرمایا سایۂ نور کی تصویر میں۔ یہاں تک کہ خدا نے ہماری صورت بنانی چاہی تو نور کا ایک ستون بنایا اور اس کو صلب آدم میں ڈالا اور پھر اس کو اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل کرتا رہا۔ ہم تک نہ شرک کی نجاست پہنچی نہ کفر کی پلیدگی۔ ایک قوم ہماری وجہ سے سعید وخوش بخت بنی تو دوسری قوم شقی و بدبخت۔ جب ہم صلب عبد المطلب میں پہنچے تو وہاں سے اس نور کو نکال کر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ نصف صلب عبد اللہ کے حوالے کیا اور نصف صلب ابوطالب کے۔ پھر میرے حصے کو بطن آمنہ میں منتقل کیا اور دوسرے نصف کو بطن فاطمہ بنت اسد کی طرف منتقل کیا۔ مجھ کو آمنہ نے پیدا کیا اور فاطمہ (بنت اسد) نے علی کو وجود ظاہری بخشا۔ پھر خدا نے اسی ستون کو میری طرف پلٹایا اس سے فاطمہ پیدا ہوئی پھر اس کو خدا نے علی کی طرف پلٹایا اس سے حسن وحسین

۱۔ علل الشرائع، ج۱، ص۲۳۶، حدیث۱۱۔

پیدا ہوئے یعنی دو نصف سے بھی پیدا ہوئے۔ نور علیؑ سے اولاد حسن اور میرے نور سے اولاد حسینؑ ہیں اور وہ منتقل ہوتا رہتا ہے اور قیامت تک امام اسی (حسینؑ) کی نسل میں ہوں گے۔

شیخ صدوق نے "معانی الاخبار" اور "علل الشرائع" میں ایک طولانی حدیث کے ضمن میں محمد بن حرب ہلالی سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

" ان محمداً و علیّاً علیهما السلام کانا نوراً بین یدی اللّه عزّوجل قبل خلق الخلق بالفی عام و انّ الملائکة لما رات ذالک النور رأت له اصلا و قد انشعب منه شعاع لامع فقالت الهنا و سیدنا ما هذا النور فاوحی اللّه عزّوجل الیهم هذا نور من نوری اصله نبوة و فرعه امامة. فاما النبوة فلمحمد عبدی و رسولی و اما الامامة فلعلی حجتی وولی ولولاهما ما خلقت خلقی " (۱) مخلوقات کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے پیش خدا محمدؐ وعلیؑ ایک نور تھے۔ جب ملائکہ نے پوچھا معبود یہ کیسا نور ہے؟ وحی الٰہی ہوئی یہ میرے نور کا نور ہے۔ اس کی اصل نبوت اور اس کی فرع امامت ہے۔ نبوت میرے عبد ورسول محمدؐ کے لئے ہے اور امامت میرا حجت وولی علی کے لئے ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں کسی مخلوق کو خلق نہ کرتا۔

شیخ صدوق "کمال الدین وتمام النعمۃ" میں لکھتے ہیں:

"ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انھوں نے میرے والد سے، انھوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے، انھوں نے محمد بن حسین بن ابی طالب سے، انھوں نے ابوسعید غفنفری سے، انھوں نے عمرو بن ثابت سے اور انھوں نے ابوحمزہ سے روایت کی ہے۔ ابوحمزہ کا بیان ہے کہ میں نے امام زین العابدینؑ

۱۔ علل الشرائع، ج۱، ص۲۰۷، باب ۱۳۹، حدیث۱، معانی الاخبار، ص۳۵۱، باب معنی حمل النبیؐ لعلی، حدیث۱۔

کو کہتے ہوئے سنا: "انّ اللّٰہ عزّوجل خلق محمداً و علیاً والائمۃ الاحد عشر من نور عظمتہ ارواحا فی ضیاء نورہ یعبدون قبل خلق الخلق یسبّحون اللّٰہ عزّوجل و یقدّسونہ و ھم الائمۃ الھادیۃ من آل محمد صلوات اللّٰہ علیھم اجمعین" (۱) اللہ نے محمدؐ و علیؑ اور گیارہ اماموں کو اپنی عظمت کے نور سے روح کی ہیئت میں اپنے نور کی روشنی میں خلق کیا۔ وہ ساری مخلوقات سے پہلے خدا کی عبادت اور اس کی تسبیح و تقدیس کررہے تھے۔ وہی آل محمد کے ہدایت کرنے والے امام ہیں۔

نیز وہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انھوں نے میرے والد سے، انھوں نے محمد بن حسین بن یزید زیات سے، انھوں نے حسن بن موسیٰ خطیب سے، انھوں نے علی بن سماعہ سے، انھوں نے علی بن الحسین بن رباط سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے مفضل سے روایت کی ہے کہ امام جعفرؑ صادق نے فرمایا:" انّ اللّٰہ تعالیٰ خلق اربعۃ عشر نوراً قبل خلق الخلق باربعۃ عشر الف عام فھی ارواحنا، فقیل یابن رسول اللّٰہ و من الاربعۃ عشر. فقال: محمد و علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین و الائمۃ من ولد الحسین آخر ھم القائم الذی یقوم بعد غیبۃ فیقتل الدجال و یطھر الارض من کل جور و ظلم" (۲) خدا نے ساری مخلوقات سے چودہ ہزار سال پہلے چودہ انوار خلق کئے۔ کسی نے پوچھا اے فرزند پیغمبرؐ وہ چودہ انوار کون ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا: محمدؐ، علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور اولاد حسینؑ سے ہونے والے امام جن کا آخری قائم ہوگا جو غیبت کے بعد قیام کرے گا اور پھر دجال کو قتل کرے گا، اس طرح

۱۔ کمال الدین، ج۱، ص۳۱۸، باب۳۱، حدیث۱۔
۲۔ کمال الدین، ج۲، ص۳۳۶-۳۳۵، باب۳۳، حدیث۷۔

زمین کو ہر طرح ظلم و جور سے پاک کردے گا۔

صاحب غایۃ المرام کے بقول شیخ صدوق نے "کتاب النصوص علی الائمۃ الاثنی عشر" میں لکھا ہے:

"مجھ سے ابوالحسن علی بن حسین بن محمد نے بیان کیا، انھوں نے ابو محمد ہارون بن موسیٰ سے ۳۸۱ھ میں، انھوں نے ابوعلی محمد بن ہمام سے، انھوں نے ابوعلی بن کثیر بصری سے، انھوں نے حسن بن محمد بن ابی شعیب حرانی سے، انھوں نے سکین بن کثیر ابوبسطام سے، انھوں نے شعبہ بن حجاج سے، انھوں نے ہشام بن یزید سے، انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ اور ہارون کا بیان ہے کہ ہم سے حیدر بن محمد بن نعیم سمرقندی نے بیان کیا، انھوں نے ابونصر محمد بن مسعود عیاشی سے، انھوں نے یوسف بن سخت بصری سے، انھوں نے سحاب بن حرث سے، انھوں نے محمد بن بشار سے، انھوں نے محمد بن جعفر بن عبدربہ سے، انھوں نے شعبہ سے، انھوں نے ہشام بن زید سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ انس کا بیان ہے کہ میں، ابوذر، سلمان، زید بن ثابت اور زید بن ارقم خدمتِ پیغمبرؐ میں تھے اور وہاں حسنؑ و حسینؑ آگئے رسولؐ خدا نے ان کا بوسہ لیا جس کو دیکھ کر فوراً ابوذر اٹھے اور انھوں نے بھی ان کا بوسہ لیا اور پھر ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے۔ میں (انس) نے آہستہ سے کہا تم ایک بوڑھے صحابی ہو اس کے باوجود تم نے بنی ہاشم کے ان دو بچوں کے ہاتھوں کا بوسہ لیا؟ یہ سن کر ابوذر بولے جو میں نے ان دونوں کے بارے میں رسولؐ خدا سے سنا ہے اگر تم بھی سن لیتے تو جو میں نے کیا تم اس سے بڑھ کر کرتے۔ میں (انس) نے پوچھا تم نے کیا سن رکھا ہے؟ ابوذر نے جواب دیا میں نے علیؑ اور ان دونوں (حسنینؑ) کے بارے میں رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ "لو ان رجلاً صلّی و صام حتی یصیر الشن البالی اذاً ما نفع صلوٰۃ و صومہ الا بحبکم. یا علی من توصل الی اللّٰہ عزّوجل بحبکم فحق علی اللّٰہ ان لا یردہ یا علی من احبّکم و تمسک بکم فقد تمسک با العروۃ الوثقی. قال ثم قام ابوذر و خرج و تقدّمنا الی

رسول الله فقلنا يا رسول الله اخبرنا ابو ذر عنك بكيت و كيت. قال صدق ابو ذر والله ما اظلّت الخضراء ولا اقلّت الغبراء على ذي لهجة اصدق من ابي ذر . ثم قال خلقني الله تبارك و تعالىٰ و اهل بيت من نور واحد قبل ان يخلق آدم بتسعة الاف عام ثم نقلنا الى صلب آدم ثم نقلنا من صلب آدم الى الاصلاب الطاهرين و منها الى ارحام الطاهرات ..." (۱) اگر کوئی شخص اتنی نمازیں پڑھے اور اتنے روزے رکھے کہ سوکھی مشک کی طرح ہو جائے تو اس کو اس کی نمازیں اور اس کے روزے اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری (علیؑ و حسنینؑ کی) محبت اس کے دل میں نہ ہو۔ اے علی جو کوئی تمہاری محبت کے ساتھ بارگاہ معبود میں حاضر ہوگا تو خدا ہرگز اس کو اپنے سے دور نہیں کرسکتا۔ اے علیؑ جس نے تم سے محبت کی اور تم سے وابستہ ہوا وہ گویا عروۃ الوثقیٰ سے وابستہ ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ کہہ کر ابوذر جب وہاں سے چلے گئے تو ہم نے رسولؐ خدا کے پاس آکر ابوذر کی ساری باتیں بیان کیں حضرتؐ نے فرمایا: ابوذر سچ بولا ہے۔ خدا کی قسم نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا نہ ہی زمین نے ایسے کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ نے مجھے اور میرے اہلبیتؑ کو خلقتِ آدم سے نو ہزار سال پہلے ایک نور سے خلق کیا تھا پھر ہم صلبِ آدم میں منتقل ہوئے اور اس کے بعد اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے رہے۔ ہم لوگوں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ پھر آپ کہاں تھے اور کس صورت میں تھے۔ فرمایا: ہم زیر عرش سایۂ نور کی طرح تھے اور خدا کی تسبیح و تحمید کر رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا: شب معراج جب سدرۃ المنتہیٰ پہونچا اور جبرئیل نے ساتھ دینا چھوڑا تو میں نے کہا اے میرے دوست جبرئیل کیا یہاں تم مجھے تنہا چھوڑ دو گے؟ جبرئیل نے کہا اے محمدؐ اگر میں یہاں سے بڑھ جاؤں تو میرے پَر جل جائیں پھر مجھے نورِ الٰہی کے حوالے کیا۔ اس

۱۔ غایۃ المرام، ج۱، ص۳۶۔۳۵، باب۲۔

وقت خدا نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اے محمدؐ میں نے زمین پر نگاہ کی تو اس سے تمہارا انتخاب کیا اور تم کو نبی بنا دیا۔ پھر دوسری مرتبہ نگاہ کی تو اس مرتبہ علیؑ کا انتخاب کیا اور اس کو تمہارا وصی، تمہارے علم کا وارث اور تمہارے بعد اس کو امام بنا دیا اور اس کے صلب سے ذریۂ طاہرہ اور ائمہ معصومینؑ خلق کیا جو میرے علم کے خزانے ہیں۔ اگر تم لوگ (اہلبیتؑ) نہ ہوتے تو نہ دنیا خلق کرتا نہ آخرت، نہ جنت خلق کرتا نہ جہنم، اے محمدؐ کیا تم انھیں دیکھنا چاہتے ہو؟ میں (پیغمبرؐ اسلام) نے کہا ہاں اے میرے پروردگار۔ آواز آئی اے محمدؐ اپنے سر کو بلند کرو۔ اب جو میں نے سر بلند کیا تو نور کا جھمکا دیکھا جو علی و فاطمہ و حسن و حسین و علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و موسیٰ بن جعفر و علی بن موسیٰ و محمد بن علی و علی بن محمد و حسن بن علی اور حجۃ کے تھے۔ ان میں (بارہویں امام) حجۃ کا نور اس طرح چمک رہا تھا جیسے چودہویں کا چاند۔ میں نے پوچھا اے پروردگار یہ سب (بقیہ ائمہؑ) کون ہیں اور یہ (حجۃ) کون ہے؟ آواز آئی اے محمدؐ یہ تمہارے بعد کے ہونے والے امام اور تمہارے صلب سے پیدا ہونے والے پاک و پاکیزہ ہستیاں ہیں۔ یہ (خدا کی) حجت جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور مومنین کے دلوں کو شفا دے گا۔ ہم (انس وغیرہ) لوگوں نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ پر ہمارے ماں باپ فدا جائیں آپ نے عجیب و غریب بات بیان فرمائی! حضرتؐ نے فرمایا: اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ لوگ میری یہ بات سنیں گے مگر ہدایت پانے کے بعد اپنے ماضی کی طرف پلٹ جائیں گے اور ان میں کچھ ہوں گے جو مجھے اذیت پہنچائیں گے۔ خدا میری شفاعت ان کے شامل حال نہ کرے گا۔

ھ: سید ہاشم بحرانی نے "غایۃ المرام" میں شیخ صدوق کے سلسلۂ سند سے امام جعفرؑ صادق سے ایک طولانی حدیث کی روایت کی ہے جس کا آخری حصہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے:

" وقال علي عليه انا من احمد كالضوء من الضوء اما علمت ان محمداً و علياً كانا نوراً بين يدي الله عزّوجل قبل خلق الخلق بالفي

عام و ان الملائکة لما رأت ذالک النور رأت له اصلاً قد شعب منه شعاع لاح فقالوا الهنا و سیدنا ما هذا النور فاوحیٰ اللّه عزّوجل الیهم هذا نور من نوری اصله نبوة و فرعه امامة اما النبوة فلمحمد عبدی و رسولی و امام الامامة فعلی حجتی و ولی ولولاهما ما خلقت خلقی

"(۱) علی علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں احمدؐ سے ایسے ہوں جیسے ایک (چراغ کی) روشنی دوسری (چراغ کی) روشنی سے ہوتی ہے۔ (اس کے بعد چھٹے امام سوال کرنے والے سے فرماتے ہیں) کیا تم جانتے ہو کہ ساری مخلوق سے دو ہزار سال پہلے محمدؐ و علیؑ پیش خدا ایک نور تھے۔ جب ملائکہ نے اس نور کو دیکھا تو ان کو وہ ایک اصل (جڑ) نظر آیا جس سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ ملائکہ نے پوچھا اے ہمارے معبود اور سید و سردار یہ نور کیسا ہے؟ آواز الٰہی آئی یہ نور میرے نور سے ہے اس کی اصل نبوت ہے اور اس کی فرع امامت۔ نبوت محمدؐ کے لئے ہے جو میرا بندہ اور میرا رسول ہے اور امامت علیؑ کے لئے ہے جو میری حجت اور ولی ہے اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں کسی کو خلق نہ کرتا۔

نیز وہ اسی کتاب میں شیخ صدوق ہی کے سلسلۂ سند سے نقل کرتے ہیں:

''ابن بابویہ (شیخ صدوق) نے حسن بن محمد بن سعد ہاشمی سے، انھوں نے محمد بن احمد بن علی ہمدانی سے، انھوں ں ے ابوالفضل عباس بن عبداللہ بخاری سے، انھوں نے محمد بن قاسم بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن قاسم بن محمد بن ابی بکر سے، انھوں نے عبد السلام بن صالح ہروی سے، انھوں نے امام علیؑ رضا سے، انھوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظمؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام جعفر صادقؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام محمد باقرؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام زین العابدینؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام حسینؑ سے اور انھوں نے اپنے والد حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے

۱۔ غایۃ المرام، ج۱، ص۳۴، باب۲۔

فرمایا:" ما خلق اللّه خلقاً افضل منّی و لا اکرم علیه منی قال علی علیه السلام فقلت یا رسول اللّه فانت افضل ام جبرئیل فقال یا علی ان اللّه تبارک و تعالی فضّل انبیائه المرسلین علی ملائکته المقربین و فضلنی علی جمیع النبیین و المرسلین و الفضل بعدی لک یا علی و للائمة من بعدک فان الملائکة من خدامنا و خدام محبینا یا علی الذین یحملون العرش و من حوله یسبّحون بحمد ربهم و یستغفرون للذین آمنوا بولایتنا. یا علی لو لا نحن ما خلق اللّه آدم و لا حواء و لا الجنة ولا النار و لا السماء و لا الارض ،فکیف لانکون افضل من الملائکة و قد سبقناهم الی معرفة ربّنا و تسبیحه و تهلیله و تقدیسه لان اوّل ما خلق اللّه عزّوجل ارواحنا فانطقنا بتوحیده و تحمیده ثم خلق الملائکة فلما شاهدوا ارواحنا نوراً واحداً استعظموا امرنا فسبحنا لتعلم الملائکة انا خلق مخلوقون و انه منزه عن صفاتنا فسبحت الملائکة بتسبیحنا...." (۱) خدا نے کوئی بھی مخلوق مجھ سے افضل خلق نہیں کی ہے نہ ہی کسی کو مجھ سے زیادہ معزز و مکرم بنایا ہے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ آپ افضل ہیں یا جبرئیل؟ حضرتؐ نے جواب دیا: اے علیؑ اللہ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو ملائکۂ مقربین پر فضیلت دی ہے اور مجھ کو سارے انبیاء و مرسلین پر فضیلت دی ہے اور یہی فضیلت میرے بعد تمہارے لئے ہے اے علی اور تمہارے بعد آنے والے اماموں کے لئے ہے۔ کیونکہ ملائکہ ہمارے بھی خدمت گزار ہیں اور ہمارے چاہنے والوں کے بھی۔ جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور اس کے اردگرد ہیں وہ سب اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں (مومن/۷)

۱۔ غایۃ المرام، ج۱، ص۳۹۔۳۸، باب۲۔

یہ سب ہماری ولایت کو اپنے دلوں میں رکھے ہوئے ہیں۔اے علیؑ اگر ہم (اہلبیتؑ) نہ ہوتے تو خدا نہ آدم کو خلق کرتا نہ حوا کو، نہ جنت کو خلق کرتا نہ جہنم کو، نہ آسمان کو خلق کرتا نہ زمین کو۔اب جب ایسا ہے تو پھر ہم کیوں ملائکہ سے افضل نہیں ہو سکتے۔ہم ہی نے سب سے پہلے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کی اور اس کی تسبیح وتہلیل وتقدیس کی کیونکہ سب سے پہلے خدا نے ہماری ہی روحیں خلق کی تھیں اور جب ہم نے اس کی وحدانیت کا اعتراف کیا اور اس کی تحمید کی تب ملائکہ خلق کئے گئے اور جب انھوں نے ہماری روحوں کو ایک نور کی شکل میں دیکھا تو ہماری انھوں نے تعظیم کی۔ہم نے اس لئے اس کی تسبیح کی تا کہ ملائکہ تسبیح کرنا سیکھ لیں۔ہم مخلوق ہیں اور خدا ہماری صفات سے پاک و منزہ ہے۔پس ہماری تسبیحوں کو دیکھ کر ملائکہ نے تسبیح کی۔۔۔"۔

و: شیخ مفید "اختصاص" میں لکھتے ہیں:

"حسین بن حمدانی نے حسین مقری کوفی سے، انھوں نے احمد بن زیاد دہقان سے ،انھوں نے مخول بن ابراہیم سے، انھوں نے رشدہ بن عبداللہ سے، انھوں نے خالد مخزومی سے، انھوں نے سلمان فارسی سے اور انھوں نے نبیؐ سے ایک طولانی حدیث کی روایت کی ہے جس میں آنحضرتؐ نے سلمان فارسی سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ میرے نقباء کون ہیں اور وہ بارہ افراد کون ہیں جنھیں خدا نے میرے بعد امامت کے لئے منتخب کیا ہے؟ سلمان نے جواب دیا اس سے خدا اور اس کے رسول زیادہ واقف ہوں گے۔حضرتؐ نے فرمایا: یا سلمان خلقنی اللّٰہ من صفوة نوره و دعانی فاطعت و خلق من نوری علیّا فدعاه فاطاعه ، و خلق من نوری و نور علی فاطمة فدعا ها فاطاعته و خلق منی و من علی و فاطمة الحسن و الحسین فدعاهما فاطاعاه فسمّانا باالخمسة الاسماء من اسمائه اللّٰه المحمود و انا محمد واللّٰه العلی و هذا علی واللّٰه الفاطر و هذه فاطمة واللّٰه ذو الاحسان و هذا الحسن واللّٰه المحسن وهذا الحسین

ثم خلق منا من صلب الحسین تسعة ائمة فدعاهم فاطاعوه قبل ان یخلق اللّٰه سماء مبنیة و ارضا مدحیّة اوهواء او ماء او ملکا او بشرا و کنا بعلمه نورا نسبّحه و نسمع و نطیع " (۱) اے سلمان اللہ نے مجھے اپنے نور کی زردی سے خلق کیا اور مجھے آواز دی پس میں نے اس کی اطاعت کی اور میرے نور سے علیؑ کو خلق کیا اور اس کو آواز دی تو اس نے اس کی اطاعت کی، اور میرے اور علیؑ کے نور سے فاطمہؑ کو خلق کیا اور اس کو آواز دی تو اس نے اس کی اطاعت کی ،اور میرے اور علیؑ و فاطمہؑ کے نور سے حسنؑ و حسینؑ کو خلق کیا اور انھیں آواز دی تو ان دونوں نے اس کی اطاعت کی۔پس اس نے اپنے پانچ ناموں سے ہمارے نام رکھے اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے، اللہ فاطر ہے اور یہ فاطمہ ہے، اللہ ذو الاحسان ہے اور یہ حسن ہے، اللہ محسن ہے اور یہ حسین ہے۔پھر ہم میں صلب حسینؑ سے نو اماموں کو خلق کیا اور انھیں آواز دی تو انھوں نے اس کی اطاعت کی قبل اس کے کہ اللہ آسمان کا شامیانہ بناتا اور زمین کا فرش بچھاتا یا ہوا یا پانی یا ملک یا بشر کو خلق کرتا۔ہم اس کے علم میں ایک نور تھے۔ہم اس کی تسبیح کرتے تھے، اس کی آواز سنتے تھے اور اس کی اطاعت کرتے تھے۔

شیخ طوسی اپنی "امالی" میں لکھتے ہیں:

"شیخ مفید نے علی بن حسن بصری سے، انھوں نے احمد بن ابراہیم قمی سے، انھوں نے محمد بن علی احمر سے، انھوں نے نصر بن علی سے، انھوں نے عبدالوہاب بن عبدالحمید سے ،انھوں نے حمید سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے۔انس کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا:" کنت انا و علی علی یمین العرش نسبح اللّٰه قبل ان یخلق آدم بالفی عام فلما خلق آدم جعلنا فی

۱۔اختصاص منقول از بحارالانوار، ج ۱۵، ص ۹۔

صلبه ثم نقلنا من صلب الی صلب فی اصلاب الطاهرین و ارحام المطهرات حتی انتهینا الی صلب عبد المطلب فقسمنا قسمین فجعل فی عبد اللّٰه نصفاً و فی ابی طالب نصفاً و جعل النبوة و الرسالة فیّ و جعل الوصیة والقضیة فی علیّ ثم اختار لنا اسمین اشتقهما من اسمائه فاللّٰه محمود و انا محمد واللّٰه العلی و هذا علی فانا للنبوة و الرسالة و علی الوصیّة و القضیة" (۱) میں اور علی یمین عرش پر تھے۔ خلقتِ آدم سے دو ہزار سال قبل ہم خدا کی تسبیح کر رہے تھے۔ جب آدم خلق ہوئے تو ہم کو ان کے صلب میں رکھا گیا پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں پہنچے اور وہاں دو حصوں میں تقسیم ہوئے نصف صلب عبداللہ میں اور نصف صلب ابو طالب میں آیا۔ مجھ میں نبوت و رسالت آئی اور علی میں وصایت و قضاوت۔ پھر ہمارے ناموں کو اپنے دو ناموں سے مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں۔ اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔ مجھے نبوت و رسالت کے لئے منتخب کیا اور علی کو وصایت و قضاوت کے لئے۔

نیز وہ اپنی اسی "امالی" میں لکھتے ہیں:

"ابو محمد فحام نے منصوری سے، انھوں نے ابو موسیٰ عیسیٰ بن احمد بن عیسیٰ بن منصور سے، انھوں نے امام علی نقیؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام محمد تقیؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام علی رضاؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظمؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام جعفر صادقؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام محمد باقرؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام زین العابدینؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام حسینؑ سے اور انھوں نے اپنے والد علی بن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ نبیؐ نے مجھ سے

۱۔ امالی طوسی، ص ۱۸۳، مجلس ۷، حدیث ۹۔

فرمایا: "یا علی خلقنی اللّٰه تعالیٰ و انت من نور اللّٰه حین خلق آدم، و افرغ ذالک النور فی صلبه، فافضی به الی عبد المطلب، ثم افترقا من عبد المطلب، انا فی عبد اللّٰه و انت فی ابی طالب، لا تصلح النبوة الا لی، و لا تصلح الوصیة الا لک، فمن جحد وصیتک جحد نبوتی، ومن جحد نبوتی اکبّه اللّٰه علی منخریه فی النار" (۱) اے علی خدا نے مجھ کو اور تم کو اپنے نور سے خلق کیا۔ جب آدم خلق کئے گئے تو وہ نور ان کے صلب میں آیا یہاں تک کہ وہ عبدالمطلب تک پہنچا اور پھر وہاں سے جدا ہوا۔ میں صلب عبداللہ میں آیا اور تم صلب ابو طالب میں آئے۔ نبوت سوائے میرے کسی کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ اور وصایت (خلافت) سوائے تمہارے کسی کو زیب نہیں دیتی۔ جس نے تمہاری وصایت سے انکار کیا اس نے میری نبوت سے انکار کیا۔ اور جس نے میری نبوت سے انکار کیا اس کو خدا منھ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔

نیز وہ اپنی "امالی" میں لکھتے ہیں:

"ہم سے حسین بن عبداللہ نے بیان کیا، انھوں نے ابو محمد سے، انھوں نے محمد بن ہمام سے، انھوں نے علی بن حسین ہمدانی سے، انھوں نے محمد بن خالد برقی سے، انھوں نے محمد بن سنان سے، انھوں نے مفضل بن عمر سے، انھوں نے امام جعفر صادقؑ سے اور انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ صحن خانہ میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے ان میں کسی نے کہا اے امیر المومنین آپ کو خدا نے اتنے بلند مقام پر فائز کیا اس کے باوجود آپ کے باپ پر (معاذ اللہ) وہ عذاب نازل کر رہا ہے؟ یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا: چپ ہو جاؤ خدا تیرا منھ بند کر دے۔ والذی بعث محمداً بالحق نبیّا، لو شفع ابی فی کل مذنب

۱۔ امالی طوسی، ص ۲۹۵، مجلس ۱۱، حدیث ۲۴۔

علی وجہ الارض لشفّعہ اللّٰہ تعالیٰ فیھم ،ابی یعذّب باالنار وابنہ قسیم النار ! ثم قال: والذی بعث محمداً باالحق نبیا ،انّ نور ابی طالب یوم القیامۃ لیطفئ انوار الخلق الا خمسۃ انوار : نور محمد(ص) و نوری ، ونور فاطمۃ ،ونوریّ الحسن والحسین و من ولدہ من الائمۃ ،لان نورہ من نورنا الذی خلقہ اللّٰہ من قبل خلق آدم با لفی عام

"(۱) اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو مبعوث کیا اگر میرا باپ ان سارے گناہگاروں کی شفاعت کرے جو روئے زمین پر رہتے ہیں تو خدا میرے باپ کی شفاعت قبول کرلے گا، میرے باپ پر کس طرح عذاب ہوسکتا ہے، جب کہ ان کا بیٹا جنت وجہنم کا تقسیم کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو مبعوث کیا نور ابو طالب قیامت کے دن ساری مخلوقات کے نور کو ڈھانپ لے گا سوائے نور محمدؐ، میرا نور، نور فاطمہؑ ،نور حسنؑ وحسینؑ اور اولاد حسینؑ سے ہونے والے اماموں کے نور کے۔ کیونکہ ان کے نور ہمارے نور سے ہیں جس کو اللہ نے آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے خلق کیا تھا۔

نیز وہ اسی ''امالی'' میں لکھتے ہیں:

''ہم سے محمد بن علی بن حشیش نے بیان کیا، انھوں نے ابوالحسن علی بن قاسم بن یعقوب بن عیسیٰ بن حسن بن جعفر بن ابراہیم قیسی خزاز سے، انھوں نے ابوزید محمد بن حسین بن مطاع سلمی سے، انھوں نے ابوالعباس احمد بن جبر قوّاس سے، انھوں نے محمد بن سلمہ واسطی سے، انھوں نے یزید بن ہارون سے، انھوں نے حماد بن سلمہ سے، انھوں نے ثابت سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ انس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا خچر پر بیٹھ کر فلاں پہاڑی کی طرف گئے اور مجھ سے کہا کہ اے انس خچر پر سوار ہو کر فلاں جگہ جاؤ وہاں علیؑ مشغول تسبیح ہوں گے اور ان کو میرا اسلام کہہ کر میرے

۱۔ امالی طوسی، ص ۳۰۵، مجلس ۱۱، حدیث ۵۹۔

پاس لیتے آنا۔ انس کا بیان ہے کہ میں اس جگہ گیا اور جیسا رسولؐ خدا نے کہا تھا ویسا ہی علیؑ کو پایا اور سلام پیغمبرؐ پہنچا کر انھیں اپنے ساتھ خدمت پیغمبرؐ میں لایا۔ جیسے ہی آنحضرتؐ پر ان کی نظر پڑی کہا: السلام علیک یا رسول اللہ، حضرتؐ نے فرمایا: وعلیک السلام یا اباالحسن، اس کے بعد حضرتؐ نے کہا: یہی وہ جگہ ہے جہاں ستر انبیاء ورسل بیٹھے تھے۔ یہاں کوئی بھی نبی نہیں بیٹھا مگر یہ کہ میں اس سے بہتر ہوں اور ہر نبی کی جگہ اس کا بھائی بھی بیٹھا تھا مگر جو بھی ان میں یہاں بیٹھا تم ان سب سے بہتر ہو۔ انس کا بیان ہے کہ میں نے بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا جو بہت نیچے آکر ان دونوں پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ پھر نبیؐ نے ہاتھ بڑھا کر انگور کا ایک گچھا لیا اور اس کو اپنے اور علیؑ کے سامنے رکھ کر کہا: اے میرے بھائی اس کو کھاؤ یہ خدا کی طرف سے میرے اور تمہارے لئے ایک ہدیہ ہے۔ انس کا بیان ہے کہ میں نے کہا یارسولؐ اللہ علیؑ آپ کے بھائی ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں علی میرا بھائی ہے۔ میں نے کہا یارسول اللہ بتائیے کیسے علی آپ کے بھائی ہیں؟ حضرتؐ نے جواب دیا: "**ان اللّٰہ عزّوجل خلق ماء تحت العرش قبل ان یخلق آدم بثلاثۃ آلاف عام، واسکنہ فی لؤلؤ خضراء فی غامض علمہ الی ان خلق آدم فلمّا ان خلق آدم نقل ذالک الماء من اللؤلؤ فاجراہ فی صلب آدم الی ان قبضہ اللّٰہ ،ثم نقلہ الی صلب شیث ،فلم یزل ذالک الماء ینتقل من ظھر الی ظھر حتی صار فی صلب عبد المطلب ،ثم شقہ اللّٰہ عزوجل بنصفین ،فصار نصفہ فی ابی عبد اللّٰہ بن عبد المطلب ، و نصف فی ابی طالب ،فانا من نصف الماء و علی من النصف الآخر ،فعلی اخی فی الدنیا والآخرۃ ،ثم قرء رسول اللّٰہ (ص) وھو الذی خلق من الماء بشراً فجعلہ نسباً و صھراً و کان ربک قدیرا** "(۱) خدا نے آدم کی خلقت سے تین ہزار سال قبل زیر عرش پانی خلق

۱۔ امالی طوسی، ص ۳۱۳، مجلس ۱۱، حدیث ۶۳۷۔

کیا اور اس کو سبز موتی میں رکھا یہاں تک کہ آدم کی خلقت ہوئی۔ جب آدم خلق کیے گئے تو وہ اپنی موتی سے منتقل ہو کر صلب آدم میں آیا اور جب خدا نے آدم کی قبض روح کی تو وہ صلب شیث میں منتقل ہوا پھر وہ ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں پہنچا۔ پھر خدا نے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ صلب عبداللہ میں آیا تو دوسرا حصہ صلب ابو طالب میں۔ پس اس پانی کے آدھے حصے سے میں ہوں اور دوسرے حصے سے علیؑ ہے۔ لہٰذا علیؑ دنیا و آخرت دونوں میں میرا بھائی ہے۔ پھر رسولؐ خدا نے اس آیت کی تلاوت کی: وھو الذی خلق من الماء بشراً فجعله نسباً و صهراً و كان ربك قدير" (وہی تو وہ (خدا) ہے جس نے پانی (منی) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا، اور تمہارا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔ فرقان/۵۴)

وہی اپنی "امالی" میں لکھتے ہیں:

امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی ہے کہ: ان اللّٰه تبارک و تعالیٰ خلق نور محمد(ص) من اختراعه من نور عظمته و جلاله و هو نور لا هوتيته الذی تبوی و تجلی لموسیٰ فی طور سينا .... فلما اراد ان يخلق محمداً منه قسم ذالک النور شطرين فخلق من الشطر الاول محمداً و من الشطر الآخر علی بن ابی طالب و لم يخلق من ذالک النور غيرهما خلقهما بيده و نفخ فيهما بنفسه ...."(۱) خدا نے اپنی عظمت و جلالت کے نور سے نور محمدؐ خلق کیا۔ یہی نور طور سینا پر موسیٰ کے لئے چمکا تھا۔ جب خدا نے محمدؐ کو خلق کرنا چاہا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کے ایک حصہ سے محمدؐ اور دوسرے حصہ سے علیؑ بن ابی طالب کو خلق کیا اور اس نور سے سوائے ان دونوں (محمدؐ و علیؑ) کے کسی کو خلق نہیں کیا۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۳۵، ص ۲۸۔

شیخ طوسی "مصباح الانوار" میں لکھتے ہیں:

"انس سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "ان اللّٰه خلقنی و خلق عليّا و فاطمة والحسن و الحسين قبل ان يخلق آدم حين لا سماء مبنية ولا ارض مدحية ولا ظلمة ولا نور ولا شمس و لا جنة ولا نار. فقال العباس فكيف كان بدو خلقكم يا رسولَ اللّٰه فقال يا عمّ لما اراد اللّٰه ان يخلقنا تكلّم بكلمة خلق منها نوراً ثم تكلّم بكلمة اخرىٰ فخلق منها روحا ثم مزج النور با الروح فخلقنی و خلق عليا و فاطمة والحسن والحسين فكنا نسبّحه حين لا تسبيح و نقدسه حين لا تقديس فلما اراد اللّٰه تعالىٰ ان ينشئی خلقه فتق نوری فخلق منه العرش ثم فتق نوراخی علی خلق منه الملائكة ،فاالملائكة من نور علی و نور علی من نور اللّٰه و علی افضل من الملائكة ثم فتق نورا بنتی فخلق منه السموات والارض فاالسموات و الارض من نورا بنتی فاطمة و نور فاطمة من نور اللّٰه و ابنتی فاطمة افضل من السماوات والارض .ثم فتق نور ولدی الحسن فخلق منه الشمس والقمر فاالشمس والقمر من نور ولدی الحسن و نور الحسن من نور اللّٰه و الحسن افضل من الشمس والقمر ثم فتق نور ولدی الحسين فخلق الجنة منه والحور العين فالجنة والحور العين من نور ولدی الحسين و نور ولدی الحسين من نور اللّٰه و ولدی الحسين افضل من الجنة و الحور العين "(۱) خدا نے مجھ کو علیؑ کو، فاطمہؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ کو آدم کی خلقت سے پہلے خلق کیا تھا۔ اس وقت نہ آسمان کا شامیانہ تھا نہ زمین کا فرش، نہ نور تھا نہ ظلمت، نہ سورج تھا نہ

۱۔ غایۃ المرام، ج ۱، ص ۳۴، باب ۲۔

جنت وجہنم، یہ سن کر عباس نے پوچھا یا رسولؐ اللہ پھر کس طرح آپ کی خلقت ہوئی۔
حضرتؐ نے فرمایا: اے چچا جب خدا نے ہم کو خلق کرنا چاہا تو ایک کلمہ کہا جس سے ایک نور خلق ہوا دوسری مرتبہ پھر ایک کلمہ کہا اس سے روح خلق ہوئی پھر اس نور کو اس روح سے ملا دیا تو مجھ کو اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو خلق کیا۔ ہم لوگ خدا کی تسبیح کرتے تھے جب کہ کوئی اس کی تسبیح کرنے والا نہ تھا، ہم لوگ اس کی تقدیس کرتے تھے جب کہ کوئی اس کی تقدیس کرنے والا نہ تھا۔ جب خدا نے مخلوقات کو خلق کرنا چاہا تو میرے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے عرش کو خلق کیا، پھر میرے بھائی علیؑ کے نور کو شگافتہ کیا اس سے ملائکہ کو خلق کیا، پس ملائکہ نور علیؑ سے ہیں اور نور علیؑ نور خدا سے ہے لہٰذا علیؑ ملائکہ سے افضل ہوئے۔ پھر میری بیٹی فاطمہؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے آسمان و زمین کو خلق کیا۔ پس آسمان و زمین نور فاطمہؑ سے ہیں اور نور فاطمہؑ نور خدا سے ہے لہٰذا میری بیٹی فاطمہؑ آسمان و زمین سے افضل ہوئی۔ پھر میرے بیٹے حسنؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے چاند اور سورج کو خلق کیا۔ پس چاند اور سورج میرے بیٹے حسنؑ کے نور سے ہیں اور نور حسنؑ نور خدا سے ہے لہٰذا حسنؑ چاند اور سورج سے افضل ہوئے۔ پھر میرے بیٹے حسینؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے جنت اور حور العین کو خلق کیا پس جنت و حور العین میرے بیٹے حسینؑ کے نور سے ہیں اور نور حسینؑ نور خدا سے ہے لہٰذا حسینؑ جنت و حور العین سے افضل ہے۔

نیز وہ اپنی "امالی" میں لکھتے ہیں:

"ابوالمفضل نے رجاء سے، انھوں نے یحییٰ بن داؤد بن قسم سے، انھوں نے عبداللہ بن فضل سے، ہارون بن عیسیٰ بن بہلول سے، انھوں نے بکار بن شعبہ سے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے بکر بن عبدالمطلب سے، انھوں نے امام زین العابدینؑ سے، انھوں نے اپنے والد (امام حسینؑ) سے اور انھوں نے اپنے والد امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "یا علی خلق اللّٰہ الناس من اشجار

شتّی و خلقنی و انت من شجرۃ واحدۃ انا اصلھا و انت فرعھا" (۱) اے علیؑ اللہ نے سارے لوگوں کو مختلف درختوں سے خلق کیا اور مجھ کو اور تم کو ایک درخت سے خلق کیا ہے۔ میں اس کی جڑ ہوں اور تم اس کی شاخ ہو۔

نیز وہ اپنی "امالی" میں لکھتے ہیں:

"محدثین کی ایک جماعت نے ابوالمفضل سے، انھوں نے عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم مدائنی سے، انھوں نے عثمان بن عبداللہ سے، انھوں نے عبداللہ بن لہیعہ سے، انھوں نے ابوزبیر سے اور انھوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ جابر کا بیان ہے کہ ہم عرفات میں نبیؐ کے ساتھ تھے اور علیؑ آپ کے سامنے تھے۔ نبیؐ نے اشارہ کر کے علیؑ کو اپنے قریب بلایا اور جب وہ آ گئے تو فرمایا: اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدو حضرتؐ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یا علی خلقت انا و انت من شجرۃ. انا اصلھا و انت فرعھا و الحسن و الحسین اغصانھا فمن تعلق بغصن من اغصانھا ادخلہ اللّٰہ الجنۃ" (۲) اے علیؑ میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں اس کی جڑ ہوں، تم اس کی شاخ ہو اور حسنؑ و حسینؑ اس کی ٹہنیاں ہیں۔ پس جس نے ان میں سے کسی سے رابطہ رکھا اور ان سے وابستہ ہوا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

شیخ طوسی ہی اپنی "امالی" میں لکھتے ہیں:

"محدثین کی ایک جماعت نے مفضل سے، انھوں نے محمد بن علی بن مہدی وغیرہ سے، انھوں نے محمد بن علی سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے جمیل بن صالح سے، انھوں نے خالد کابلی سے اور انھوں نے ابن نباتہ سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "الا انّی عبد اللّٰہ و اخو رسولہ و صدیقہ الاول قد

۱۔ امالی طوسی، ص ۶۱۰، مجلس ۲۸، حدیث ۹۔
۲۔ امالی طوسی، ص ۶۱۱، مجلس ۲۸، حدیث ۱۱۔

صدقت و آدم بین الروح و الجسد .ثم انی صدیقه الاول فی امتکم حقا نحن الوارثون الاول و نحن الآخرون "(۱) آگاہ ہو جاؤ! میں اللہ کا بندہ، اس کے رسولؐ کا بھائی اور ان کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا ہوں۔ میں نے اس وقت ان کی تصدیق کی جب آدم جسم و روح کے درمیان تھے۔ اولین و آخرین میں میں ہی ان کا وارث ہوں۔

ح: قطب الدین راوندی ''الخرائج والجرائح'' میں لکھتے ہیں:

''محمد بن اسماعیل برکی نے عبداللہ بن داہر سے، انھوں نے جماحی سے، انھوں نے محمد بن فضل سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن سعد سے اور انھوں نے سعدان سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "کنت انا و علیّ نوراً بین یدی اللّه قبل ان یخلق آدم باربع عشرة الاف سنة ،فلما خلق آدم قسم ذالک النور جزئین ورکبه فی صلب آدم واهبطه الی الارض ثم حمله فی السفینة فی صلب نوح ثم قذفه فی النار فی صلب ابراهیم فجزء انا و جزء علی ،والنور یزول معنا حیث زلنا" (۲) خلقتِ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے پیشِ خدا میں اور علیؑ ایک نور تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس کو صلب آدم میں قرار دیا۔ جب نوح کشتی پر سوار ہوئے تو انھوں نے اس نور کو حمل کیا، پھر وہ صلب ابراہیم میں آیا اور اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔ اور ہم جہاں رہے وہ نور ہمارے ساتھ ساتھ رہا۔

ط: حسین بن حمدان حضینی ''کتاب الروضہ'' میں لکھتے ہیں:

''مجاہد نے ابن عمر اور ابوسعید خدری سے روایت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم رسولؐ خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، عمار بن یاسر،

۱۔ بحارالانوار، ج ۳۵، ص ۲۸۔

۲۔ الخرائج والجرائح، ج ۲، ص ۸۳۸، باب ۶۱۔

حذیفہ بن یمانی، ابوالہیثم بن تیہان، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ داخل ہوئے اور رسولؐ خدا کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ ان کے چہروں پر حزن و ملال طاری تھا۔ انھوں نے کہا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا جائیں ہم نے آپ کے بھائی اور ابن عم کے بارے میں کچھ لوگوں سے ایسی باتیں سنیں جس نے ہمیں محزون کر دیا ہے اور آپ سے ہم اجازت چاہتے ہیں کہ ان کا جواب دے سکیں۔ رسولؐ خدا نے پوچھا میرے بھائی علی کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا وہ کہتے ہیں کہ علیؑ نے جو اسلام کی طرف سبقت کی اس میں ان کا کیا کمال ہے کیونکہ انھوں نے بچپن میں اسلام قبول کیا تھا۔ اسی طرح کی وہ اور بھی باتیں کہتے ہیں۔ حضرتؐ نے پوچھا کیا ان باتوں سے تم محزون ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہاں۔ یہ سن کر حضرتؐ نے فرمایا: تم لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم کو گذشتہ کتابوں میں موجود واقعات کے بارے میں معلوم ہے.... (چاند سورج اور ستاروں کے ڈوبنے سے متعلق جناب ابراہیم کی باتوں، ولادت موسیٰ اور اس کے بعد کے دریا کے حوالے ہونے اور ولادت عیسیٰ سے متعلق لوگوں کے سوالات اور جناب عیسیٰ کا گہوارے میں بولنا جیسے واقعات بیان کرنے کے بعد کہا) وقد علمتم جمیعاً ان اللّه عزّوجل خلقنی و علیاً من نور واحد. انا کنا فی صلب آدم نسبح اللّه عزّوجل ثم نقلنا الی اصلاب الرجال و ارحام النساء یسمع تسبیحنا فی الظهور والبطون فی کل عهد و عصر الی عبد المطلب ..... ثم افترق نورنا فصار نصفه فی عبد اللّه و نصفه فی ابی طالب عمّی ..."(۱) تم سبھی کو معلوم ہے کہ اللہ نے مجھ کو اور علیؑ کو ایک نور سے خلق کیا۔ ہم صلب آدم میں خدا کی تسبیح کرتے تھے پھر ہم مردوں کے اصلاب اور عورتوں کے ارحام میں منتقل ہوتے رہے اور زمانۂ عبدالمطلب تک ہماری تسبیح کی آواز سنی جاتی رہی... پھر ہمارا نور دو حصوں میں

۱۔ بحارالانوار، ج ۳۵، ص ۲۶۔

جدا ہوا نصف عبداللہ میں آیا اور نصف میرے چچا ابوطالب میں . . . ۔

ی: جمال الدین حسن بن یوسف بن علی بن مطہر معروف بہ علامہ حلی نے ''کشف الیقین'' میں امام جعفر صادقؑ کی ایک طویل حدیث کی روایت کی ہے جس کو انھوں نے اپنے آباء واجداد کے توسط سے امیر المومنینؑ سے، انھوں نے رسولؐ خدا سے اور انھوں نے جبرئیل سے نقل کیا تھا جس میں جبرئیل نے کہا تھا: (روایت کا آخری ٹکڑا ہے)

"یا محمد ان اللّٰہ جعلک سید الانبیاء و علیا سید الاوصیاء و خیرهم و جعل الائمة من ذریتکما الی ان یرث الارض و من علیها. فسجد علی صلوات اللّٰہ علیه و جعل یقبل الارض شکر اللّٰہ تعالیٰ و انّ اللّٰہ جلّ اسمه خلق محمداً و علیّا و فاطمة و الحسن و الحسین علیهم السلام اشباحاً یسبّحون و یمجدونه و یهلّلونه بین یدی عرشه قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فجعلهم نوراً ینقلهم فی ظهور الاخیار من الرجال و ارحام الخیرات المطهرات المهذبات من النساء من عصر الی عصر فلمّا اراد اللّٰہ عزّوجل ان یبین لنا فضلهم و یعرفنا منزلتهم و یوجب علینا حقهم اخذ ذالک النور فقسّمه قسمین جعل قسما فی عبد اللّٰہ بن عبد المطلب فکان منه محمد سید النبیین و خاتم المرسلین و جعل فیه النبوة و جعل القسم الثانی فی عبد مناف و هو ابو طالب بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف فکان منه علی امیر المومنین و سید الوصیین وجعله رسول اللّٰہ (ص) ولیّه و وصیّه و خلیفته و زوج ابنته و قاضی دینه و کاشف کربته و منجز وعده و ناصر دینه" (۱) اے محمدؐ آپ کو اللہ نے سیدالانبیاء اور علیؑ کو سیدالاوصیاء اور ان میں سب سے بہتر قرار دیا ہے۔ جب رسولؐ خدا سے علیؑ نے یہ سنا تو اپنی پیشانی سجدے میں

۱۔ بحارالانوار، ج ۳۵، ص ۲۶۔

رکھ دی اور شکر خدا بجالانے کے لئے زمین چومنے لگے۔ خدا نے محمدؐ علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ و حسینؑ کو سایۂ نور کی طرح خلق کیا۔ وہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا اس کی تسبیح وتہلیل وتمجید کررہے تھے۔ پھر ان کو نور قرار دیا اور وہ اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے۔ جب خدا نے چاہا کہ ان کے فضل وشرف سے آگاہ کرے اور ان کی منزلت پہچنوائے اور ان کے حق کو ہم پر واجب کرے، تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ عبداللہ بن عبدالمطلب میں منتقل کیا اور اس سے سید الانبیاء وخاتم المرسلین بنایا اور ان میں نبوت قرار دی اور دوسرے حصے کو ابوطالب بن عبد المطلب میں منتقل کیا اور اس سے علیؑ کو امیر المومنین وسیدالاوصیاء بنایا اور انھیں رسولؐ کا ولی ووصی وخلیفہ، ان کی بیٹی کا شوہر، ان کا قرض ادا کرنے والا، ان کی مشکلات کو دور کرنے والا، ان کے وعدے کو وفا کرنے والا اور ان کے دین کا ناصر بنایا۔

یا: حسن دیلمی ''ارشاد القلوب'' میں لکھتے ہیں:

"قال رسول اللّٰہ (ص) کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل من قبل ان یخلق اللّٰہ آدم باربعة آلاف سنة فلمّا خلق اللّٰہ آدم سلک النور فی صلبه فلم یزل اللّٰہ عزّوجل ینقله من صلب حتی اقرّه فی صلب عبد المطلب ثم اخرجه من صلب عبد المطلب قسمین و قسماً فی صلب عبد اللّٰہ بن عبد المطلب ابی و قسماً فی صلب ابی طالب فعلیّ منی وانا منه، لحمه لحمی و دمه دمی، فمن احبّه احبنی و من ابغضه ابغضنی" (۱) رسولؐ خدا نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک صلب عبد المطلب میں پہنچا پھر وہاں سے اس کو نکال کے اس کے دو حصے کئے گئے ایک حصہ

۱۔ ارشاد القلوب، ج ۲، ص ۲۱۰۔

میرے باپ عبداللہ بن عبدالمطلب کے صلب میں آیا اور اس کا دوسرا حصہ صلب ابو طالب میں آیا۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے، جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

نیز دیلمی ''ارشاد القلوب'' میں لکھتے ہیں:

''سلمان فارسی کا بیان ہے کہ میں مسجد میں پیغمبرؐ اسلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں عباس بن عبدالمطلب آ گئے اور حضرتؐ کو سلام کیا، حضرتؐ نے بعد جواب سلام ان کو خوش آمدید کہا۔ عباس نے پوچھا ہم پر علی بن ابی طالب کو کس چیز کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: اے میرے چچا میں ابھی آپ کو بتا دیتا ہوں۔ خدا نے مجھے اور علیؑ کو اس وقت خلق کیا جب نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ جنت تھی نہ جہنم، نہ لوح تھا نہ قلم۔ جب خدا نے ہم کو خلق کرنا چاہا تو ایک لفظ کہا اس سے نور خلق ہوا پھر ایک لفظ کہا اس سے روح خلق ہوئی پھر ان دونوں کو ملا دیا جس سے میری اور علیؑ کی خلقت ہوئی۔ پھر میرے نور کو شگافتہ کر کے نور عرش کو خلق کیا لہذا میں عرش سے افضل ہوں، پھر نور علیؑ کو شگافتہ کر کے آسمان کے نور کو خلق کیا لہذا علیؑ آسمانوں سے افضل ہے، پھر نور حسینؑ شگافتہ کر کے نور شمس کو خلق کیا اور نور حسینؑ کو خلق کر کے نور قمر کو خلق کیا لہذا حسنؑ و حسینؑ سورج اور چاند سے افضل ہیں۔ اسی لئے ملائکہ خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے وقت کہتے تھے سبوح قدوس انوار ما اکرمہا۔ جب خدا نے ملائکہ کا امتحان لینا چاہا تو ان کی طرف ایسا سیاہ بادل بھیجا کہ وہ کچھ نہیں دیکھ پا رہے تھے اس وقت ملائکہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے ہمارے معبود اور ہمارے سردار جب سے ہم کو خلق کیا ایسا منظر نہیں دیکھا تجھ کو ان انوار کا واسطہ ہماری یہ مشکل حل کر دے۔ آواز الٰہی آئی میری عزت و جلال کی قسم میں تمہاری مشکل حل کروں گا۔ چنانچہ قندیل کی شکل میں نور زہرا خلق کیا اس سے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین روشن ہو گئے اسی لئے آپ کا فاطمہ

زہرؑا نام پڑا، اور جب ملائکہ خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے تو آواز الٰہی آتی تھی میری عزت و جلال کی قسم قیامت تک کے ان تسبیح و تقدیس کا ثواب اس خاتون (فاطمہؑ) کے اور اس کے باپ، شوہر اور بیٹوں کے چاہنے والوں کے نامہ اعمال میں لکھوں گا۔

سلمان کا بیان ہے کہ عباس وہاں سے چلے اور علیؑ کو اپنے سینے سے لگا کر ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا عترت واہلبیت مصطفیؐ کو خدا نے کتنا نوازا ہے!(۱)

نیز دیلمی نے اپنی اسی کتاب میں محمد بن زیاد سے نقل کیا ہے کہ ابن مہر نے عبداللہ بن عباس سے آیہ: ''وانا لنحن الصافون وانا لنحن المسبحون'' کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے جواب دیا:

''کنّا عند رسول اللّٰه (ص) فاقبل علی بن ابی طالب. فلمّا راه النبی(ص) تبسم فی وجهه و قال مرحباً بمن خلقه اللّٰه تعالیٰ قبل کل شیٔ خلقنی اللّٰه و خلق علیّا قبل ان یخلق علیّا من النصف الآخر قبل الاشیاء ،فنورها من نوری و نور علی . ثم جعلنا من یمین العرش ثم خلق الملائکة وفسبحنا فسبحت الملائکة و هلّلنا فهلّلت الملائکة و کبرنا فکبّرت الملائکة کان ذالک من تعلیمی و تعلیم علی '' (۲) ہم خدمت پیغمبرؐ میں تھے کہ اسی وقت علیؑ آ گئے۔ جب نبیؐ نے علیؑ کو دیکھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا: خوش آمدید اے وہ جس کو سب سے پہلے خدا نے خلق کیا ہے۔ خدا نے مجھے اور علیؑ کو خلقت آدم سے پہلے خلق کیا ہے۔ اس نے سب سے پہلے ایک نور خلق کیا اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا، اس کے ایک حصہ سے مجھے اور دوسرے حصہ سے علیؑ کو خلق کیا۔ پھر ساری چیزیں میرے اور علیؑ کے نور سے منور ہوئیں۔ اس کے بعد ہم کو یمین عرش پر رکھا پھر ملائکہ کو خلق کیا۔ جب ہم نے تسبیح کی تب ملائکہ نے تسبیح کی، جب ہم نے تہلیل کی تب ملائکہ نے تہلیل کی، جب ہم نے تکبیر کہی تب ملائکہ نے تکبیر

۱۔ ارشاد القلوب، ج ۲، ص ۴۰۳، باب بعض قضایا (ع)۔

۲۔ ارشاد القلوب، ج ۲، ص ۴۰۴، باب بعض قضایا (ع)۔

کہی اور یہ سب کچھ ہمارے اور علیؑ کے تعلیم دینے کی وجہ سے تھا۔

یب: محمد بن علی فاسی ''روضۃ الواعظین'' میں لکھتے ہیں:

''جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے ولادت علیؑ کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا: تم نے بہترین مولود کے بارے میں پوچھا ہے جو میرے بعد سنتِ مسیح علیہ السلام پر پیدا ہوا۔ تو سنو: ان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ خلقنی و علیا من نور واحد قبل ان خلق الخلق بخمسمائۃ الف عام. فکنا نسبح اللّٰہ و نقدسّہ. فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم علیہ السلام قذف بنا فی صلبہ واستقررت انا فی جنبہ الایمن و علی فی الایسر ثم نقلنا من صلبہ فی الاصلاب الطاھرات الی الارحام الطیبۃ فلم نزل کذالک حتی اطلعنی اللّٰہ تبارک و تعالیٰ من ظھر طاھر و ھو عبد اللّٰہ بن عبد المطلب فاستودعنی خیر رحم و ھی آمنۃ ثم اطلع اللّٰہ تبارک و تعالیٰ علیا من ظھر طاھر و ھو ابو طالب و استودعہ خیر رحم و ھی فاطمۃ بنت اسد'' (۱) خدا نے مخلوقات کی خلقت سے پانچ لاکھ سال پہلے مجھ کو اور علی کو ایک نور سے خلق کیا۔ ہم خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو اس کو ان کے صلب میں ڈالا۔ میں داہنی طرف تھا اور علیؑ بائیں طرف۔ پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ میرے نور کو صلب عبداللہ بن عبدالمطلب سے نکال کر آمنہ کی بہترین رحم کے حوالے کیا پھر نور علیؑ کو صلب ابوطالب سے نکال کر فاطمہ بنت اسد کی بہترین رحم کے سپرد کیا۔

یج: شیخ شرف الدین بن علی نجفی نے ''تاویل الآیات الظاھرۃ فی فضائل العترۃ الطاھرہ'' میں محمد بن زیاد سے روایت کی ہے کہ ابن مہر نے عبداللہ بن عباس سے آیہ: ''و انّا لنحن الصافون و انّا لنحن المسبحون'' کی جب تفسیر پوچھی تو ابن عباس نے جواب دیا: ہم خدمتِ پیغمبرؐ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ علیؑ

۱۔ روضۃ الواعظین، ج۱، ص۷۷، مجلس فی ذکر مولد امیر المومنین۔

آ گئے، جیسی ہی آنحضرت کی ان پر نظر پڑی مسکراتے ہوئے فرمایا: خوش آمدید اے وہ جس کو خدا نے خلقت آدم سے چالیس ہزار سال پہلے خلق کیا تھا۔ میں (ابن عباس) نے کہا کیا باپ سے پہلے بیٹا ہو سکتا ہے؟ حضرتؐ نے جواب دیا:

"نعم، ان اللّٰہ خلقنی و خلق علیا قبل ان یخلق آدم بھذہ المدۃ و خلق نوراً فقسّمہ نصفین فخلقنی من نصفہ و خلق علیا من النصف الآخر قبل الاشیاء کلھا ثم خلق الاشیاء فکانت مظلمۃ فنورھا من نوری و نور علی، ثم جعلنا عن یمین العرش ثم خلق الملائکۃ فسبحنا فسبحت الملائکۃ وھللّنا و ھللّت الملائکۃ و کبرنا فکبّرت الملائکۃ فکان ذالک من تعلیمی و تعلیم علی. و کان ذالک فی علم اللّٰہ السابق ان لا یدخل النار محبّ لی و لعلی، ولا یدخل الجنۃ مبغض لی و لعلی ..." ہاں ہو سکتا ہے اس لئے کہ خدا نے مجھ کو اور علیؑ کو آدم کی خلقت سے پہلے خلق کیا تھا۔ اس نے سب سے پہلے ایک نور خلق کیا اور اس کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا ایک ٹکڑے سے مجھے خلق کیا اور اس کے دوسرے ٹکڑے سے علیؑ کی خلقت ہوئی۔ پھر ساری چیزیں میرے اور علیؑ کے نور سے منور ہوئیں۔ اس کے بعد ہم کو یمین عرش پر رکھا پھر ملائکہ کو خلق کیا۔ جب ہم نے تسبیح کی تب ملائکہ نے تسبیح کی۔ جب ہم نے تہلیل کی تب ملائکہ نے تہلیل کی، جب ہم نے تکبیر کہی تب ملائکہ نے تکبیر کہی اور یہ سب کچھ ہمارے اور علیؑ کے تعلیم دینے کی وجہ سے تھا۔ یہ علم الٰہی میں محفوظ ہے کہ میرا اور علیؑ کا محب جہنم میں نہیں جا سکتا اور نہ ہی میرا اور علیؑ کا دشمن جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ خدا نے ملائکہ کو خلق کیا جن کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے ہیں جو جنت کے آب حیات سے پُر ہیں۔ کوئی بھی شیعہ نہ ہوگا مگر پاک ولادت والا، اور صاحب تقویٰ، پاک وصاف اور خدا پر ایمان رکھنے والا ہوگا۔ اس لئے کہ استقرار نطفہ سے پہلے آب حیات لئے فرشتے آتے ہیں اور جس ظرف میں وہ پانی پیتا ہے اس میں چند قطرے

گرا دیتے ہیں تو اس سے دلوں میں ایمان اس طرح اُگ جاتا ہے، جس طرح آبیاری سے پودے اگ جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اپنے پروردگار، اپنے نبیؐ، ان کے وصی علیؑ، بنت نبیؐ فاطمہ زہراؑ، حسنؑ و حسینؑ اور پھر اولاد حسینؑ سے ہونے والے اماموں کی محبت جڑ پکڑ لیتی ہے۔ میں (ابن عباس) نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ائمہ کون ہیں؟ فرمایا میری نسل سے گیارہ ہیں جن کا باپ علی بن ابی طالبؑ ہے۔ اس کے بعد نبیؐ نے فرمایا: ساری حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے محبت علیؑ کو جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے بچانے کا ذریعہ قرار دیا۔(۱)

نقل حدیث شیعہ کے اسباب وعلل

حدیث شیعہ کو نقل کرنے کی تو ضرورت نہیں تھی مگر درج ذیل وجوہات کی بناء پر میں نے یہ حدیثیں پیش کی ہیں:

۱۔ ابن روز بہان نے علامہ حلی کی رد میں لکھا:

" العجب انّ هذا الرجل لا ينقل حديثاً الا من جماعة اهل السنة. لان الشيعة ليس لهم كتاب و لا رواية ولا علماء مجتهدون مستخرجون للاخبار .فهو في اثبات ما يدعيه عيال على كتب اهل السنة " بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس شخص (علامہ حلیؒ) نے صرف اہلسنت کی حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور یہ صرف اس لئے کہ شیعوں کے پاس نہ کوئی کتاب ہے نہ روایت اور نہ ہی مجتہد جو حدیثوں سے استنباط کر سکے۔ لہذا وہ اپنی باتوں کو صحیح ثابت کرنے میں اہلسنت کی کتابوں کے محتاج ہیں۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ خود ابن روز بہان کی بات تعجب خیز ہے۔ کیونکہ انھوں نے اصول مناظرہ کے خلاف بات کہی ہے۔ (اس لئے کہ مناظرہ میں ایسی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں جن کو مقابل قبول

۱۔ تاویل الآیات الظاہرہ ص ۳۸۸ (تاویل آیہ ۶۵ صافات)۔

کرے، اور جب ہم خود اہلسنت کی کتابوں سے حدیثیں پیش کریں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انھیں تسلیم کریں) اگر ہم صرف شیعوں کی کتابوں سے حدیثیں پیش کریں تو کہیں گے یہ شیعوں کی حدیثیں ہیں جو ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔

۲۔ ابن روز بہان نے علامہ حلی کی کتاب "نہج الحق" کی رد اور حضرت عمر کی موہوم فضیلت میں گڑھی ایک حدیث نقل کی ہے (جس کے جعلی ہونے کو میں نے شوارق النصوص میں تفصیل سے بیان کیا ہے) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے ازواج پیغمبرؐ کو "یا عداوت انفسهن " کہا تھا اس کے جواب میں ازواج پیغمبرؐ نے انھیں "افظ و اغلظ" (سخت کلام کرنے والا اور بدخُلق شخص) سے خطاب کیا تھا۔ ان سب کے باوجود اس حدیث کے آخر میں ایک فقرہ کا اور اضافہ کر دیا کہ پیغمبرؐ نے عمر بن خطاب سے فرمایا: " ما لقيك الشيطان سالكا فجاقط الاسلك غير فجك " (جس راستے پر تم چلے اس کے مخالف راستے پر شیطان چلا) اس کے بعد ابن روز بہان لکھتے ہیں:

"هذا حديث نقله جمهور ارباب الصحاح و لا شك في صحته لاحد و هذا حجة على الروافض حيث يقولون ان بيعة ابي بكر كان باختيار عمر بن الخطاب فانّه لو صحّ ما ذكروا انه كان باختياره فهو حق لا شك بدليل هذا الحديث لانه سلك فجايسلك الشيطان فجا غيره و كل فج يكون مقابلاً و مناقضاً بفج الشيطان فهو فج الحق لا شك

"اس حدیث کو سارے اصحاب نے نقل کیا ہے اور کسی نے اس کی صحت میں شک نہیں کیا ہے اور یہ رافضیوں کے لئے ایک حجت و دلیل ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ابو بکر کی بیعت عمر بن خطاب کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اب اگر ان کی بات صحیح ہے تو اس حدیث کے مطابق ابو بکر کی بیعت صحیح ہوئی کیونکہ جس راستے پر عمر چلے اس کی مخالف سمت شیطان چلا اور جو راستہ شیطان کے مخالف ہو وہ راہ حق ہوگا۔

ابن روز بہان کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے اس جھوٹی حدیث پر فخر کیا ہے اور اگر ایسا ہے تو وہ حدیث (نور) جس کی مختلف طرق واسناد اور متعدد الفاظ و عبارت میں روایت کی گئی ہے بدرجہ اولیٰ

لائق فخر ہوگی۔ کیونکہ حدیث نور کی صحت پر فریقین کا اتفاق ہے۔

شاہ صاحب نے اس جعلی حدیث کی رکیک توجیہات کی ہیں اور ہندوستانی مثالوں سے اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جب میں نے (حضرت عمر سے متعلق) اس حدیث کے جعلی اور گڑھی ہونے کو شوارق النصوص میں تفصیل سے ثابت کر دیا تو پھر ان مثالوں کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

۳۔ خود شاہ صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ کے گیارہویں باب کے تیرہویں تعصب کے حاشیہ پر لکھا:

''شیعوں کے بزرگ مجتہدین میں سے ایک ابن یونس ہیں جنہوں نے الصراط المستقیم میں لکھا کہ ابن جریر نے یوم الغدیر، ابن شاہین نے المناقب، ابن ابی شیبہ نے الاخبار الامام وفضائلہ، ابونعیم نے منقبۃ المطہرین اور مانزل من القرآن فی فضل امیر المومنین، ابو المحاسن رویانی شافعی نے جعفریات، موفق مکی نے اربعین فی فضائل امیر المومنین، ابن مردویہ نے رد الشمس فی فضل علی، شیرازی نے نزول القرآن فی شان امیر المومنین، نطنزی نے خصائص علویہ، ابن مغازلی شافعی نے مناقب امیر المومنین معروف بہ المراتب، بصری نے درجات امیر المومنین اور خطیب نے الحدائق لکھیں اور سید مرتضی نے کہا کہ عمر بن شاہین کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے فضائل علیؑ کو ہزار جز میں جمع کیا ہے۔ منقول از انوار العرفان تالیف معین قزوینی اثنا عشری۔ پس انصاف کی بات تو یہ ہے کہ شیعوں کے پاس فضائل امیر المومنین واہلبیتؑ میں ان جیسی کتابیں ہے ہی نہیں۔ بلکہ جو کوئی بھی ان کی کتابوں میں غور کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ علماء شیعہ اسی سلسلہ میں اہلسنت کے محتاج ہیں۔ کیونکہ وہ صرف ان ہی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ البتہ احتمال ہے کہ دوسرے اماموں کے بارے میں کچھ کتابیں ہوں جیسے کشف الغمہ اور الفصول المہمۃ وغیرہ''۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک شیعوں کا فضیلتِ امیر المومنینؑ اور حضرت زہراؑ و حسنینؑ میں اہلسنت کی کتابوں سے حدیثوں کا نقل کرنا خوشہ چینی ہے اور اپنے طرق واسناد سے فضائل ومناقب کو ثابت نہ کرنا عدم استطاعت ونقص کی دلیل ہے۔ تو اگر شیعہ خود ان ہی کے طریق سے ان

حضرات کے فضائل ومناقب بیان کریں اور ان سے احتجاج واستدلال کریں تو اس سے انہیں انکار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے باعث فضل وافتخار سمجھنا چاہئے۔ اور فصول المہمہ کی نسبت جو شیعوں کی طرف دی اور کہا کہ یہ شیعوں کی کتاب ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اہلسنت کی جتنی بھی تراجم کی کتابیں ہیں ان سب میں اس کو ابن صباغ مالکی کی تالیف بتایا ہے۔ اس بات کو ہم نے عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں تفصیل سے بیان ہے۔

اور صاحب کشف الغمہ نے جو اہلسنت کی کتابوں سے نقل کیا ہے وہ صرف اس لئے تا کہ اہلسنت پر حجت تمام کر سکیں اور یہ ثابت کریں کہ جو ہم نے لکھا ہے اس کو خود تم ہی نے لکھا ہے تو پھر کیوں سر تسلیم خم نہیں کرتے! ورنہ فضائل علیؑ وآل علیؑ میں شیعوں نے اپنے طریق سے اتنی کتابیں لکھی ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص ''غایۃ المرام'' اور ''بحار الانوار'' کی طرف رجوع کرے گا اس کو ان کتابوں کے نام معلوم ہو جائیں گے۔

۴۔ شاہ صاحب کے شاگرد خاص رشید الدین خان نے شوکت عمریہ میں لکھا ہے:

''ائمہ اطہار کی شان میں جو حدیثیں شیعی طریق سے مروی ہیں (اگر ان کے جعلی ہونے کا شبہ نہ ہو تو) احقر (رشید الدین خان) ان میں بالکل جرح وبحث نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنی آنکھوں اور سر پر رکھتا ہے''۔

رشید الدین خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ اہلبیت کے بارے میں شیعی طریق سے مروی حدیث پر (اگر وہ جعلی نہ ہو تو) نہ یہ کہ خدشہ وارد نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنی آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ پس حدیث نور یا اس جیسی حدیثیں جنہیں شیعوں نے نقل کی ہیں اور ان میں جعلی ہونے کا بالکل شائبہ نہیں ہے انہیں ان کو اور ان کے ہم مشربوں کو تسلیم کر لینا چاہتے۔

۵۔ نصر اللہ کابلی نے صواقع میں، اسی طرح شاہ صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ میں اکثر جگہوں پر خود اپنی ہی حدیث سے استدلال کیا ہے، بلکہ انھوں نے ایسی حدیثوں سے استناد کیا ہے جو خود سنی محققین اور رجالیوں کے نزدیک جعلی اور گڑھی ہوئی ہیں، تو کیا شیعہ خود اپنی حدیثوں سے احتجاج واستدلال نہیں کر سکتے؟

اس کتاب میں حدیث نور کو میں نے سنی سلسلۂ سند سے بھی پیش کیا ہے اور شیعی سلسلۂ سند سے بھی،

لہذا یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اب ان کو پڑھ کر کیا کوئی شخص اس کے وجود سے انکار کرسکتا ہے؟ یا اس کو صرف شیعوں کی حدیث کہہ سکتا ہے؟

تضعیفِ سندِ حدیثِ نور کا جواب

شاہ صاحب: "اہلسنت کا اجماع ہے کہ یہ حدیث (نور) جعلی ہے"۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے جو یہ کہا ہے کہ باجماع اہلسنت یہ حدیث (نور) جعلی اور گڑھی ہوئی ہے تو یہ سفید جھوٹ اور واضح حقیقت سے انکار کے سوا کچھ نہیں ہے جو ایک ادنیٰ طالب علم کے بھی شایان شان نہیں ہے چہ جائیکہ ایک ایسے شخص کے لئے جو امور دینیہ کی زعامت کا مدعی تھا۔

میں نے شاہ صاحب کے دعویٰ کو واضح دلائل اور روشن براہین سے باطل کردیا ہے اور ثابت کردیا ہے کہ بزرگ علماء اہلسنت نے اس حدیث (نور) کی روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بزرگ علمی شخصیتیں ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں کو نقل حدیثِ نور کر کے زینت بخشی ہے۔ اب اگر یہ حدیث جعلی اور گڑھی ہوئی ہوتی جیسا کہ شاہ صاحب نے اس کے جعلی ہونے پر ادعائے اجماع کیا ہے تو پھر کس طرح اتنے ائمہ وحفاظ اس کو نقل کرتے؟ کیا جعلی اور جھوٹی حدیث کا نقل کرنا حرام نہیں ہے؟ اس کی حرمت پر تو ابن حجر عسقلانی نے "نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر" میں ادعائے اجماع کیا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "من حدث عنی بحدیث یریٰ انه کذب فهو احد الکاذبین" جو شخص ایسی حدیث کی روایت کرے جو اس کی نظر میں جھوٹی ہے تو ایسی حدیث کی روایت کرنے والا جھوٹوں میں سے ایک ہے، اس کی مسلم نے روایت کی ہے۔(۱)

لہذا اگر شاہ صاحب کی بات کو صحیح مانیں تو پھر ان سارے ائمہ وحفاظ کو فاسق کہیں جنہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی رسول خدا کی مذکورہ حدیث کو ان حفاظ پر منطبق کرے گا۔!!

اس کے علاوہ اہلسنت کے بزرگ علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے احتجاج واستدلال کیا

۱۔ نزھۃ النظر، ص ۹۱۔

ہے اور ایک جماعت نے اس حدیث کے حدیثِ پیغمبرؐ ہونے کو بڑی ٹھوس دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ لہذا شاہ صاحب کا دعوائے اجماع غلط اور باطل ہے۔

سب سے پہلے ابن جوزی نے اس حدیث کو جعلی کہا۔ اور اہل علم اس بات سے واقف ہیں کہ ابن جوزی کو صحیح اور معتبر حدیث کو جعلی قرار دینے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ جو کوئی بھی ان کی کتاب "الموضوعات" کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ ابن جوزی کی تاٴسی ابن روزبہان نے اپنی کتاب "ابطال الباطل" میں کی اور ان کی پیروی تھوڑے اضافہ سے خواجہ کابلی نے کی اور کہا کہ محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث (نور) جعلی ہے اور حسب عادت خواجہ کابلی کی بات کو شاہ صاحب نے دہرایا اور اس حدیث کے جعلی ہونے پر اجماع اہلسنت کا دعویٰ کردیا۔ (کیونکہ شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں ساری باتیں وہی لکھی ہیں جو خواجہ نصر اللہ کابلی کی الصواقع میں ہیں۔ بلکہ محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شاہ صاحب کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ، نصر اللہ کابلی کی کتاب الصواقع کا سرقہ ہے، فرق اتنا ہے کہ تحفہ فارسی میں ہے اور صواقع عربی میں) جب کہ ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ کوئی بھی حدیث اس وقت جعلی مانی جاتی ہے جب وہ کتاب وسنت کے مخالف ہو اور حدیث نور میں کوئی بات ایسی نہیں جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی حدیث اس کی معارض ہوتی تو ابن جوزی اس کو ضرور پیش کرتے جیسا کہ انھوں نے دوسری حدیثوں میں کیا ہے۔ اور نصر اللہ کابلی اور شاہ صاحب نے دعوائے اجماع کو جتنا آسان سمجھ رکھا تھا اتنا آسان ہے نہیں۔ کیونکہ شافعی، احمد بن حنبل، ابن حزم اندلسی اور ابن قیم نے دعوائے اجماع کرنے والوں کو جھوٹا کہا ہے۔ حافظ ابن حزم لکھتے ہیں:

"رحم الله احمد بن حنبل فلقد صدق اذ یقول من ادّعیٰ الاجماع فقد کذب ما یدریه. لعل الناس اختلفوا لکن لیقل لا اعلم خلافاً هذه اخبار المرسی والاصم . قال ابو محمد لا یحلّ دعویٰ الاجماع الا فی موضعین احدهما ما یتفق ان جمیع الصحابة رضی الله عنهم عرفوه بنقل صحیح عنهم فاقرّوا به. والثانی ما یکون من خالفه کافراً خارجاً عن الاسلام کشهادة ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله و صیام

رمضان و حجّ البیت و الایمان با القرآن و الصلوات الخمس و جملة الزکوٰة و الطھارة للصلوٰة و من الجنابة....." (۱) خدا رحمت کرے احمد بن حنبل پر جنھوں نے سچ کہا کہ جو کوئی بھی ادعائے اجماع کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ علماء نے (اس مسئلہ میں) اختلاف کیا ہو اور وہ نہ جانتا ہو۔ البتہ وہ یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے اختلاف کیا ہو۔ ابو محمد کا بیان ہے کہ دعوائے اجماع جائز نہیں ہے سوائے دو جگہوں کے،۱۔ جن کو سارے صحابہ نے صحیح قرار دیا ہو،۲۔ اس کے بارے میں کہ جس کی مخالفت کرنے والا کافر اور خارج از اسلام ہو جائے جیسے کلمۂ شہادتین، روزۂ ماہ رمضان، حج بیت اللہ، ایمان بالقرآن اور نماز یومیہ وغیرہ کا منکر۔

ابن قیم لکھتے ہیں:

"و کذالک الشافعی ایضاً فی رسالته الجدیدة علی انّ ما لا یعلم فیه خلاف لا یقال له اجماع و لفظة ما لا یعلم فیه خلافه فلیس اجماع.
وقال عبد اللّٰه بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول ما یدعی فیه الرجل الاجماع فھو کذب و من ادعیٰ الا جماع فھو کاذب ....." (۲) یہی بات شافعی نے رسالہ جدیدہ میں کہی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں اختلاف نہ پائے تو وہ ادعائے اجماع نہ کرے اور یہ بات کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، اس کا مطلب اجماع نہیں ہے۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی مسئلہ میں اگر کوئی ادعائے اجماع کرے تو وہ جھوٹا ہے۔۔۔۔"۔

۱۔ المحلی کتاب البیع مسئلہ اقالہ، کتاب الاقضیہ، مسئلہ لا یحل الحکم بالقیاس۔
۲۔ اعلام الموقعین، ج۱، ص۲۴۔

احوال و آثار

ابن حزم جنھوں نے اجماع کے بارے میں اپنے اور احمد بن حنبل کے نظریئے پیش کئے ہیں ان کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ محیی الدین ابو محمد عبدالواحد بن علی اپنی کتاب "المعجب فی تلخیص اخبار المغرب" میں لکھتے ہیں:

"فقیہ ابو محمد عبدالرحمٰن بن ہشام بن عبدالجبار بن ناصر ملقب بہ مستظھر باللّٰہ کے وزیر تھے۔ انھوں نے اپنی مرضی سے وزارت چھوڑی اور علوم دینیہ کے حصول اور اخبار و سنن کی جمع آوری میں مشغول ہوگئے۔ اس کی وجہ سے وہ اس مرتبہ پر فائز ہوئے کہ اس کے پہلے اندلس میں کوئی بھی اس پر فائز نہیں ہوا تھا۔ وہ شافعی المذہب تھے اور ایک عرصہ تک اسی مذہب پر باقی رہے۔ پھر وہ ظاہر المذہب ہوئے اور ایک عرصہ تک اسی مذہب پر باقی رہے اور اس میں افراط کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ یہ مذہب داؤد بن علی کا ہے اور انھوں نے اس مذہب کی فقہ و اصول میں بہت اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مجھ سے بہت سارے علماء اندلس نے بیان کیا ہے کہ ابن حزم نے فقہ، حدیث، اصول، تاریخ، انساب، ادب اور مخالفین کی رد میں جو کتابیں لکھیں ان کی تعداد چار سو ہوگی۔ ان سے پہلے محمد بن جریر طبری کے علاوہ مجھے کوئی نظر نہیں آتا جس نے اتنی عظیم قلمی خدمات انجام دی ہوں اور ایسا کارنامہ سوائے عنایت الٰہی کے ممکن نہیں ہے۔ نحو، لغت، شعر اور صناعت خطابت میں ان کے بہت سارے علمی شاہکار ہیں۔ میں نے ان کی زندگی کے ایک ایسے گوشے کو صرف اس لئے پیش کیا کہ وہ اس دور میں علماء اندلس کی مشہور ترین فرد ہیں اور رؤساء کی نشستوں اور علماء کی زبان پر ان کا بہت زیادہ ذکر رہتا ہے اور یہ سب اس لئے ہے کہ انھوں نے مغرب میں مالکی مذہب کی مخالفت کی ہے اور آج کل اندلس میں ان کے ہم مذہب اور ان کی پیروی کرنے والے بہت زیادہ ہوگئے ہیں"۔(۱)

۱۔ المعجب فی تلخیص اخبار المغرب، ص۵۱۔

صدیق حسن خان ''الجنة فی الاسوة الحسنة بالسنة'' میں مجتہدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ومنهم الامام ابو محمد بن حزم الظاهری ، قال: لو علمت ان احداً علی وجه الارض اعلم منّی قرانا و حدیثا لرحلت الیه'' مجتہدین میں ایک امام ابومحمد ابن حزم ظاہری ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ اگر میں روئے زمین پر قرآن و حدیث میں کسی کو اپنے سے زیادہ علم رکھنے والا جانتا تو اس کے پاس (کسب علم کے لئے) حاضر ہوتا۔

شاہ صاحب: ''اس حدیث (نور) کے سلسلۂ سند میں محمد بن خلف مروزی ہے جس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا کہ وہ کذّاب ہے اور دار قطنی نے کہا وہ متروک ہے اور اس کے جھوٹے ہونے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اسی حدیث کے دوسرے طریق سے روایت کی گئی ہے لیکن اس کے سلسلۂ سند میں جعفر بن احمد ہے جو رافضی غالی، کذّاب اور حدیثیں گڑھتا تھا اور یہ اکثر قدح صحابہ اور ان پر سب وشتم سے متعلق حدیثیں گڑھتا تھا''۔

میر حامد حسین: میں کہتا ہوں کہ جو کوئی بھی تحقیق کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس حدیث کے سلسلۂ سند میں محمد بن خلف کا وجود ہے ہی نہیں (آئندہ اس کی وضاحت کریں گے) اسی طرح شیعی سلسلۂ سند میں جعفر بن محمد کا بھی وجود نہیں ہے۔ شاہ صاحب کے اس جھوٹے دعوے کا مقصد یہ تھا کہ اس مشہور حدیث (نور) کو صرف دو سندوں میں محصور کر دیں اور پھر ان کو بھی اعتبار سے گرا دیں تا کہ جس حدیث سے شیعہ بعدِ پیغمبرؐ حضرت علیؑ کی امامت وخلافت ثابت کرتے ہیں اس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

جو کوئی بھی اس حدیثِ مستفیض ((جو نہ خبر واحد ہو اور نہ حد تواتر تک پہنچی ہو البتہ یہ معتبر ہے) کے بارے میں غور کرے گا جس کے صحیح ہونے کو سبط ابن جوزی نے ثابت کیا ہے بلکہ وہ مقطوع الصدور ہے، وہ اسی نتیجے تک پہنچے گا کہ مذکورہ دونوں افراد، احمد بن حنبل، عبداللہ بن احمد، ابن مغازلی، خطیب خوارزمی، نطنزی، عاصمی اور حموینی جیسے حفاظ کے سلسلۂ سند میں ہیں ہی نہیں اور یہ بات مسلّم ہے کہ حدیثِ صحیح کا دوسرے سلسلۂ سند سے وارد ہونا (اگر اس میں ضعف ہو بھی تو) سند ودلالت دونوں کی تقویت کا باعث بنتا ہے۔

ابن روزبہان کی حیلہ گری

جب اس حدیث میں مذکورہ افراد نہیں جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت کی تو پھر یہ بات کیوں کہی گئی۔ کیا اس میں مغالطہ سے کام نہیں لیا گیا؟ یقیناً ایسی ہی بات ہے اس مغالطہ کی علت یہ ہے کہ جب علامہ حلی نے اپنی کتاب ''نہج الحق وکشف الصدق'' میں احمد بن حنبل اور ابن مغازلی سے اس حدیث کی روایت کی اور ابن روزبہان اپنی ''ابطال الباطل'' میں اس کا جواب نہ دے سکے تو انھوں نے حیلہ سے کام لیا اور کہا:

'' ذکر ابن الجوزی هذا الحدیث بمعناه فی کتاب الموضوعات و قال هذا الحدیث موضوع علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ،والمتهم به فی الطریق الاول محمد بن خلف المروزی قال یحییٰ بن معین کذاب و قال الدار قطنی متروک و فی الطریق الثانی المتهم به جعفر بن احمد و کان رافضیاً کذّاباً یضع الحدیث فی سبّ اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم '' ابن جوزی نے اسی کے ہم معنی حدیث کو اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں نقل کرنے کے بعد لکھا کہ یہ حدیث جعلی ہے کیونکہ پہلی حدیث کے سلسلۂ سند میں محمد بن خلف مروزی ہے جس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا کہ وہ کذّاب ہے اور دار قطنی نے اس کو متروک کہا۔ اور دوسری حدیث کے سلسلۂ سند میں جعفر بن احمد ہے جو رافضی، کذّاب اور اصحاب پیغمبرؐ پر سبّ وشتم میں حدیثیں گڑھتا تھا۔

آپ نے دیکھا کہ جس حدیث کی علامہ حلی نے روایت کی اس کے بارے میں ابن روزبہان نے کہا ہی نہیں کہ محمد بن خلف مروزی اور جعفر بن احمد اس کے سلسلۂ سند میں ہیں۔ بلکہ ابن روزبہان نے ابن جوزی کی عبارت نقل کی جس کا ربط اس کے ہم معنی حدیث سے ہے ایسا اس لئے کیا تا کہ قاری کو یہ وہم ہو جائے کہ جو حدیث علامہ حلی نے نہج الحق میں نقل کی ہے وہی جعلی ہے۔

ابن روزبہان کی عبارت میں نصر اللہ کابلی نے اجماع کا اضافہ کر دیا اور ''صواقع'' کے مطلب رابع میں لکھا:

''وهو باطل لانه موضوع باجماع اهل الخبر و فی اسناده محمد بن

خلف المروزی قال یحییٰ ابن معین هو كذّاب و قال دار قطنی متروک و لم یختلف احد فی كذبه ، و یروی طریق آخر و فیه جعفر بن احمد و كان رافضیا غالیا كذّابا و ضاعاً و كان اكثر ما یضع فی قدح الصحابة و سبهم " یہ (حدیث نور) باطل ہے کیونکہ محدثین کا اجماع ہے کہ یہ جعلی حدیث ہے اس لئے کہ اس کے سلسلۂ سند میں محمد بن خلف مروزی ہے، جس کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے اور دار قطنی نے متروک اور اس کے جھوٹے ہونے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اور اسی حدیث کی دوسری سند سے روایت کی گئی ہے مگر اس کے سلسلۂ سند میں جعفر بن احمد ہے جو رافضی، غالی، کذّاب اور حدیثیں گڑھتا تھا۔ وہ قدح صحابہ میں بہت زیادہ حدیثیں گڑھتا تھا"۔

پس نصر اللہ کابلی نے اس کے جعلی ہونے پر اجماع محدثین کا اضافہ کر دیا اور انھوں نے عبارت کو اس طرح بدل دیا گویا محمد بن خلف مروزی اور جعفر بن احمد، اس حدیث کے سلسلۂ سند میں ہیں اور کابلی کی پیروی کرتے ہوئے شاہ صاحب نے بھی ادعائے اجماع کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس حدیث کے سلسلۂ سند میں محمد بن خلف مروزی ہیں وہ اُس حدیث نور کے علاوہ حدیث ہے جس کے بارے میں ہم بحث کر رہے ہیں۔ جس سلسلۂ سند میں محمد بن خلف مروزی ہیں وہ یہ ہے:" خلقت انا و هارون بن عمران و یحییٰ بن زکریا و علی بن ابی طالب من طینة واحده" یعنی میں، ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک طینت سے خلق کئے گئے ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو میں ابن جوزی کی عبارت نقل کر دیتا ہوں تا کہ شک برطرف ہو جائے۔ ابن جوزی فضائل علیؑ میں لکھتے ہیں:

"پہلی حدیث خلقت علی بن ابی طالب کے بارے میں ہے۔ اس سلسلے میں ہم سے ابو منصور قزاز نے بیان کیا، انھوں نے احمد بن علی بن ثابت سے، انھوں نے علی بن حسن بن محمد دقاق سے، انھوں نے محمد بن اسماعیل وراق سے، انھوں نے ابراہیم بن حسین بن داوٗد قطان سے، انھوں نے محمد بن خلف مروزی سے، انھوں نے موسیٰ بن ابراہیم

سے، انھوں نے موسیٰ بن جعفر سے، انھوں نے اپنے والد (امام جعفر صادقؑ) سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خلقت انا و هارون بن عمران و یحییٰ بن زکریا و علی بن ابی طالب من طینة واحدة . هذا حدیث موضوع علی رسول الله صلی الله علیه وسلم و المتهم به المروزی قال یحییٰ بن معین هو كذّاب و قال دار قطنی متروک و قال ابن حبّان كان مغفلا یُلقن فیتلقن فاستحق الترک . و قد روی جعفر بن احمد بن بیان عن محمد بن عمر الطائی عن ابیه عن سفیان عن داؤد بن ابی هند عن الولید بن عبد الرحمن عن نمیر الحضرمی عن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خلقت انا و علی من نور و كنا عن یمین العرش قبل ان یخلق الله آدم بالفی عام ثم خلق الله آدم فانقلبنا فی اصلاب الرجال ثم جعلنا فی صلب عبد المطلب ثم اشتق اسمائنا من اسمه فالله محمود و انا محمد و الله الاعلیٰ و علیّ علیّ . قال المصنف هذا وضعه جعفر بن احمد و كان رافضیاً یضع الحدیث قال ابن عدی كان یتیقّن انّه یضع"(۱) میں، ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک طینت سے خلق کئے گئے ہیں اس حدیث کی رسولؐ خدا کی طرف غلط نسبت دی گئی ہے کیونکہ اس میں مروزی متہم ہے۔ جس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا کہ وہ جھوٹا ہے اور دار قطنی نے کہا وہ متروک ہے اور ابن حبان نے کہا وہ کند ذہن اور بہت جلد یقین کر لیتا تھا لہذا اس کو ترک کرنا چاہئے۔

اور جعفر بن احمد بن بیان نے محمد بن عمر طلائی سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے سفیان سے، انھوں نے داؤد بن ابو ہند سے، انھوں نے ولید بن عبد الرحمٰن سے، انھوں نے نمیر حضرمی سے اور انھوں نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا

۱۔ الموضوعات، ج ۱، ص ۳۴۰۔۳۳۹۔

نے فرمایا: میں اور علیؑ نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ خلقتِ آدم سے دو ہزار سال پہلے ہم یمین عرش پر تھے۔ پھر خدا نے آدم کو خلق کیا اور پھر ہم ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتے ہوئے صلب عبدالمطلب میں پہنچے پھر خدا نے ہمارے ناموں کو اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور علی علی ہے۔ مصنف (ابن جوزی) کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو جعفر بن احمد نے جعل کیا (گڑھا) تھا جو رافضی اور حدیثیں گڑھتا تھا اور ابن عدی نے بڑے یقین سے اس کو حدیثیں گڑھنے والا کہا ہے۔

مذکورہ عبارت سے چند باتیں واضح ہوجاتی ہیں:

۱۔ یہ کہنا کہ حدیث نور کے سلسلۂ سند میں محمد بن خلف مروزی ہے، غلط ہے۔

۲۔ ابن جوزی نے جعفر بن احمد کی طرف حدیث گڑھنے کی نسبت دی جب کہ ابن روز بہان نے اس جملہ کا اضافہ کردیا کہ وہ اصحاب پیغمبرؐ پر سب وشتم سے متعلق حدیثیں گڑھتا تھا۔

۳۔ ابن روز بہان نے لفظ کذّاب کا اضافہ کردیا۔

۴۔ نصر اللہ کابلی نے مذکورہ باتوں کے ساتھ غالی اور وضّاع کا اضافہ کردیا۔

۵۔ نصر اللہ کابلی نے اس لفظ کا بھی اضافہ کیا کہ وہ اکثر قدح صحابہ اور ان پر سب وشتم سے متعلق حدیثیں گڑھتا تھا۔

۶۔ نصر اللہ کابلی نے مذکورہ باتوں کے علاوہ ان کے کذّاب ہونے پر دعوائے اجماع کردیا اور کہا کہ اس کے جھوٹے ہونے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ چار چیزوں کا نصر اللہ کابلی نے اضافہ کیا اور دو کا ابن روز بہان نے جن میں خود کابلی بھی شریک ہیں۔ جب کہ ان میں سے کوئی بھی بات ابن جوزی نے نہیں کہی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ محمد بن خلف کے واضع حدیث (حدیث گڑھنے والا) ہونے کو ابن روز بہان نے ابن جوزی سے نقل کیا ہے لیکن اپنے دامن کو بچانے کے لئے ان کے نام کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ناقدین اہلسنت نے ابن جوزی کو مورد طعن قرار دیا ہے۔ اور نصر اللہ کابلی نے بجائے اس کے کہ وہ یہ کہیں کہ ابن

جوزی نے اس کو جعلی کہا ہے، کہا: محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث جعلی اور گڑھی ہوئی ہے۔ اور شاہ صاحب نے لفظ اجماع کو اجماعِ اہلسنت میں بدل دیا۔

ادعائے ابن جوزی کی حقیقت

ابن جوزی نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں محمد بن خلف مروزی کے متعلق جو ابن حبان سے نقل کیا کہ وہ کند ذہن اور لوگوں کے کہنے پر بہت جلد یقین کر لیتے تھے، تو اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ محمد بن خلف مروزی حدیث گڑھنے والے اور رسولؐ خدا کی طرف حدیث کی غلط نسبت دینے والے نہیں تھے۔

لہٰذا ابن جوزی نے ابن حبان سے جو یہ نقل کیا کہ انھوں نے محمد بن خلف کو کذّاب کہا ہے، غلط ہے کیونکہ ابن حبان نے محمد بن خلف کو کذّاب کہا ہی نہیں۔

اس کے علاوہ یحییٰ بن معین کو ائمہ اہلسنت نے مورد طعن قرار دیا ہے کیونکہ وہ لوگوں کی استطاعت سے زیادہ کام لیتے تھے اور یہ صرف اس لئے تھا کہ لوگ شافعی کو اپنا رأس و رئیس مانتے تھے جب کہ ابن معین شافعی سے حسد کرتے تھے جیسا کہ فخر الدین رازی نے مناقب شافعی میں یہ بات کہی ہے لہٰذا ان کے جرح کو لائق اعتبار نہیں ماننا چاہئے۔

محمد بن خلف کی وثاقت

محمد بن خلف مروزی نہ صرف یہ کہ جھوٹے نہیں تھے بلکہ علماء نے ان کے سچے ہونے کی تصدیق کی ہے۔ ان کے بارے میں چند مشہور علماء اہلسنت کے اقوال پیش کر رہے ہیں:

سمعانی لکھتے ہیں:

"فاما بغداد درب يقال له درب المروزي او محلّة المراوزة و ظني انها من الكرخ و من هذه المحلة ابو عبد الله محمد بن خلف بن عبد الاسلام الاعور المروزي لانّه كان يسكن هذه المحلة، روى عن يحيىٰ بن هاشم السمسار و عاصم بن علي و علي بن جعد. روى عنه ابو عمر و عثمان بن احمد بن سماک و عبد الصمد بن علي الطيبي

و ابو بکر محمد بن عبد اللّٰہ الشافعی .و کان صدوقا ،مات فی سنة احدی و ثمانین و مائتین " (۱) بغداد میں ایک دروازہ ہے جس کو دروازۂ مروزی یا محلہ مراوزہ (مروزیوں کا محلہ) کہا جاتا ہے ۔غالبا یہ کرخ میں ہے ۔اسی محلہ میں ابو عبداللہ محمد بن خلف بن عبدالسلام اعور مروزی رہتے تھے ۔انھوں نے یحییٰ بن ہاشم سمسار، عاصم بن علی اور علی بن جعد سے روایت کی ہے اور ان سے ابوعمرو عثمان بن احمد بن سماک سے، عبدالصمد بن علی طیبی اور ابوبکر محمد بن عبداللہ شافعی نے روایت کی ہے۔

وہ صدوق (سچے) تھے ۲۸۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

خطیب بغدادی نے بھی ان کو ''صدوق'' کہا ہے اور کہا کہ دارقطنی نے ان کے لئے ''لاباس'' کا لفظ استعمال کیا ہے (یعنی ان سے نقلِ روایت میں کوئی حرج نہیں ہے)۔خطیب لکھتے ہیں:

" محمد بن خلف بن عبد السلام الاعور یعرف باالمروزی لانّه کان یسکن محلة المراوزة. حدث عن عاصم بن علی و علی بن الجعد و موسیٰ بن ابراهیم المروزی و غیرهم. روی عنه ابو عمرو بن السمّاک وابو العباس بن نجیح و عبد الصمد الطیبی و ابو بکر الشافعی وغیرهم و کان صدوقاً . ذکره الدر قطنی فقال لا باس به. و نقل عن ابن قانع انه مات فی سنة ۲۱۸ " (۱) محمد بن خلف بن عبدالسلام اعور ،مروزی سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ وہ محلہ مروزہ میں رہتے تھے ۔انھوں نے عاصم بن علی، علی بن جعد اور موسیٰ بن ابراہیم مروزی وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ابو عمرو ابن سماک، ابوالعباس بن نجیح ،عبدالصمد طیبی اور ابوبکر شافعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔وہ ''صدوق'' تھے اور ان کے بارے میں دارقطنی نے ''لاباس'' کہا ہے ۔(یعنی ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے) اور ابن قانع سے منقول ہے کہ ۲۱۸ (۲۸۱ھ) میں وفات پائی۔

۱۔الانساب مادہ المروزی۔

۲۔تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۲۳۵، نمبر ۲۷۴۴۔

اس کے علاوہ ابوبکر شافعی، ابن سماک، ابن نجیح اور عبدالصمد جیسے جید علماء اہلسنت کے مشائخ میں سے ہیں۔

لہٰذا سچ بات تو یہ ہے کہ محمد بن خلف مروزی صدوق اور سچ بات کہتے تھے ۔وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے ۔اور ابن معین نے جو کہا کہ دارقطنی نے محمد بن خلف کو متروک کہا ہے تو یہ بات غلط ہے انھوں نے **لا بـأس** (ان سے اخذ حدیث میں کوئی حرج نہیں ہے) کہا ہے ۔لہٰذا نصراللہ کابلی اور شاہ صاحب نے جوان کے جھوٹے ہونے پر ادعائے اجماع کیا ہے وہ خود ان کی گڑھی ہوئی بات ہے، اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

نصراللہ کابلی اور شاہ صاحب کی بات اس لئے بھی رد ہو جاتی ہے کہ حافظ گنجی نے ابن عساکر اور خطیب بغدادی سے مروزی کی حدیث نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ حدیث حَسن ہے۔

حافظ گنجی لکھتے ہیں:

''ہم سے یوسف بن خلیل بن عبداللہ دمشقی نے حلب میں اور حافظ محمد بن محمود بن حسن نجار نے بغداد میں اور حافظ خالد بن یوسف نابلسی نے دمشق میں بیان کیا، ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے امام ابوالیمن زید بن حسن کندی نے دمشق میں بتایا، انھوں نے قزاز سے، انھوں نے حافظ احمد بن علی بن ثابت خطیب سے، انھوں نے ابوالقاسم علی بن عثمان دقاق سے، انھوں نے محمد بن اسماعیل وراق سے، انھوں نے ابواسحاق ابراہیم بن حسین بن داؤد قطان سے، انھوں نے محمد بن خلف مروزی سے، انھوں نے موسیٰ بن ابراہیم مروزی سے، انھوں نے (ساتویں امام) موسیٰ بن جعفر بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد (جعفرؑ) سے اور انھوں نے اپنے والد (محمدؑ) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: **خلقت انا و هارون بن عمران و یحییٰ بن زکریا و علی بن ابی طالب من طینة واحدة .قلت هذا حدیث حسن هکذا رواه حافظ العراق فی کتابه و تابعه محدث الشام کما اخرجناه** " (۱) میں، ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک طینت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں

۱۔کفایۃ الطالب، ص ۵۱۷، حدیث ۲۷۶۔

(گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی حافظ عراق (خطیب بغدادی) نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے اور محدث شام (ابن عساکر) نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اسی طرح اس کو نقل کیا ہے جس طرح میں نے نقل کیا ہے۔ (خطیب بغدادی نے ابراہیم بن حسین قطان کے تذکرہ میں اس حدیث کی روایت کی ہے، (۱) اور ابن عساکر نے ان ہی کی پیروی کرتے ہوئے اس کی روایت کی ہے اور دونوں کا سلسلۂ سند ایک ہے (۲))۔

گنجی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مروزی صدوق ہیں اور ان کی حدیث حسن ہے کہ اس کے بعد تو ان کی حدیث کو کوئی بھی رد نہیں کر سکتا۔ گنجی کی مذکورہ حدیث گرچہ اس حدیث نور کے علاوہ ہے جس سے علماء اعلام احتجاج و استدلال کرتے ہیں مگر اس سے اس کا حسن ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی ابن روزبہان و کابلی اور شاہ صاحب کی جھوٹی بات کو رد کرنے اور حدیث نور کی حدیث حسن ہونے کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

حدیث شافعی کا جواب

شاہ صاحب "اگر ہم اس حدیث (نور) کو صحیح مان بھی لیں تو اسی کے مقابلہ دوسری حدیث ہے جو اس سے تھوڑی بہتر ہے اور اس کے سلسلۂ سند میں کوئی ایسا نہیں جو کذب سے متہم (جھوٹا) ہو اور وہ شافعی کی حدیث ہے جس کی انھوں نے اپنے سلسلۂ سند سے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: "**کنت انا و ابو بکر و عمر و عثمان و علی بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالف عام فلمّا خلق اسکنّا ظهره و لم نزل تنقل فی الاصلاب الطاهرة حتی نقلنی اللہ الی صلب عبد اللہ و نقل ابا بکر الی صلب ابی قحافه و نقل عمر الی صلب الخطّاب و نقل عثمان الی صلب عفّان و نقل علیا الی صلب ابی**

۱۔ تاریخ بغداد، ج۶، ص۵۹، نمبر ۳۰۸۸۔
۲۔ ترجمہ دمشق، ج۴۵، ص۴۹۔

طالب" (۱) آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال پہلے میں، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی خدا کے حضور میں تھے۔ جب آدم کی خلقت ہوئی تو ہم ان کے صلب میں آئے۔ پھر ہم لوگ اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ خدا نے مجھے صلب عبد اللہ میں، ابوبکر کو صلب ابو قحافہ میں، عمر کو صلب خطاب میں، عثمان کو صلب عفان میں اور علیؑ کو صلب ابوطالب میں منتقل کیا۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب کی بات چند طرح سے رد ہو جاتی ہے:

۱۔ شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کا یہ کہنا کہ یہ حدیث فی الجملہ (بعض جہات سے) حدیث نور سے بہتر ہے یہ خود اس بات کا اعتراف ہے کہ مذکورہ حدیث (شافعی) قدح و جرح سے محفوظ نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک حدیث نور صرف دو سندوں سے نقل ہوئی ہے اور دونوں ان کی نظر میں مطعون اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔ لہذا یہ حدیث جو حدیث نور سے تھوڑا بہتر ہے نہ کہ ہر لحاظ سے بہتر ہے وہ بھی قابل جرح ہے اور پھر اس سے بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ بزرگ علماء اہلسنت کی روایتوں اور ان کی عبارتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حدیث نور صحیح ہے لہذا اس حدیث کے مقابلے ایک ایسی حدیث پیش کرنا جس کے سلسلۂ سند کا پتہ ہی نہیں کہ اس کی کس نے روایت کی ہے تا کہ اس کے بارے میں تحقیق کریں کہ وہ راوی ثقہ ہے یا نہیں، عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ حدیث نور کی معارض بن ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ حدیث نور کی صحت ثابت ہے جب کہ اس کے مقابلے میں پیش کی جانے والی حدیث اس صفت سے خالی ہے۔

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی جو شاہ صاحب کے بقول فقیہ زمانہ تھے، نے حدیث نور نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس کی معارض شافعی کی حدیث ہے جو گرچہ ضعیف ہے مگر اس کے سلسلۂ سند میں کوئی کذب سے متہم نہیں ہے۔ (۲) لیکن نصر اللہ کابلی اور شاہ صاحب نے پانی پتی کے ضعفِ حدیث کے اعتراف کو حذف کر دیا اور کابلی نے صرف اتنا کہا کہ اس (شافعی کی) حدیث میں کوئی کذب سے متہم نہیں اور شاہ صاحب

۱۔ ہدیۂ مجیدیہ، ترجمہ تحفۂ اثنا عشریہ، ص۲۳۹، باب۷۔
۲۔ سیف مسلول، حدیث ۸۔

نے لفظ فی الجملہ پر اکتفا کیا تا کہ ضعف حدیث کی نشاندہی نہ ہونے پائے اور حق کا اعتراف نہ ہو جائے۔

۴۔ شاہ صاحب نے اہلسنت کے ایک قاعدہ کو اسی کتاب میں بیان کیا ہے وہ تحفہ کے ساتویں باب میں حدیث تشبیہ کے جواب میں لکھتے ہیں:

''ہر وہ حدیث جو کسی کتاب میں نقل ہو لیکن بخاری ومسلم اور دیگر ارباب صحاح کی طرح مصنف نے ان چیزوں کی رعایت نہ کی ہو جو حدیث کی صحت کے لئے ضروری ہیں اور مصنف یا ثقہ محدثین میں سے کسی نے اس حدیث کو صحیح قرار نہ دیا ہو تو اس سے احتجاج و استدلال نہیں کیا جا سکتا''(۱)

اس قاعدے کے مطابق چونکہ شافعی کی روایت بخاری ومسلم جیسی کتاب میں نقل نہیں ہوئی لہذا اس سے استدلال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آخر مؤلف تحفہ اثنا عشریہ نے اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد خود کیوں عمل نہیں کیا؟ کیا یہ فضیلت علیؑ کی رد میں ایک گڑھا ہوا قاعدہ نہیں ہے؟

۵۔ شاہ صاحب نے اسی تحفہ میں مطاعن ابوبکر کے طعن دوم کے جواب میں لکھا:

''جملہ **لعن اللہ من تخلف عنہا** (جس نے لشکر اسامہ سے تخلف کیا اس پر خدا کی لعنت ہو) اہلسنت کی معتبر کتاب میں نہیں ہے کیونکہ اہلسنت کے نزدیک حدیث کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب وہ محدثین کی کسی معتبر کتاب میں موجود ہو اور اس کو صحیح بھی قرار دیا گیا ہو۔ لیکن جس حدیث کی کوئی سند نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے''۔(۲)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث کے معتبر ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ کسی معتبر کتاب میں نقل ہوئی ہو، ۲۔ اس کو صحیح قرار دیا گیا ہو۔ اور چونکہ شافعی کی مذکورہ حدیث نہ کسی معتبر کتاب میں ہے اور نہ کسی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اس لئے اس سے استدلال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ صرف یہ کہہ دینا کہ شافعی نے نبیؐ سے روایت کی ہے اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ حدیث کس کتاب میں ہے، کافی نہیں ہے۔

۱۔ ہدیۂ مجیدیہ ترجمہ تحفۂ اثنا عشریہ، ص۲۳۳، باب۷۔

۲۔ ہدیۂ مجیدیہ ترجمہ تحفۂ اثنا عشریہ ص۵۵۲، باب۱۰۔

۶۔ شاہ صاحب نے اسی کتاب میں لکھا:

''میں نے تعہد کیا ہے کہ صرف شیعہ علماء کی کتابوں سے استفادہ کروں اور ان کی معتبر کتابوں میں موجود صحیح روایتوں سے استناد کروں کیونکہ ایک فرقہ کی روایت دوسرے فرقہ کے لئے حجت نہیں ہے''(۱)

جب ایسا ہے تو حدیث شافعی سے استدلال کرنا اپنے کئے عہد کے خلاف عمل کرنا ہے۔ اور ایسا انھوں نے پہلی مرتبہ نہیں کیا بلکہ اس عہد شکنی سے ان کی تحفہ اثنا عشریہ پُر ہے۔ اس میں اتنی لاپرواہی کی کہ اپنی کتابوں سے وہ بھی ضعیف حدیثوں سے استناد کیا ہے۔

۷۔ شاہ صاحب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے لکھا:

''شیعوں اور زیدیوں سے احادیث صحیحین سے مناظرہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ لہذا اگر حدیث ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہو تو بدرجۂ اولٰی ان سے احتجاج واستدلال نہیں کیا جا سکتا''(۲)

جب ایسا ہے تو مؤلف تحفہ کا حدیث شافعی سے احتجاج واستدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث نہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہے اور نہ ہی کسی معتبر کتاب میں نظر آتی ہے۔

۸۔ رشید الدین خان نے ''شوکت عمریہ'' میں لکھا:

''ہر فرقہ اس حدیث کو صحیح مانتا ہے جو اس کے سلسلۂ سند سے مروی ہو اور جو اس کے مخالف فرقہ کے سلسلۂ سند سے مروی ہو اس کو غیر معتبر مانتا ہے''(۳)

اس کے مطابق شاہ صاحب نے جو شافعی کی روایت نقل کی وہ شیعوں کے نزدیک لائق اعتبار نہیں ہونی چاہئے اور حدیث ولایت، حدیث طیر، حدیث مدینۃ العلم، حدیث تشبیہ اور حدیث نور جیسی حدیثیں جنھیں خود علماء اہلسنت نے اپنی کتابوں میں اپنے طرق واسناد سے نقل کی ہیں انھیں اہلسنت کو تسلیم کرلینا چاہئے۔

۱۔ ہدیۂ مجیدیہ ترجمہ تحفۂ اثنا عشریہ۔ ۲۔ خاتمہ قرۃ العینین۔

۳۔ مقدمہ شوکت عمریہ۔

۹۔شافعی سے منسوب اس جعلی حدیث کو کامل طور پر ملاعمر نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے اور ان سے محب الدین طبری، صاحب الاکتفا اور ابن حجر مکی نے نقل کیا ہے۔ یہاں محب الدین طبری کی عبارت پیش کی جارہی ہے:

"عن محمد بن ادريس الشافعي بسنده الى النبي صلى الله عليه وسلم قال: كنت انا و ابو بكر وعمر و عثمان و علي انواراً على يمين العرش قبل ان يخلق آدم بالف عام فلمّا اسكنّاه ظهره و لم نزل ننتقل فى الاصلاب الطاهرة الى ان نقلنى الله الى صلب عبد الله و نقل ابا بكر الى ابى قحافة ، و نقل عمر الى صلب الخطاب ، و نقل عثمان الى صلب عفان ، و نقل عليا الى صلب ابى طالب ثم اختارهم لى اصحاباً ،فجعل ابا بكر صديقاً و عمر فاروقاً و عثمان ذالنورين وعليا وصيا . فمن سبّ اصحابى فقد سبّنى و من سبّنى فقدسبّ الله و من سبّ الله اكبّه الله فى النار على منخريه .خرّجه الملا فى سيرته " (۱)

محمد بن ادریس شافعی نے اپنے اسناد سے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ خلقتِ آدم سے ایک ہزار سال پہلے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی یمین عرش پر ایک نور تھے۔ جب (آدم کو) خلق کیا تو ہم ان کے صلب میں ساکن ہوئے۔ پھر ہم اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ میں صلب عبداللہ میں، ابوبکر صلب ابوقافہ میں، عمر صلب خطاب میں، عثمان صلب عفان میں اور علی صلب ابوطالب میں منتقل ہوئے۔ پھر خدا نے ان سب کو میرے صحابی ہونے کے لئے منتخب کیا۔ پس ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو (میرا) وصی قرار دیا۔ لہٰذا جس نے میرے اصحاب کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا اور جس نے مجھے برا کہا اس نے خدا کو برا کہا اور جو خدا کو برا کہے گا اس کو خدا منھ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ اس کی عمر بن خضر نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے

۱۔ریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۲۸، حدیث۸۴۔

الاکتفا اور صواعق محرقہ میں موجود روایت کے بھی یہی الفاظ ہیں۔

میں نے متن حدیث کو نقل کر دیا لیکن نہیں معلوم کہ جعل کرنے والے نے کس مقصد کے تحت اس حدیث کو جعل کیا تھا۔ اس کا ہدف جو بھی رہا ہو مگر اس نے حضرت علیؑ کا ذکر کیا اور ان کو وصی سے اسی طرح متصف کیا جس طرح دوسروں کے دیگر اوصاف بیان کئے۔ لیکن نصر اللہ کابلی اور شاہ صاحب نے کتنا کتر بیونت کیا اس کا اندازہ ذیل کی عبارتوں سے ہوگا۔

۱۔نصر اللہ کابلی نے اس حدیث سے "انواراً على يمين العرش" کو حذف کیا اور ابن حجر مکی نے اس حدیث سے انوراً کو حذف کر دیا اور "قبل ان يخلق" کو کان کی خبر قرار دیا اور شاہ صاحب نے انواراً على يمين العرش کو بين يدى الله تعالىٰ سے بدل دیا اور قاضی پانی پتی نے انواراً بين يدى الله کو حذف کر دیا!!

۲۔شافعی کی حدیث میں "علیًا وصیًا" ہے لیکن نصر اللہ کابلی نے دیکھا کہ یہ فقرہ حضرت علیؑ کی وصایت وخلافت پر دلالت کر رہا ہے لہٰذا اس کو سرے سے حذف کر دیا اور اسی روش کو قاضی پانی پتی اور شاہ صاحب نے اختیار کیا اور دونوں نے اس جملہ کو حذف کر دیا۔

نصر اللہ کابلی نے حدیث نقل کرتے وقت ملاعمر کا ذکر نہیں کیا (جب کہ اس حدیث کو انھوں نے ملاعمر سے نقل کیا ہے) اس کی بظاہر دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں:

الف: اگر نصر اللہ کابلی اس کا ذکر کر دیتے کہ انھوں نے یہ حدیث ملاعمر سے نقل کی ہے تو اس سے معلوم ہوتا کہ وہ ملاعمر کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں مگر یہ ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا کیونکہ ملاعمر نے حدیث طیر اور حدیث تشبیہ کی اپنی سیرت میں روایت کی ہے جب کہ کابلی نے ان دونوں حدیثوں کو باطل کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ انھوں نے آیۂ مودۃ سے استدلال کے جواب میں ابوبکر کی فضیلت میں عمر سے عجیب وغریب اور اکاذیب نقل کئے ہیں۔

ب: کابلی اپنے مقلدین کو بتانا چاہتے تھے کہ ان کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہے، نیز وہ لوگ جان جائیں کہ انھیں (کابلی کو) کتاب شافعی کا اصل نسخہ مل گیا ہے اور اس حدیث کو انھوں نے اسی نسخہ سے نقل کیا ہے۔

شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ کے باب مطاعن کے مطاعن صحابہ میں صحیح مسلم میں عبداللہ بن عاص سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا:

"جب فارس و روم کے خزانے تمہارے سامنے کھولے جائیں گے تو تم (اصحاب) کس قوم میں ہوگے؟ عبدالرحمٰن ابن عوف نے جواب دیا جیسا خدا نے حکم دیا ہے تو رسولؐ خدا نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ شروع میں تم لوگ مال کی طرف رغبت پیدا کروگے پھر ایک دوسرے سے حسد کروگے پھر ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ گے اور پھر ایک دوسرے کی طرف سے کینہ رکھو گے (اس کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں) مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے تتمہ کو حذف کیا گیا ہے اور صرف مورد طعن کو نقل کیا گیا ہے، جب کہ اس کا تتمہ طعن صحابہ کا جواب ہے اور جنہوں نے اس تتمہ کو حذف کیا ہے انھوں نے وہی کام کیا ہے جس کو ملحدین انجام دیتے ہیں یعنی صرف لا تقربوا کو بیان کرتے ہیں اور تتمہ (وانتم سکاریٰ) کو حذف کردیتے ہیں۔ ایسے موقع پر سرقت حدیث بہت ہی برا فعل ہے۔ اس حدیث کا تتمہ یہ ہے: اور پھر تم مہاجرین کے گھر کا رخ کروگے اور پھر قضیہ کو ایک دوسرے کی گردن پر ڈالوگے" (۱)

میں کہتا ہوں کہ جب سرقتِ حدیث اتنا قبیح فعل ہے تو پھر خود شاہ صاحب اور قاضی پانی پتی نے کابلی کی پیروی میں دوسری حدیثوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ جیسے وہ حدیث جس کی سید مرتضیٰ نے "درر غرر" میں روایت کی ہے اس میں تصرف کیا گیا اور شاہ صاحب نے شروع اور آخر کے ذکر کے بغیر حدیث قرطاس کے جواب میں اس کو پیش کردیا۔ البتہ ان کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ ان کے لئے تو مشہور ہی ہے کہ انھوں نے نصر اللہ کابلی کی الصواقع کی زبان بدل کر تحفہ اثنا عشریہ تیار کی، ثعلبی کی مقالید الاسانید سے بستان المحدثین بنائی اور تفسیر مہامی سے اپنی تفسیر فتح العزیز تحریر کی۔

اس حدیث کے تتمہ کو کس نے حذف کیا؟ علماء شیعہ نے تو پوری حدیث نقل کی ہے۔ چنانچہ علامہ حلی "نہج الحق وکشف الصدق" میں اور ابن طاؤس "طرائف" میں لکھتے ہیں:

۱۔ ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفۂ اثنا عشریہ۔ ص ۷۰۸، طعن ۷۔

"روی الحمیدی فی الجمع بین الصحیحین ،فی مسند عائشه عن عبد اللّه ابن عمرو بن العاص ، فی الحدیث الحادی عشر من افراد مسلم ، قال:ان رسول اللّه (ص) قال:اذا فتحت علیکم خزائن فارس و الروم ایّ قوم انتم ؟ قال: عبد الرحمن بن عوف :نکن کما امرنا اللّه .فقال رسول اللّه (ص): او غیر ذالک، تنافسون ، ثم تتحاسدون ، ثم تتدابرون ،ثم تتباغضون، و فی روایة :ثم تنطلقون فی مساکن المهاجرین ،فتحملون بعضهم علی رقاب بعض. و هذا ذم منه (ص) لا صحابه"(۱) حمیدی نے الجمع بین الصحیحین میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے (اصحاب سے) فرمایا: جب تمہارے سامنے فارس و روم کے خزانے کھولے جائیں گے تو تم کس قوم میں ہوگے؟ عبدالرحمٰن بن عوف نے جواب دیا جیسا خدا حکم دے گا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ شروع میں تم لوگ مال کی طرف رغبت پیدا کروگے، پھر تم ایک دوسرے سے حسد کروگے پھر ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ گے، پھر ایک دوسرے کی طرف سے کینہ رکھو گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تم مہاجرین کے گھر کا رخ کروگے اور پھر قضیہ کو ایک دوسرے کی گردن پر ڈال گے۔ (اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا) اس حدیث میں رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب کی مذمت کی ہے۔

ابن طاؤس نے بعینہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا:

"نبیؐ نے جن اصحاب کی اس طرح مذمت کی ہو اور وہ ان صفات کے حامل رہے ہوں تو ان سے بعید نہیں ہے کہ انھوں نے نبیؐ کی زندگی میں بھی آپ کی مخالفت کی ہوگی اور وفات کے بعد بھی" (۲)

۱۔ نہج الحق وکشف الصدق، ص ۳۲۱۔
۲۔ الطرائف، ج ۲، ص ۸۷، فی ان النبی (ص) لم یترک امتہ بغیر وصیۃ۔

شیعہ کیوں اس تتمہ کو حذف کریں گے جب کہ یہ ان کے حق میں جا رہا ہے اور خود مسلم نے ایک جگہ اس تتمہ کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے تو دوسری جگہ اس کے بغیر۔ لہٰذا اگر علامہ حلی اور ابن طاؤس اس تتمہ کو ذکر نہ کرتے تب بھی ان پر اعتراض نہیں ہوسکتا تھا جیسا کہ نصر اللہ کابلی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس تتمہ کو ذکر کیا اور کہا کہ یہ (تتمہ) دوسری روایت میں ہے۔

۱۰۔ نصر اللہ کابلی اور ان کی پیروی میں شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ شافعی کے سلسلۂ سند میں کذب سے کوئی متہم نہیں ہے، یہ دعویٰ بغیر دلیل کے ہے۔ البتہ اگر وہ راویوں کا ذکر کرتے اور علماء رجال کی کتابوں سے ان کی وثاقت کو ثابت کرتے تو ان کی یہ بات قابل قبول ہوتی۔

۱۱۔ خود شافعی کی عدالت و وثاقت مشکوک ہے کیونکہ انھوں نے اپنے استاد مالک کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ جب اہل اثر (محدثین) کا ذکر ہوگا تو ان میں مالک مثل ستارے کے نظر آئیں گے۔(۱)

نیز انھوں نے کہا کہ مالک اگر حدیث کے کسی جز میں شک کرتے تھے تو اس کو بالکل چھوڑ دیتے تھے۔

نیز کہا کہ اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز سے علم اٹھ گیا ہوتا۔ ان ساری مدح وثنا کے باوجود انھوں نے بہت ساری جگہوں پر مالک کی مخالفت کی ہے اور یہی ان (مالک) کے ضعف و جرح کا باعث ہوا۔ اسی وجہ سے فخر الدین رازی نے مالک کا مختلف طرح سے دفاع کرنے کے بعد کہا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر کس طرح شافعی نے مالک کی روایتوں سے تمسک کیا؟ اور پھر کیسے انھوں نے کہہ دیا کہ اگر محدثین کا ذکر ہوگا تو ان میں مالک مثل ستارے کے ہوں گے؟ فخر الدین رازی ''مناقب شافعی'' میں لکھتے ہیں:

> ''شافعی کہتے تھے کہ مالک و سفیان اگر نہ ہوتے تو حجاز سے علم اٹھ گیا ہوتا اور انھوں نے کہا کہ جب محدثین کا ذکر ہوگا تو ان میں مالک مثل ستارے کے ہوں گے اور ان ہی نے کہا کہ مالک اگر حدیث کے کسی جز میں شک کرتے تھے تو اس کو بالکل سے چھوڑ دیتے تھے اور شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ مالک اور ابو یوسف، ہارون رشید کے پاس جمع ہوئے اور وہاں اس مال کے بارے میں بحث شروع ہوئی جس کو لوگ حبس کر دیتے ہیں۔ یعقوب نے کہا یہ غلط ہے کیونکہ رسولؐ خدا نے حبس مال سے روکا

۱۔ مناقب شافعی، فصل ۳۔

> ہے۔ اس پر مالک نے کہا کہ آنحضرتؐ نے جو حبس مال سے روکا ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے خداؤں کے لئے جمع کرتے تھے ورنہ خود عمر بن خطاب نے نبیؐ کی اجازت سے حبس مال کیا تھا کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ اصل (سرمایہ) کو محفوظ رکھو اور اس کے منافع کو خرچ کرو اسی لئے زبیر نے ایسا کیا تھا۔ یہ سن کر خلیفہ خوش ہوگئے اور یعقوب کی بات رد کر دی۔

شافعی کہتے ہیں کہ کتاب خدا کے بعد موطا سے اصح کوئی کتاب نہیں ہے اور جب شافعی سے پوچھا گیا کہ مالک بن انس جیسا کسی کو دیکھا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا میں نے ان لوگوں سے سنا ہے جو علم و فضل میں ہم سے بزرگ ہیں کہ ہم نے مالک جیسا نہیں دیکھا تو پھر کس طرح ہم ان جیسا دیکھ سکتے ہیں! شافعی نے کہا کہ مدینہ، حجاز اور عراق کے اہل علم کی نظر میں فضل و شرف کے لحاظ سے مالک سب پر مقدم اور حدیث میں سب سے متقن ہیں اور ابن عیینہ جب مالک کا ذکر کرتے تھے تو بلند آواز میں ان کا ذکر کرتے تھے اور مکہ کے مفتی اور اپنے زمانہ کے عالم مسلم بن خالد زنجی کہتے تھے کہ میں نے بعض تابعین کی زندگی میں مالک بن انس کی مجالست اختیار کی اگر کوئی شخص کہے کہ مالک بن انس جب علم و فضل کے اس مرتبہ پر فائز تھے تو پھر شافعی نے ان کی مخالفت کیوں کی؟ کیا ہر مسلمان پر اپنے استاد کی تعظیم واجب نہیں ہے اور جب ایسا ہے تو پھر شافعی نے کیسے ان کی مخالفت میں کتاب لکھ دی؟

اس کا جواب بیہقی نے یہ دیا ہے کہ میں نے ابی یحییٰ زکریا بن یحییٰ ساجی کی کتاب میں پڑھا ہے کہ شافعی نے مالک کے خلاف کتاب اس لئے لکھی کہ ان کو معلوم ہوا کہ اندلس میں مالک کی ایک ٹوپی ہے جس سے لوگ شفا مانگتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ رسولؐ خدا نے اس کا حکم دیا ہے اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ایسا مالک نے کہا ہے۔ اسی وجہ سے شافعی نے کہا کہ مالک ایک انسان تھے اور ان سے خطا ہوسکتی ہے اور مالک کے خلاف شافعی کے کتاب لکھنے کی یہی

چیز باعث بنی تھی حالانکہ وہ کہتے تھے کہ میں کتاب تو لکھ رہا ہوں مگر مجھ پر بہت سخت گزر رہا ہے لیکن میں نے استخارہ کیا اور اس کے بعد یہ کام کر رہا ہوں۔ ربیع کا بیان ہے کہ میں نے شافعی کو کہتے ہوئے سنا کہ جب میں مصر پہنچا تو میں نے مالک کو سوائے سولہ حدیثوں کے کسی کی مخالفت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب میں نے غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ کہیں اصل کو بیان کرتے ہیں اور فرع کو چھوڑ دیتے ہیں اور کہیں فرع کو بیان کرتے ہیں اور اصل کو چھوڑ دیتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حکیم ارسطو نے افلاطون سے حکمت پڑھی اور پھر ان کی مخالفت کی جب ارسطو سے کہا گیا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ استاد بھی میرے صدیق ہیں اور حق بھی صدیق ہے لیکن جب استاد اور حق میں اختلاف ہو جائے تو پھر حق کی صداقت اولویت رکھتی ہے۔ شافعی کے مالک کی مخالفت کی یہی وجہ تھی۔ میری بات کی تائید شافعی کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو انھوں نے کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اگر آپ کہیں کہ ثقہ نے ثقہ سے رسولؐ خدا کی حدیث بیان کی تو اس کا رسولؐ خدا سے صادر ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور جس کا رسولؐ خدا سے صادر ہونا ثابت ہو جائے اس کو ترک نہیں کیا جا سکتا مگر یہ کہ اس کے مخالف کوئی دوسری حدیث ہو۔ اب اگر دو حدیثوں میں اختلاف پایا جائے تو اس میں دو ہی صورتیں ہیں یا ایک ناسخ ہوگی اور دوسری منسوخ تو اس صورت میں ناسخ پر عمل کیا جائے گا اور منسوخ کو ترک کر دیا جائے گا یا معلوم ہی نہیں ہو پائے کہ کون ناسخ اور کون منسوخ تو اس صورت میں جو ثابت تر روایت ہو اس کو اختیار کیا جائے گا اور اگر کسی حدیث کا رسولؐ خدا سے صادر ہونا ثابت ہو جائے اور کوئی حدیث اس کے مخالف نہ ہو اور پھر کوئی رسولؐ خدا کے علاوہ کسی سے حدیث نقل کرے جو اس حدیث کے مخالف ہو تو پھر اس مخالف حدیث پر توجہ نہیں دی جائے گی بلکہ آنحضرتؐ سے مروی حدیث اختیار کی جائے گی اور اگر وہ رسولؐ خدا کے علاوہ کسی کی حدیث کی روایت کرے جو اس حدیثِ پیغمبرؐ کے مخالف نہ ہو تو

پھر اس کی ضرورت ہی نہیں ہے اور رسولؐ خدا کی حدیث کافی ہے۔ شافعی نے اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ مالک نے بعض جگہوں پر تو اس قاعدہ کی رعایت کی مگر بعض جگہوں پر رعایت نہیں کی۔ پھر انھوں نے وہ مسائل بیان کئے جن میں ایک صحابی یا تابعی یا اپنی رائے کی وجہ سے صحیح حدیثوں کو ترک کر دیا۔ پھر شافعی نے وہ موارد بیان کئے جہاں مالک نے بعض تابعین کے کہنے کی وجہ سے صحابہ کی باتوں کو رد کر دیا۔ اسی طرح انھوں نے بعض جگہوں پر ادعائے اجماع کیا ہے۔ جب کہ وہ اختلافی مسائل ہیں۔ پھر شافعی نے بیان کیا کہ مالک نے ادعا کیا ہے کہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے جب کہ یہ قول ضعیف ہے۔ پھر شافعی نے درج ذیل مثالیں پیش کیں:

مالک نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ قرآن میں گیارہ سجدے ہیں لیکن ان کی تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے۔ پھر شافعی لکھتے ہیں کہ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اذا السماء انشقت پر سجدہ کیا اور عمر بن خطاب نے والنجم اذا ھویٰ پر سجدہ کیا۔ پس دیکھتے ہیں کہ نبیؐ، عمر اور ابو ہریرہ سے سجدے کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم کو معلوم تو ہو کہ وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے ادعائے اجماع کیا ہے کیونکہ نامعلوم افراد سے دین لینے کو خدا نے منع کیا ہے

ہم کو مالک نے زبیر سے نقل کیا، انھوں نے عطا بن ابی ریاح سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے منیٰ سے چلنے سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستری کی تھی تو اس کو جواب دیا گیا کہ وہ شخص ایک اونٹ نحر کرے۔ شافعی کہتے ہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن مالک نے کہا ہے کہ اس پر عمرہ، حج اور ایک اونٹ کا نحر کرنا واجب ہے اور اس کی انھوں نے ربیعہ سے اور ثور بن زید سے اور انھوں نے عکرمہ سے اور (غالباً) انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ پس اگر مالک نے ربیعہ کی وجہ سے ابن عباس کے قول کو ترک کیا تو یہ ان کی غلطی ہے اور اگر عکرمہ کی وجہ سے چھوڑا تو وہ عکرمہ کے بارے میں اچھے نظریے نہیں رکھتے۔ جب کہ

خود مالک نے سفیان سے اور انھوں نے عطا سے اور انھوں نے ابن عباس سے اس کے برخلاف روایت کی ہے اور عطا خود ان کی اور لوگوں کی نظر میں ثقہ ہیں۔ شافعی کہتے ہیں کہ تعجب کی بات ہے کہ مالک، عکرمہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور جب عکرمہ کی کوئی بات ان کے موافق ہوتی ہے تو اس کو پیش کرتے ہیں۔ البتہ کبھی انکا نام لیتے ہیں اور کبھی نام نہیں لیتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے رضاع اور عرب کے ذبائح کے بارے میں ثور بن زید سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے لیکن اس میں عکرمہ کا ذکر نہیں ہے جب کہ ثور نے عکرمہ سے روایت کی ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جن کی اہل علم کو رعایت کرنی چاہئے۔

ہوسکتا ہے کہ مالک کہیں کہ یہ حدیثیں ہم تک علماء مدینہ کے توسط سے پہنچی ہیں اب وہ یا عادل تھے یا نہیں تھے اگر عادل تھے تو ماننا پڑے گا کہ انھوں نے ضعف کی وجہ سے اس حدیث پر عمل نہیں کیا یا خود روایت میں ضعف تھا یا کوئی دوسری حدیث اس کی ناسخ یا مخصص تھی اور ان ساری صورتوں میں حدیث پر عمل نہ کرنے سے وہ ضعیف نہیں قرار پائے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کے وہ علماء جو مالک سے پہلے تھے وہ زمانہ پیغمبرؐ سے زیادہ قریب تھے ان کا اصحاب سے زیادہ ربط تھا وہ دین کی طرف راغب اور باطل کی طرف مائل نہیں تھے لہذا بہت بعید ہے کہ علماء مدینہ نے کسی فاسد تاویل پر اتفاق کیا ہو۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ علماء مدینہ عادل نہیں تھے تو ان پر طعن کرنا حدیث پر طعن کرنے کے مترادف ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ ظاہر خبر واحد پر علماء مدینہ کے عمل کو ترجیح دی جائے گی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کا اجماع حجت ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کا عمل ظاہر حدیث کے خلاف ہوتو یہ ضعف حدیث کا موجب ہے۔ ہماری بات کی تائید بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو انھوں نے مناقب شافعی رضی اللہ عنہ میں اپنی سند سے یونس بن عبدالاعلی سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے شافعی سے کسی موضوع کے بارے میں

مناظرہ کیا تو انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں جو بھی کہہ رہا ہوں وہ بطور نصیحت ہے اگر تم اہل مدینہ کو کسی چیز پر عمل کرتے دیکھو تو اس کے حق ہونے میں شک نہ کرنا اور جو کچھ تمہارے دل میں خطور کرے اور اس بات کو تقویت بھی مل جائے لیکن اس کو مدینہ میں نہ پاؤ تو پھر اس کو اہمیت نہ دینا۔ میں کہتا ہوں کہ شافعی کی یہ بات مالک کے نظریئے کی تائید کرتی ہے۔

اس سلسلہ میں مالک پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر انھیں عکرمہ کی بات کی ضرورت ہوتی تو اس کا ذکر کرتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ اب اگر مالک کی یہ بات صحیح ہے تو یہ ان کی روایت و دیانت کے ضعف کا موجب ہے لیکن پھر شافعی نے کیسے مالک کی روایت سے تمسک کیا اور انھوں نے کیسے کہہ دیا کہ جب محدثین کا ذکر ہوگا تو مالک ان میں ستارے کے مانند ہوں گے؟''

شافعی کی عدالت و وثاقت اس لئے بھی مشکوک ہوجاتی ہے کہ انھوں نے ہارون الرشید کو امیرالمومنین سے خطاب کیا تھا اور اپنے کو ہارون کا عبد و خادم کہا تھا اور ان کا ہارون کی امامت کو ثابت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہارون رشید کو اپنے سے افضل جانتے تھے۔ اسی وجہ سے امام رازی نے مناقب شافعی کے تیسرے باب کی تیسری فصل میں کہا کہ شافعی، ہارون رشید کی امامت کے قائل تھے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ ہارون ائمہ باطل میں تھا لہذا خود شافعی کے ایمان و اسلام میں شک ہے کیونکہ امام باطل سے راضی رہنا اور بغیر حق کے کسی کو امام منصوب کرنا بہت قبیح فعل ہے۔ بلکہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سلمی حنفی نے ''التمہید فی بیان التوحید'' میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جو امام باطل سے راضی ہو وہ کافر ہے۔

۱۲۔ حدیث نور کے مقابلے جو حدیث پیش کی گئی ہے اس کے متن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خود وہی جعلی ہے اور اس کے جعلی ہونے کو درج ذیل باتیں ثابت کرتی ہیں:

الف: خلفاء ثلاثہ کا خلقت میں آدم پر مقدم ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ وہ (سوائے رسولؐ خدا کے) آدم اور دیگر انبیاء سے افضل ہیں اور یہ باجماع باطل ہے۔

ب: جس طرح پیغمبرؐ اسلام کی بعثت سے پہلے خلفاء ثلاثہ کا کفر اور ان کا بتوں کا پوجنا ثابت ہے اسی

طرح آنحضرتؐ سے ان لوگوں کی جنگ اور آپ کے خلاف قیام کرنا بھی ثابت ہے۔ اگر وہ خلیفہ اول کے کفر سے انکار کریں اور ان کو مسلمان سمجھیں تو بقیہ دونوں خلفاء کے کفر تو ہر حال میں ثابت ہیں اور جب ایسا ہے تو پھر وہ کس طرح یمین عرش پر آنحضرتؐ کے ساتھ رہ سکتے تھے اور کس طرح آنحضرتؐ کے نور سے ان کی خلقت ہو سکتی تھی؟

ج: خلفاء ثلاثہ کے آباء واجداد کے کفر تو ثابت ہیں اور اگر حضرت ابوبکر کے باپ کا ظاہری اسلام ثابت ہو بھی جائے تو دوسرے اور تیسرے خلیفہ کے والد کے کفر میں تو شک ہی نہیں ہے اور یہ بھی کہ ان کی موت کفر ہی پر ہوئی تھی۔ اور جب ان کے والد کافر تھے تو پھر حدیث کے جعل کرنے والے نے کس طرح ادعا کر دیا کہ خلفاء ثلاثہ اصلاب طاہرہ میں تھے؟ اور پھر رسول خداؐ ایسا جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں!!

بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ جعلی حدیث کو تو مانتے ہیں لیکن حدیث طیر، حدیث ولایت اور حدیث مدینہ جیسی صحیح حدیث سے انکار کرتے ہیں۔ البتہ شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) پر تعجب نہیں ہوتا کیونکہ انھوں نے فی الجملہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کا اعتراف کیا ہے اور ان کے تعصب کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ شیعوں کے استدلال کو رد کر دیں۔ لیکن تعجب شافعی پر ہوتا ہے کہ انھوں نے کس طرح ایسے خرافات کی روایت کر دی!!

۱۳۔ فضائل عمر میں بعض لوگوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے نبی کو اپنے نور سے، ابوبکر کو نبیؐ کے نور سے، اور عمر کو ابوبکر کے نور سے خلق کیا ہے۔ جب کہ محققین اہلسنت نے اس کو جعلی حدیث قرار دیا ہے۔ جیسے تاج المحدثین امام المنقدین ابونعیم اصفہانی نے اپنی امالی میں اس کو نقل کرنے کے بعد اس کو باطل کہا ہے، ذہبی نے اس کو جھوٹی بتایا ہے اور جلال الدین سیوطی اور ابن العراق نے اس کو جعلی قرار دیا ہے۔ سیوطی "ذیل الموضوعات" میں لکھتے ہیں:

"ابونعیم نے اپنی امالی میں لکھا کہ ہم سے محمد بن محمد بن عمرو بن زید نے املاء کے ذریعے بتایا، انھوں نے احمد بن یوسف سے، انھوں نے ابوشعیب صالح بن زیاد سے، انھوں نے احمد بن یوسف منبجی سے، انھوں نے ابوشعیب سوسی سے، انھوں نے ہیثم بن جمیل سے، انھوں نے مقبری سے، انھوں نے ابومعشر سے اور انھوں نے ابو ہریرہ سے

روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: خلقنی اللہ من نورہ، وخلق ابا بکر من نوری، و خلق عمر من نور ابی بکر، و خلق امتی من نور عمر وعمر سراج اهل الجنة. قال ابو نعیم هذا باطل، ابو معشر و ابو اشعیب متروکون و قال فی المیزان هذا خبر کذب ما حدث به واحد من الثلاثة و انما الآفة عندی فیه المنبجی لا یعرف" اللہ نے مجھے اپنے نور سے، ابوبکر کو میرے نور سے، عمر کو ابوبکر کے نور سے اور میری امت کو عمر کے نور سے خلق کیا ہے اور عمر جنت والوں کے لئے چراغ ہیں۔ اس حدیث کو ابونعیم نے باطل قرار دیا ہے کیونکہ ابومعشر اور ابوشعیب متروک ہیں۔ اور (ذہبی نے) میزان الاعتدال میں کہا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اس کے سلسلۂ سند میں منبجی ہے جو مجہول ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ "مختصر تنزیہ الشریعۃ" میں لکھتے ہیں:

"خلقنی اللہ من نورہ و خلق ابا بکر من نوری، و خلق عمر من نور ابی بکر و خلق امّتی من نور عمر و عمر سراج اهل الجنة نع ای رواه ابو نعیم فی امالیه عن ابی هریره و قال هذا باطل و قال الذهبی هذا کذب "(۱) آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ نے مجھ کو اپنے نور سے خلق کیا اور ابوبکر کو میرے نور سے خلق کیا اور عمر کو نور ابوبکر سے اور میری امت کو نور عمر سے خلق کیا اور عمر اہل جنت کے لئے چراغ ہیں۔ اس کی ابونعیم نے ابو ہریرہ سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ یہ باطل حدیث ہے اور ذہبی نے کہا کہ یہ جھوٹی حدیث ہے۔

تو جب یہ حدیث ابونعیم، ذہبی، سیوطی اور ابن عراق کی نظر میں جعلی اور جھوٹی ہے تو پھر خلفاء ثلاثہ کے آدم سے پہلے خلق ہونے اور رسول اللہؐ کے ساتھ یمین عرش پر رہنے والی حدیث بدرجہ اولیٰ جعلی ہوگی۔

مجھے نہیں معلوم کہ کابلی اور شاہ صاحب نے اس حدیث سے کیوں استدلال نہیں کیا اور اس کو حدیث نور کا معارض قرار نہیں دیا؟ شاید ان کو اس کی خبر نہ ہوگی ورنہ اپنی عادت کے مطابق اس جعلی حدیث کو ضرور

۱۔ تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ، ج۱، ص۳۳۷۔

پیش کرتے جیسا کہ مؤلف فصل الخطاب نے لکھا کہ:

"فردوس الاخبار میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: مجھے اللہ نے اپنے نور سے خلق کیا، ابوبکر کو میرے نور سے، عمر کو ابوبکر کے نور سے اور سارے مومنین کو نور عمر سے خلق کیا۔"

شاہ صاحب: "میری بات کی تائید اس مشہور حدیث سے ہوتی ہے کہ: روحیں لشکر کی مانند ہیں جن کے اخلاق ایک جیسے ہوئے ان میں الفت ومحبت پیدا ہوجاتی ہے اور جن کے اخلاق میں اختلاف ہوا وہ جدا ہوجاتی ہیں۔

میر حامد حسین: کابلی نے مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد صرف اتنا کہا کہ اس کی سند میں کوئی کذب سے متہم نہیں ہے۔ البتہ اگر ان جیسی حدیثیں صحیح ثابت بھی ہوجائیں تو ان سے ایسے امور (خلافت) میں احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن شاہ صاحب نے یہ حدیث بعنوان مؤید پیش کی جب کہ یہ واضح ہے کہ اس حدیث اور شافعی کی جعلی حدیث میں مفہوم ومنطوق کے لحاظ سے کوئی بھی مناسبت نہیں پائی جاتی۔ حدیث تجنید کی عبدالحق دہلوی نے یوں تشریح کی ہے:

"آنحضرتؐ نے جو فرمایا کہ روحیں مثل لشکر کی ہیں جس نے ایک دوسرے کو (ہم سنخ و ہم خُلق ہونے کی وجہ سے) پسند کیا وہ مانوس ہوگئی اور جس نے ناپسند کیا وہ جدا ہوگئی۔ یہ حدیث دلالت کررہی ہے کہ ارواح عَرض نہیں ہیں اسی وجہ سے وہ جسم سے پہلے ہیں۔ البتہ اس کا مطلب قِدم روح نہیں ہے۔ لیکن وہ قول بھی باطل ہے کہ اس کی خلقت تکمیل بدن کے بعد ہوئی۔ مگر یہ کہ اس سے مراد لیں کہ ارواح کی خلقت بدن سے پہلے ہوئی اور وہ اس کے ساتھ ساتھ تھیں۔ لیکن یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ روحیں جسموں سے دو ہزار سال پہلے خلق کی گئیں اور یہ ابتدائے خلقت سے ہی دو طرح کی ہیں بعض میں انس ومحبت اور بعض میں اختلاف و دوری ہے۔ اگر صفات ایک جیسے ہوئے تو ان میں الفت پیدا ہوجاتی ہے۔ پس دنیا میں اجساد جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بعض، بعض سے ہم خلق ہونے کی وجہ

سے مانوس ہوجاتے ہیں۔ اچھے اچھوں کو پسند کرتے ہیں اور برے بروں کو۔ اب اگر کوئی چیز اس پر عارض ہوجائے جو اس کے برخلاف ہو تو وہ اسی کی طرف میلان پیدا کرتا ہے۔ پس جسم میں داخل ہونے سے پہلے روحیں جس چیز سے مانوس تھیں جسم میں داخل ہونے کے بعد بھی اس سے متنفر رہیں گی اور یہ خداداد ہے"(۱)

شاہ صاحب نے اپنے دعویٰ کی تائید میں حدیث تجنید تو پیش کردی مگر وجہ تائید اشارے ہی میں سہی بیان نہیں کی۔ ظاہراً شاہ صاحب یہ حدیث پیش کرکے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ عالم اجساد میں انس ومحبت عالم ارواح میں انس ومحبت پر دلالت کرتا ہے اور چونکہ اس دنیا میں خلفاء آنحضرتؐ کے ساتھ تھے لہذا عالم ارواح میں بھی آپ کے ساتھ رہے ہوں گے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی روحیں آنحضرتؐ کی روح کی طرح ہیں جو آدم کی خلقت سے پہلے خلق ہوئی تھیں جب کہ اس کا بطلان واضح ہے کیونکہ اس صورت میں سارے صحابہ حتی عمرو بن عاص، معاویہ بن ابوسفیان، مغیرہ بن شعبہ اور دوسرے مجرمین جن کے بارے میں شاہ صاحب اور ان کے بزرگ آنحضرتؐ کے ساتھ رہنے کا دعویٰ کررہے ہیں بلکہ سارے مسلمانوں کا آنحضرتؐ کے ساتھ آدم کی خلقت سے پہلے خلق ہونا لازم آئے گا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ سب کی روحیں آنحضرتؐ کے پاس یمین عرش پر تھیں اور یہ اجماعاً باطل ہے۔

آپ ہی بتائیے کہ پیغمبر اسلام کے ساتھ حضرت عمر کی روح کس طرح جمع ہوسکتی ہے جب کہ وہ اظہار اسلام تک آنحضرتؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس بارے میں شاہ صاحب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی "ازالۃ الخفا" میں لکھتے ہیں:

"انس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عمر تلوار لٹکائے ہوئے نکلے۔ راستے میں بنی زہرہ کے کسی فرد سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا عمر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ عمر نے جواب دیا میں محمدؐ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا پھر تم بنی زہرہ اور بنی ہاشم سے کس طرح بچو گے؟ عمر نے کہا کیا تم نے اپنا دین ترک کردیا ہے؟ اس نے کہا میں تم سے ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس سے تم تعجب میں پڑ جاؤ گے۔ دیکھو تمہاری بہن اور بہنوئی نے تمہارا

۱۔ اللمعات فی شرح المشکوۃ، ج ۴، ص ۳۷، باب الحب فی اللہ، فصل الاول، حدیث ۱۔

دین چھوڑ دیا ہے یہ سن کر عمر غصے میں چلے اور بہن اور بہنوئی کے پاس آئے اور بولے یہ کیسی آواز میں نے سنی؟ اس وقت وہ لوگ سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے عمر نے کہا شاید تم لوگوں نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے؟ بہنوئی نے کہا اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین کے پاس ہو تو؟ یہ سن کر عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹ پڑے اور ان کو مارنے لگے اتنے میں عمر کی بہن اپنے شوہر کو بچانے آئی مگر اس کو اس طرح عمر نے دھکا دیا کہ وہ گر گئی اور اس کا چہرہ خون آلود ہوگیا.....۔"(۱)

وہی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں:

"عن الزهری قال کان عمر بن خطاب شديداً علی رسول الله (ص)

"(۲) زہری سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رسولؐ خدا کے سخت ترین مخالفین میں تھے۔

محمد بن حبیب بغدادی لکھتے ہیں:

"ان ابا الجهم بن حذيفه بن غانم کان من رجال قريش فی الجاهلية و کان يوازن عمر بن الخطاب قبل اسلامه علی غيلة رسول الله صلی الله عليه وسلم و معاداته" (۳) ابوجہم بن حذیفہ بن غانم جو زمانہ جاہلیت میں بزرگان قریش میں تھا وہ عمر بن خطاب کو (اسلام لانے سے پہلے) رسولؐ خدا کو قتل کرنے اور ان سے دشمنی رکھنے پر اکسایا کرتا تھا۔

ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہیں:

"عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور ان کے شوہر سعید بن زید جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے عمر سے اپنا اسلام مخفی رکھا۔ قبیلہ بنی عدی بن کعب سے نعیم بن عبداللہ مسلمان

۱۔ ازالۃ الخفا، ج۲، ص۱۱۶، فصل ۶۔
۲۔ ازالۃ الخفا، ج۲، ص۹۵، فصل ۶۔
۳۔ المنمق، ص۲۹۵۔۲۹۴۔

ہوئے اور وہ بھی اپنی قوم کے خوف سے اپنا مذہب چھپائے ہوئے تھے۔ خباب بن ارث، فاطمہ بنت خطاب کے گھر آتے تھے اور انھیں درس قرآن دیتے تھے۔ ایک دن عمر غصے میں تلوار لے کر نکلے۔ وہ رسولؐ خدا اور آپ کے اصحاب کو جن کے بارے میں انھیں بتایا گیا تھا کہ وہ خانہ صفا میں جمع ہیں اور ان زن و مرد کی تعداد چالیس کے قریب ہے، تلاش کر رہے تھے۔ رسولؐ خدا کے ساتھ آپ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب، ابوبکر بن ابوقحافہ اور علی بن ابی طالب تھے جو آپ کے ساتھ مکہ ہی میں تھے حبشہ ہجرت نہیں کئے تھے۔ عمر سے جب نعیم بن عبداللہ کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا: عمر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ عمر نے جواب دیا میں محمدؐ کو قتل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ گر ہے اور اس نے قریش میں پھوٹ ڈال رکھی ہے، ان کے جوانوں کو دیوانہ بنا ڈالا ہے، ان کے دین کو معیوب اور ان کے خدا کو برا کہہ رہا ہے۔ یہ سن کر نعیم نے کہا بخدا تم کو تمہارے نفس نے دھوکہ دے رکھا ہے۔ کیا تم نے بنی عبد مناف کو نہیں دیکھا جنھوں نے تمہارا دین چھوڑ دیا ہے اس کے باوجود وہ زندہ ہیں اور تم چلے ہو محمدؐ کو قتل کرنے؟ کیا تم اپنے اہلبیت کے پاس نہیں جاؤ گے تاکہ اپنی آنکھوں سے انھیں دیکھو؟ عمر نے پوچھا وہ کون میرے اہلبیت ہیں۔ نعیم نے جواب دیا تمہارے بہنوئی جو تمہارے چچازاد بھائی سعید بن زید بن عمر ہیں اور تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب۔ ان دونوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور دین محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہیں۔ تو پہلے ان دونوں سے جا کر نپٹو پھر محمدؐ کو قتل کرنا"(۱)

اب آپ ہی بتائیے کہ یہ حدیث کس طرح شافعی کی جعلی حدیث کی مؤید بن سکتی ہے۔ کیونکہ جو عالم ارواح میں رسولؐ خدا کے ساتھ رہا ہو وہ ہرگز آنحضرتؐ کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرسکتا یہاں تک آپ کے قتل پر آمادہ ہو جائے!!

شاہ صاحب: "ان ساری باتوں کے باوجود یہ حدیث (نور) مدعا (خلافت علیؑ) پر دلالت نہیں کرتی"۔

میر حامد حسین: نصر اللہ کابلی نے حدیث نور پر صرف قدح و جرح اور اس کے مقابلے شافعی کی جعلی

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۳۴۳، اسلام عمر بن الخطاب۔

حدیث پیش کرنے پر اکتفا کیا اور اس حدیث سے ادعاء شیعہ سے صریحاً انکار نہیں کیا بلکہ انھوں نے کہا: ''اس جیسی حدیث کی صحت اگر ثابت ہو بھی جائے تو ان سے احتجاج و استدلال نہیں کیا جاسکتا''، لیکن شاہ صاحب نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق بڑے اعتماد سے اس سے انکار کردیا اور کہا یہ حدیث (نور) مدعائے شیعہ کو ثابت نہیں کرتی۔ لہٰذا ہم یہاں ان وجوہات کو ذکر کررہے ہیں جن سے مدعائے شیعہ ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ حدیث نور میں خلافت علیؑ کا ذکر ہے

جن بزرگ علماء اہلسنت کی کتابوں سے میں نے حدیث نور پیش کی ان میں سے ایک جماعت کی روایتوں میں خلافت علیؑ کا ذکر ہے اور اس میں یہ فقرہ بھی موجود ہے: ''ففیّ النبوۃ و فی علیّ الخلافۃ'' مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں خلافت۔ ملاحظہ فرمائیے:

الف: ابن مغازلی اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

''ہم سے ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی نے بیان کیا، انھوں نے ابوالحسن علی بن منصور حلبی اخباری سے، انھوں نے احمد بن مقدام عجلی سے، انھوں نے فضیل بن عیاض سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن معدان سے، انھوں نے زاذان سے اور انھوں نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔ سلمان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمدؐ رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدّسہ قبل ان یخلق آدم فلمّا خلق اللّٰہ آدم رکب ذالک النور فی صلبہ فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوۃ و فی علی الخلافۃ'' (۱) آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے۔ وہ نور، خدا کی تسبیح وتقدیس کرتا تھا۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا اور یہ ایک ہی نور کی شکل میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے مجھ میں

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص۱۳۳، حدیث ۱۳۰۔

نبوت آئی اور علی میں خلافت۔

ب: شیرویہ دیلمی فردوس الاخبار میں لکھتے ہیں:

''عن سلمان الفارسی انہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق آدم باربعۃ الف عام فلمّا خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم رکب ذالک النور فی صلبہ فلم نزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوۃ و فی علیّ الخلافۃ'' (۱) سلمان فارسی کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: میں اور علی خلقتِ آدم سے چار ہزار سال پہلے ایک نور سے خلق کیے گئے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ ہم ہمیشہ ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے۔ مجھ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت۔

ج: حموینی ''فرائد'' میں لکھتے ہیں:

''عن سلمان الفارسی رضی اللّٰہ عنہ سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور عن یمین العرش، یسبح اللّٰہ و یقدّسہ قبل ان یخلق اللّٰہ عزّوجل آدم باربعۃ عشر الف سنۃ، فلمّا خلق اللّٰہ آدم نقلنا الی اصلاب الرجال و ارحام النساء الطاھرات، ثم نقلنا الی صلب عبد المطلب و قسمنا نصفین فجعل النصف فی صلب ابی عبد اللّٰہ و جعل النصف فی صلب عمی ابی طالب. فخلقت من ذالک النصف و خلق علی من النصف الآخر و اشتق اللّٰہ تعالیٰ من اسمائہ اسماً فاللّٰہ عزّوجل المحمود و انا محمد، واللّٰہ الاعلی و اخی علی، واللّٰہ فاطر و ابنتی فاطمۃ، واللّٰہ محسن و ابنای الحسن و الحسین، و کان اسمی فی الرسالۃ و النبوۃ و کان

۱۔ فردوس الاخبار، ج۱، ص۳۷۴۳، حدیث ۲۷۷۶۔

اسمه فی الخلافة و الشجاعة ،فانا رسول الله و علی سیف الله "(۱)

سلمان فارسی کا کہنا ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علی یمین عرش کے نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے وہ نور اللہ کی تسبیح وتقدیس کررہا تھا۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں پہنچے اور وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ اس کا نصف صلب عبداللہ میں اور نصف میرے چچا ابوطالب کے صلب میں آیا۔ لہٰذا نصف سے میں اور دوسرے نصف سے علی خلق کئے گئے۔ اور اللہ نے اپنے ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا۔ اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں۔ اللہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علی ہے۔ اللہ فاطر ہے اور میری بیٹی فاطمہ ہے۔ اللہ محسن ہے اور میرے بیٹے حسن وحسین ہیں۔ میرے لئے رسالت ونبوت کا اور علی کے لئے خلافت وشجاعت کا انتخاب کیا۔ میں رسولؐ اللہ ہوں اور علی سیف اللہ ہے۔

د: سید علی ہمدانی لکھتے ہیں:

"عن سلمان رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق الله آدم باربعة الآف عام. فلمّا خلق الله آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوة و فی علی الخلافة " (۲) سلمان سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خلقتِ آدم سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے۔ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو ان کے صلب میں وہ نور آیا اور وہ عبدالمطلب تک ایک ہی رہا وہاں سے جدا ہوئے مجھ میں نبوت آئی اور علی کے حصے میں خلافت آئی۔

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۴۴۔۳۹۔

۲۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ۸۔

ذ: سید علی ہمدانی "روضۃ الفردوس" میں لکھتے ہیں:

"الباب الثالث عشر ما روی عن سلمان قال قال رسول الله (ص) خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق الله آدم باربعة الآف عام فلمّا خلق الله آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوة و فی علی الخلافة " تیرہواں باب: سلمان سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خلقت آدم سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ ہم ایک ہی رہے صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے مجھ میں نبوت اور علیؑ میں خلافت آئی۔

ر: سید محمد بن یوسف دہلوی معروف بہ گیسو دراز نے اپنی کتاب "الاسمار" کے سمرے ۷ میں حدیث کا اتنا حصہ نقل کیا ہے:

"خلقت انا و علی من نور واحد ، ففیّ النبوة و فیه الخلافة "میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں مجھ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت آئی۔

ز: احمد بن ابراہیم "جواہر النفائس" میں لکھتے ہیں:

"روی سلمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق آدم باربعة الآف عام .فلمّا خلق الله آدم رکب ذالک النور فی صلبه و لم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد الله ففی النبوة و فی علی الخلافة " سلمان سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ ہم ہمیشہ ایک رہے صلب عبداللہ سے جدا ہوئے مجھ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت۔

شیخ محمد واعظ ہروی "ریاض الفضائل" میں لکھتے ہیں:

"عن سلمان قال سمعت حبیبی محمداً رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰه عزّوجل یسبح ذالک النور و یقدسه قبل ان یخلق اللّٰه آدم بالف عام فلما خلق اللّٰه آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففیّ النبوة و فی علی الخلافة رواه ابو الحسن المغازلی من صحاح الاخبار. اقول :ففی النبوة ای ختم النبوة و قوله و فی علی الخلافة ای ختم الخلافة کما کان صلی اللّٰه علیه وسلم خاتم النبوة کذالک کان کرم اله وجهه ،خاتم الخلافة " (۱) سلمان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمدؐ رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور علی پیش خدا ایک نور کی شکل میں تھے اور اس کی تسبیح وتقدیس کر رہے تھے آدم کے خلقت سے ایک ہزار سال پہلے سے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا۔ہم صلب عبدالمطلب تک ایک ہی رہے وہاں سے جدا ہوئے میری طرف نبوت نے رخ کیا اور علی کی طرف خلافت نے اپنا منھ موڑا۔اس کی ابن مغازلی نے صحیح حدیثوں میں سے روایت کی ہے۔میں (ہروی) کہتا ہوں کہ حدیث میں جو ففیّ النبوة آیا ہے اس کا مطلب ختم نبوت اور وفی علی الخلافة یعنی ختم خلافت ہے یعنی جس طرح آنحضرتؐ آخری نبی تھے اسی طرح (علی) کرم اللہ وجھہ آخری خلیفہ تھے۔

ان حدیثوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس طرح انبیاء سابقین کے خلفاء بلا واسطہ ان کے خلیفہ ہوتے تھے اسی طرح علیؑ بلا واسطہ آنحضرتؐ کے خلیفہ ہوئے تھے۔

۲۔حدیث میں وصایت علیؑ کا ذکر ہے

اعاظم اہلسنت نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے جس میں وصایت علی کی تصریح ہوئی ہے۔

۱۔ریاض الفضائل، فصل ۱۱۔

حافظ ابن مغازلی نے مناقب امیرالمومنین میں جس حدیث کی روایت کی ہے اس کا آخری فقرہ یہ ہے: ''مجھے نبی اور علی کو وصی بنایا''۔احمد بن محمد بن حانی حسینی شافعی نے ''تبرمذاب فی بیان ترتیب الاصحاب'' میں جس حدیث کی روایت کی ہے اس میں یہ فقرہ موجود ہے: ''میرے لئے نبوت اور علی کے لئے وصایت ہے''۔ملاحظہ فرمائیے:

الف: ابن مغازلی لکھتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللّٰه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: ان اللّٰه عزّوجل انزل قطعة من نور فاسکنها فی صلب آدم فساقها حتی قسمها جزئین جزء فی صلب عبد اللّٰه و جزءً فی صلب ابی طالب فاخرجنی نبیّا و اخرج علیّا وصیّاً" (۱) جابر عبداللہ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: اللہ نے نور کا ایک ٹکڑا نازل کر کے اس کو صلب آدم میں ساکن کیا۔کچھ دنوں کے بعد اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ عبداللہ میں تو دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں آیا۔مجھے نبی بنایا تو علی کو وصی قرار دیا۔

ب: احمد بن محمد بن احمد حانی حسینی شافعی نے ''تبرمذاب فی بیان ترتیب الاصحاب'' میں احمد بن حنبل کی مسند اوران کی مناقب امیرالمومنین سے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا:

"وروی ایضاً فی الکتابین المذکورین یعنی المسند والمناقب ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰه عزّوجل قبل ان یخلق باربعة عشر الف عام فلمّا خلق آدم قسّم ذالک فیه و جعل ذالک جزئین فجزء انا و جزء علی. و زاد صاحب کتاب الفردوس ثم انتقلنا حتی صرنا فی عبد المطلب و کان لی النبوة و لعلی الوصیة" احمد نے اپنی دونوں کتابوں یعنی مسند اور مناقب میں اس حدیث کی بھی روایت کی ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال

۱۔مناقب ابن مغازلی، ص ۱۴۶، حدیث ۱۳۲۔

پہلے پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب آدم خلق ہوئے تو اس نور کے دو ٹکڑے ہوئے ایک سے میں ہوا اور دوسرے سے علی۔ اور صاحب کتاب الفردوس نے اس حدیث میں آنحضرتؐ کے اس فقرے کا بھی اضافہ کیا ہے کہ ہم منتقل ہوتے ہوئے عبد المطلب تک پہنچے میرے لئے نبوت کا انتخاب ہوا اور علی کے لئے وصایت کا۔

ظاہری بات ہے کہ وصایت سے وصایت عامہ ذہن میں آتی ہے۔ لہٰذا جس طرح نبی کی نبوت عام تھی اسی طرح علی کی وصایت بھی عام تھی ورنہ پیغمبرؐ اسلام اپنی نبوت کے ساتھ علیؑ کی وصایت کا ذکر نہ کرتے۔ آپ کا اپنی نبوت کے ساتھ علیؑ کی وصایت کا ذکر کرنا بتاتا ہے کہ اس سے وصایت عام مراد ہے۔

۳۔ ملائکہ نے اسی نور سے تسبیح سیکھی

جس نے بھی حدیث نور کی روایت کی اس میں یہ فقرہ بھی نظر آیا: ''وہ نور، اطاعتِ خدا میں اس کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا'' چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

الف حافظ ابو عمر یوسف معروف بہ ابن عبد البر ''بہجۃ المجالس وانس المجالس'' میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''خلقت انا و علی من نور واحد یسبح اللّٰہ تعالیٰ یمنة العرش'' (۱) میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے وہ نور یمین عرش پر خدا کی تسبیح کر رہا تھا۔

ب: ابن مغازلی اپنی مناقب میں سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل یسبّح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ'' (۳) پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے وہ نور خدا کی تسبیح کر رہا تھا۔

نیز انھوں نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''کنت انا و علی نوراً عن یمین العرش یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ'' (۱) یمین عرش پر میں اور علی ایک نور تھے۔ وہ نور خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

۱۔ روایت نمبر ۵ میں پوری حدیث ذکر ہوئی ہے۔
۲۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۱۴۴، حدیث ۱۳۰۔
۳۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۱۴۵، حدیث ۱۳۰۔

ج: شیرویہ دیلمی ''فردوس الاخبار'' میں سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ مطیعاً یسبح اللّٰہ و یقدسہ'' (۱) میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے جو اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

د: عاصمی نے ''زین الفتیٰ'' میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور واحد یسبح اللّٰہ عزّوجل فی یمنة العرش'' (۲) میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں جو یمین عرش پر خدا کی تسبیح کر رہا تھا۔

ھ: نطنزی نے ''الخصائص العلویۃ'' میں سلمان سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور عن یمین العرش یسبح اللّٰہ و یقدسہ'' (۳) میں اور علی یمین عرش کے نور سے خلق کئے گئے ہیں جو یمین عرش پر خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

و: خوارزمی نے اپنی ''مناقب'' میں سلمان سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل مطیعاً یسبّح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ'' (۴) میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے وہ نور خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

ز: کفایۃ الطالب میں گنجی کے بقول ابن عساکر نے سلمان سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ مطیعاً یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ'' (۵) میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے۔ وہ نور خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

۱۔ فردوس الاخبار، ج ۲، ص ۱۷۸، حدیث ۴۸۸۴۔
۲۔ زین الفتیٰ، ج ۱، ص ۱۳۲، حدیث ۳۸۔
۳۔ الخصائص العلویۃ، ص ۹۷، حدیث ۸۷۔
۴۔ مناقب خوارزمی، ص ۱۴۵، حدیث ۱۷۔
۵۔ کفایۃ الطالب، ج ۱، ص ۵۱۳، حدیث ۲۷۱۔

ح: الاکتفا میں وصابی کے بقول ابن سبع اندلسی نے "کتاب الشفا" میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

"خلقت انا و علی من نور واحد یسبح اللّٰہ علی متن العرش" میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے وہ نور عرش پر اللہ کی تسبیح کرتا تھا۔

ط: حموینی نے "فرائد السمطین" میں سلمان سے روایت کی ہے کہ انھوں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا:

"خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور عن یمین العرش یسبح اللّٰہ و یقدسہ" میں اور علی یمین عرش کے نور سے خلق کئے گئے وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

انھوں نے دوسرے اسناد سے سلمان ہی سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

"کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل مطیعاً یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ" (۱) میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

ی: علی بن ابراہیم کی بحر المناقب کے مطابق محمود طالبی نے "نزل السائرین" میں سلمان سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

"کنت انا و علی نوراً بین یدی اللّٰہ عزّوجل مطیعاً یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ" میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے وہ نور خدا کی تسبیح کرتا تھا۔

یا: سید علی ہمدانی نے "روضۃ الفردوس" میں سلمان سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

"کنت انا و علی بین یدی اللّٰہ نوراً مطیعاً یسبح اللّٰہ ذالک النور و یقدسہ" میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے جو خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۴۴۔۳۹۔

یب: حموینی نے "فرائد" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "خلق اللّٰہ تعالیٰ ابا البشر و نفخ فیہ من روحہ التفت آدم یمنة العرش فاذا نور خمسة اشباح سجدا و رکعاً" (۱) جب اللہ نے ابوالبشر (آدم) کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو آدم نے یمین عرش پر پانچ صورتیں دیکھیں جو حالت رکوع و سجود میں تھیں۔

پس یہ تقدیس و تمجید جو خلقتِ آدم سے ہزاروں سال قبل کی گئی ساری کائنات (جو بعد میں چیزیں وجود میں آئی) کی تسبیح و تقدیس کی موجب بنی، لہذا پیغمبر اسلامؐ کی اس حدیث کے مطابق: "من سن سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها الی یوم القیامة" ان ساری تسبیحات کے ثواب کی بازگشت رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کی طرف ہوگی۔ کیونکہ سبھی نے ان ہی دونوں سے تسبیح و تقدیس کرنے کا درس لیا اور ان ہی دونوں نے اس سنت کی بنیاد رکھی۔ اور یہ ایک ایسی عظیم فضیلت ہے جس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

علامہ عبدالوہاب بن علی سبکی "شفاء السقام فی زیارة خیر الانام" کے نویں باب میں نبیؐ کے زندہ رہنے پر حدیثوں سے استدلال کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قرآن مجید بھی اسی بات کی تائید کر رہا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: "لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون" (جو راہ خدا میں قتل کر دیئے جائیں انھیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں) اور جب شہید کے لئے زندہ رہنا ثابت ہے تو پھر حسب ذیل وجوہات کی بناء پر نبی کا بھی زندہ رہنا ثابت ہے:

۱۔ شہید کو یہ بلند مرتبہ اس کی کرامت کی وجہ سے عطا کیا گیا ہے اور چونکہ انبیاء سے بلند مرتبہ کسی کا مرتبہ نہیں ہے لہذا ان کا مرتبہ شہید کے مرتبہ سے بھی بلند ہوگا۔ اور یہ محال ہے کہ جو کمال، شہید کو حاصل ہو وہ انبیاء کو حاصل نہ ہو بالاخص وہ کمال جو علی اعلیٰ سے قرب وانس میں زیادتی کا موجب بن رہا ہو۔

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۴۰۔

۲۔شہداء کو یہ مرتبہ جہاد اور راہ خدا میں اپنی جان دینے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور رسولؐ خدا نے اس (جہاد) کی بنیاد رکھی تھی اور ان ہی نے لوگوں کو اس طرف دعوت دی تھی اور اذن الٰہی سے اس کی طرف راہنمائی کی تھی اور فرمایا تھا: من سنّ سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها الی یوم القیامة و من سنّ سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیامة" (جس نے اچھے کام کی بنیاد رکھی اس کو اس کا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا اور جس نے برے کام کی بنیاد رکھی اس کو اس کی اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کی سزا ملے گی) اس بارے میں صحیح حدیث بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔لہٰذا جو اجر شہید کو حاصل ہوگا وہی نبیؐ کو بھی حاصل ہوگا اور چونکہ حیات، اجر ہے اس لئے آنحضرت کو اس اجر خاص کے علاوہ جو انھیں ہدایت یافتوں کی ہدایت کرنے اور اعمال صالحہ انجام دینے کے عوض حاصل ہوگا، وہ بھی ملے گا۔

اس کے مطابق ہمارے سارے حسنات اور ہمارے اعمال صالحہ اور سارے مسلمانوں کی عبادتیں نبیؐ کے نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں جن کے درک سے عقل قاصر ہے اور سوائے خدا کے کوئی انھیں شمار نہیں کرسکتا"۔

علامہ سبکی کی عبارت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سارے شہداء اور صحابۂ کرام کے اجر پیغمبرؐ اسلام کے نامۂ اعمال میں لکھتے جاتے ہیں اور چونکہ حضرت علیؑ اور آنحضرتؐ کا نور ایک تھا اور حضرت آدم اور دیگر امتوں کے نبیوں کی خلقت سے پہلے وہ نور تسبیح الٰہی کررہا تھا لہٰذا قیامت تک تسبیح و تقدیس کرنے والوں کا ثواب ان (محمدؐ و علیؑ) کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اور یہ ایسی منقبت ہے، جس کے درک کرنے سے عقل قاصر ہے۔

یج: سعیدالدین محمد بن مسعود کازرونی نے "منتقی من سیرة المصطفیٰ" میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

"کنت نوراً بین یدی اللّٰه تعالیٰ قبل ان یخلق اللّٰه عزّوجل آدم بالفی

عام یسبّح ذالک النور فتسبح الملائکة بتسبیحه . فلما خلق اللّٰه تعالیٰ آدم القیٰ ذالک النور فی صلبه فقال صلی اللّٰه علیه وسلم فاهبطنی اللّٰه تعالیٰ الی الارض فی صلب آدم و جعلنی فی صلب نوح و قذفنی فی صلب ابراهیم ثم لم یزل اللّٰه تعالیٰ ینقلنی من الاصلاب الکریمة و الارحام الطاهرة حتی اخرجنی بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط" آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے پیش خدا میں ایک نور تھا۔جب وہ نور تسبیح کرتا تھا تو اس تسبیح کو دیکھ کر ملائکہ بھی تسبیح کرتے تھے۔جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں منتقل کیا۔پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: مجھے صلب آدم کے ذریعے زمین پر نازل کیا اور صلب نوح میں قرار دیا اور پھر صلب ابراہیم میں منتقل کیا اور میں ہمیشہ اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ مجھے ایسے ماں باپ سے پیدا کیا جن کے دامن پر بے عفتی کا ہلکا سا بھی دھبہ نہیں تھا۔

ید: دیار بکری "تاریخ الخمیس" میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا:

"کنت نوراً بین یدی اللّٰه قبل ان یخلق اللّٰه عزّوجل آدم بالفی عام یسبح ذالک النور و تسبیح الملائکة بتسبیحه. فلمّا خلق اللّٰه آدم القیٰ ذالک النور فی صلبه فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :فاهبطنی اللّٰه الی الارض فی صلب آدم و جعلنی فی صلب نوح فی السفینة. و قذف بی فی النار فی صلب ابراهیم ثم لم یزل ینقلنی من الاصلاب الکریمة و الارحام الطاهرة حتی اخرجنی من ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط "(۱) آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے پیش خدا میں ایک نور تھا۔ وہ نور جب اللہ کی تسبیح کرتا تھا تو ملائکہ اس تسبیح کو دیکھ کر تسبیح کرتے تھے۔جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں منتقل کیا۔اس کے بعد نبیؐ نے فرمایا:

۱۔تاریخ الخمیس، ج۱، ص۲۱۔

صلب آدم کے ذریعہ مجھے اللہ نے زمین پر اتارا اور کشتی میں صلبِ نوح میں قرار دیا اور جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو میں ان کے صلب میں تھا۔ پھر میں اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ مجھے ایسے ماں باپ سے پیدا کیا جن کا دامن کبھی بھی بے عفتی کے دھبہ سے داغدار نہیں ہوا تھا۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کا نور خلقتِ آدم سے دو ہزار سال قبل خلق ہوا تھا اور اس نور کے تسبیح کرنے کی وجہ سے ملائکہ تسبیح کرتے تھے۔ اور چونکہ نور علوی، نور نبوی سے متصل تھا اور دونوں ایک نور تھے لہذا نور علیؑ بھی خلقتِ آدم سے دو ہزار سال قبل خلق ہوا تھا اور تسبیح ملائکہ کا باعث بنا تھا۔ پس جس ذات (علیؑ) کو یہ فضیلت حاصل ہو اس پر کس طرح وہ شخص مقدم ہو سکتا ہے جو اس فضیلت سے عاری بلکہ سابقۂ کفر رکھتا ہو؟

۴۔ خلقتِ آدم، پنجتنؑ پاک کی وجہ سے ہوئی تھی

اس کے پہلے حدیث اشباح بیان کر چکے ہیں۔ اس کے مطابق خداوند عالم نے آدم سے کہا تھا کہ اگر یہ پنجتن پاک نہ ہوتے تو تم کو خلق نہ کرتا۔ چنانچہ حموینی ''فرائد السمطین'' میں لکھتے ہیں کہ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

''جب اللہ نے آدم کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو انھوں نے یمین عرش کی طرف نظر کی اور پانچ نورانی چہرے دیکھے جو رکوع و سجود میں تھے۔ آدم نے کہا خدایا کیا تو نے مجھ سے پہلے بھی کسی کو مٹی سے خلق کیا ہے۔ جواب ملا نہیں۔ آدم نے پوچھا پھر یہ پانچ کون ہیں جو میری ہی ہیئت و صورت میں ہیں؟ آواز الٰہی آئی: **هؤلاء خمسة من ولدك لولاهم ما خلقتك** ''یہ پانچوں تمہاری اولاد میں سے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو تم کو خلق نہیں کرتا۔ یہ وہ پانچ ہستیاں ہیں جن کے ناموں کو اپنے ناموں سے مشتق کیا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نہ تو جنت کو خلق کرتا نہ جہنم کو، نہ عرش کو خلق کرتا نہ کرسی کو، نہ آسمان کو خلق کرتا نہ زمین کو، نہ ملائکہ کو خلق کرتا نہ ہی جنات و انسان کو، میں محمود ہوں یہ محمد ہے، میں اعلیٰ ہوں یہ علی ہے، میں فاطر ہوں یہ فاطمہ ہے، میں احسان ہوں

یہ حسن ہے، میں محسن ہوں اور یہ حسین ہے۔ میری عزت و جلال کی قسم جو بھی اپنے دل میں رائی کے دانہ بھر ان میں سے کسی کا بغض لے کر میرے پاس آئے گا تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا اور اس میں کوئی مروت نہیں کروں گا۔ **یا آدم هؤلاء صفوتی بهم انجیهم و بهم اهلکهم**۔ اے آدم یہی میرے برگزیدہ ہیں، ان ہی کی وجہ سے لوگ نجات پائیں گے اور ان ہی کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوں گے، **فاذا کان لک الیّ حاجة فبهولاء توسل**۔ اگر تم کو مجھ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو ان ہی کو وسیلہ قرار دینا۔ اس کے بعد پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: ہم ہی کشتیٔ نجات ہیں جو اس (کشتی) پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا۔ جس کسی کو اللہ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو ہم اہلبیت کے وسیلہ سے طلبِ حاجت کرے۔(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدم نے پنجتن پاک کے بارے میں پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جواب آیا: ''**هؤلاء خمسة من ولدک لولاهم ما خلقتک**'' (یہ پانچوں تمہاری اولاد میں سے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو تم کو خلق نہیں کرتا) اور نطنزی کی گذشتہ روایت میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ جب آدم نے پوچھا تھا: معبود کیا تو نے کوئی ایسی مخلوق خلق کی ہے جو مجھ سے زیادہ وہ تجھ کو محبوب ہو؟ تو آواز الٰہی آئی تھی: ''**نعم ولولاهم ماخلقتک**'' (ہاں اگر وہ پنجتن نہ ہوتے تو میں تم کو بھی خلق نہ کرتا) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کی طرح حضرت علیؑ بھی آدم اور دیگر انبیاء کی خلقت کے موجب بنے تھے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ خلفاء ثلاثہ اس شرف سے محروم تھے۔ تو پھر ان کو پنجتن پاک پر مقدم رکھنا بہت بڑا ظلم ہے۔ نیز اس روایت میں خدا نے پنجتن پاک کے بارے میں فرمایا: ''**یا آدم هؤلاء صفوتی بهم انجیهم و بهم اهلکهم**'' (اے آدم یہی میرے برگزیدہ ہیں، ان ہی کی وجہ سے لوگ نجات پائیں گے اور ان ہی کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوں گے) جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کی طرح حضرت علیؑ بھی مخلوقات میں برگزیدہ، نجات کے موجب اور ہلاکت سے بچنے کے سبب ہیں۔ نیز ارشاد الٰہی ہوا: ''**فاذا کان لک الیّ حاجة فهؤلاء توسل**'' (اے آدم اگر تم کو مجھ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو ان ہی کو وسیلہ قرار دینا) گویا آدم کو

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۳۶۔

پنجتن پاک سے توسل کا حکم دیا گیا تھا۔ جس سے آدم اور دیگر انبیاء پر حضرت علیؑ کی افضلیت واضح ہوجاتی ہے۔ تو جس کی یہ شان ہو اس پر کس طرح کوئی مقدم ہوسکتا ہے؟

حکم الٰہی سے آدم نے پنجتن پاک سے توسل بھی کیا تھا اور ان ہی کا واسطہ دے کر قبول توبہ کی درخواست بھی کی تھی اور خدا نے ان کی یہ دعا قبول بھی کر لی تھی۔ ابن مغازلی اپنی مناقب امیر المومنین میں آیۂ "فتلقی آدم من ربّه کلمات" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

الف: ''ہم سے احمد بن محمد بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انھوں نے ابو احمد عمر بن عبداللہ بن شوذب سے، انھوں نے محمد بن عثمان سے، انھوں نے محمد بن سلیمان بن حارث سے، انھوں نے محمد بن علی بن خلف عطار سے، انھوں نے حسین اشقر سے، انھوں نے عمرو بن ابی المقدام سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔ سعید کا بیان ہے: ''سئل النبی صلی اللّه علیه وسلم الکلمات التی تلقها آدم من ربه فتاب علیه قال سئله بحق محمد و علی و فاطمة و الحسن والحسین الا تبت علی فتاب علیه " (۱) نبیؐ سے ان کلمات کے بارے میں پوچھا گیا جن کو آدم نے اپنے پروردگار سے سیکھا تھا اور خدا نے ان کی برکت سے ان کی توبہ قبول کی تھی۔ حضرتؐ نے فرمایا: آدم نے کہا تھا: بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ میری توبہ قبول فرما پس خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔

ب: نطنزی ''خصائص علویہ'' میں لکھتے ہیں:

"فلمّا اقترف الخطیئة قال یا رب اسئلک بمحمد و علی و فاطمة و الحسن والحسین لما غفرت لی فغفر اللّه له فهذا الذی قال اللّه عزّوجلّ فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه " (۲) جب آدم ترک اولیٰ کے مرتکب ہوئے تو عرض کی اے پروردگار بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ میری خطا

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۱۱۵، حدیث ۸۹۔
۲۔ الخصائص العلویۃ، ج ۸۹، ص ۹۷، حدیث ۸۷۔

معاف کر دے خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔ یہ ہیں آیت کے معنی جس میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے) چند الفاظ سیکھے جن کی برکت سے خدا نے آدم کی توبہ قبول کی۔

ج: سیوطی لکھتے ہیں:

"اخرج ابن النجار عن ابن عباس قال سئلت رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم من الکلمات التی تلقاها آدم من ربّه فتاب علیه. قال سئل بحق محمد و علی و فاطمة و الحسن و الحسین الا تبت علی فتاب علیه " (۱) ابن نجار نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے پوچھا وہ کون سے کلمات (الفاظ) تھے جن کو آدم نے اپنے پروردگار سے سیکھا تھا اور ان کی برکت سے خدا نے ان کی توبہ قبول کی تھی؟ فرمایا: انھوں (آدم) نے کہا تھا بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ میری توبہ قبول کر پس خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

د: بدخشانی ''مفتاح النجا'' میں لکھتے ہیں:

"اخرج الدار قطنی و ابن النجار عن ابن عباس رضی اللّه عنه قال سئلت رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم عن الکلمات التی تلقاها آدم من ربه فتاب علیه قال: سئل بحق محمد و علی و فاطمة و الحسن و الحسین الا تبت علی فتاب علیه " (۲) دارقطنی اور ابن نجار نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے رسولؐ خدا سے ان الفاظ کے بارے میں سوال کیا تھا جنھیں آدم نے اپنے پروردگار سے سیکھے تھے۔ حضرتؐ نے جواب دیا: جن لفظوں کے ذریعے قبول توبہ کی درخواست کی تھی یہ ہیں: بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ میری

۱۔ درمنثور، ج ۱، ص ۱۴۷۔
۲۔ مفتاح النجا، باب ۳، فصل ۱، ورق ۱۳۔

توبہ قبول فرما، پس خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی۔

ھ: عبدالرحمٰن صفوری ''نزھۃ المجالس'' میں لکھتے ہیں:

''آیۂ فتلقی آدم من ربہ کلمات کے بارے میں جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدم و حوا بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس جبرئیل آئے اور انھیں سونے کے ایک قصر میں لے گئے اس میں سرخ یاقوت کا تخت تھا جس پر نور کا قبہ تھا اس تخت پر ایک صورت تھی جس کے سر پر تاج تھا، کانوں میں لؤلؤ کے بندے تھے اور گردن میں نور کا ایک قلادہ تھا۔ آدم اس کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے اور حسنِ حوا بھول گئے۔ آدم نے پوچھا معبود یہ کون ہے؟ آواز الٰہی آئی یہ صورت فاطمہ کی ہے، سر پر تاج اس کا باپ ہے، گردن میں قلادہ اس کا شوہر ہے اور دونوں گوشوارے حسن و حسین ہیں۔ اور جب سر اٹھا کر قبہ کی طرف دیکھا تو نور سے لکھے وہاں پانچ نام دیکھے: انا محمود و ھذا محمد، وانا الاعلیٰ و ھذا علی، و انا الفاطر و ھذہ فاطمۃ، و انا المحسن و ھذا الحسن، و منی الاحسان و ھذا الحسین'' (میں محمود ہوں اور یہ محمدؐ ہے، میں اعلیٰ ہوں اور یہ علیؑ ہے، میں فاطر ہوں یہ فاطمہؑ ہے، میں محسن ہوں یہ حسنؑ ہے، میں احسان ہوں اور یہ حسینؑ ہے) جبرئیل نے کہا: اے آدم ان اسماء کو یاد کرلو ان کی تمھیں ضرورت پڑے گی۔ جب آدم زمین پر اتارے گئے تو تین سو سال تک روتے رہے اور پھر ان ہی ناموں کا واسطہ دیتے ہوئے کہا: یا رب بحق محمد و علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین یا محمود یا اعلیٰ یا محسن و یا فاطر میری کوتاہیوں کو معاف کردے اے میری توبہ قبول فرما۔ اس وقت آواز الٰہی آئی: یا آدم لو سئلتنی فی جمیع ذریتک لغفرت لھم۔ اے آدم اگر تم اپنی ساری ذریت کی مغفرت کے لئے کہتے تو ان اسماء کے طفیل میں ان سب کے گناہ معاف کردیتا''۔(۱)

۱۔ نزھۃ المجالس، ج۲، ص۱۷۵، باب مناقب حسنؑ و حسینؑ۔

صفوری کی اسی روایت کو ملا معین نے ''معارج النبوۃ'' کی دوسری فصل کے چھٹے واقعے میں نقل کیا ہے فرق اتنا ہے کہ صفوری کی نزھہ میں عربی میں یہ روایت ہے اور معارج میں فارسی میں۔

۵۔ علیؑ، آدم سے افضل ہیں

حدیث نور سے یہ بات واضح ہے کہ نور نبیؐ اور نور علیؑ خلقتِ آدم سے کئی ہزار سال پہلے سے تھا۔ بعض روایتوں میں چودہ ہزار سال کا ذکر ہے جس کی روایت کرنے والے احمد بن حنبل، عبداللہ بن احمد بن حنبل، ابن مردویہ، ابن مغازلی، دیلمی، عاصمی، نطنزی، شہردار دیلمی، خوارزمی، ابن عساکر، محبّ الدین طبری، صالحانی، مطرزی، صدالافاضل، احمد حافی، ابراہیم وصابی، محمد واعظ ہروی، زرندی، سید علی ہمدانی، جمال الدین محدث، محمود طالبی اور شیخ جفری ہیں اور بعض روایتوں میں چالیس ہزار سال کا ذکر ہے، جس کی محمد بن یوسف گنجی نے خطیب بغدادی اور ابن عساکر سے روایت کی ہے۔ (ان ساری روایتوں کو ابتدائے کتاب میں بحث سند میں پیش کرچکے ہیں)۔

اس لحاظ سے حضرت علیؑ، پیغمبر اسلامؐ کو چھوڑ کر آدم اور دیگر انبیاء سے افضل قرار پائے لہذا نبیؐ کے بعد وہی امام بھی ہوں گے۔ کیونکہ نور کبھی بھی ظلمتِ کفر کے تابع نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے ابن بطریق نے ''العمدۃ'' میں حدیث نور اور خلافت سے متعلق دیگر روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھا:

''فھذہ الاخبار الواردۃ عن ابن حنبل، والثعلبی، و ابن المغازلی والدیلمی تصرح بلفظ الخلافۃ بلا ارتیاب، فلینظر فی ذالک ففیہ کفایۃ و مقنع لمن تامّلہ بعین الانصاف فما بعد بیان الخلافۃ بیان لملتمس ولا منا لمقتبس ولا دلیل یستفاد و لا علم یستزاد ثم کونہ معہ علیھما السلام نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ قبل ان یخلق اللّٰہ تعالیٰ آدم باربعۃ عشر الف عام یسبحان اللّٰہ تعالیٰ ما لا یقدر احد ان یدعی فیہ مماثلۃ او مداخلۃ''(۱) وہ حدیثیں جو (احمد) ابن حنبل، ثعلبی، ابن مغازلی اور

۱۔ العمدۃ، ص۴۵۔

دیلمی سے مروی ہیں ان میں (خلافت کی) لفظ خلافت سے تصریح ہوئی ہے کہ اس کے بعد پھر تو اس میں کسی طرح کی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور جو شخص بھی نظر انصاف سے دیکھے گا اس کے سامنے مسئلہ خلافت بالکل واضح ہو جائے گا۔ پھر آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے پیش خدا آپ کا پیغمبرؐ اسلام کے ساتھ رہنا اور خدا کی تسبیح وتہلیل کرنا ایسی فضیلت ہے جس میں کوئی شامل نہیں ہے نہ ہی کوئی اس کی مثال پیش کر سکتا ہے۔

اگر یہ حدیث انبیاء پر علیؑ کی افضلیت نہ بتاتی تو پھر ابن جوزی، ابن روزبہان اور نصر اللہ کابلی اس کو جعلی قرار نہ دیتے۔ آخر کیوں خدا نے ان کے نور کو سب سے پہلے خلق کیا؟ کیا یہ ساری مخلوقات سے افضل ہونے کی وجہ سے نہیں تھا؟ اب اگر نبیؐ کا خلقت میں مقدم ہونا آپ کی افضلیت کی دلیل ہے تو یہی افضلیت علی کے لئے بھی ہونی چاہئے کیونکہ دونوں ایک ہی نور تھے۔ لہذا جو کمالات پیغمبرؐ اسلام کے لئے ثابت ہیں وہی علی کے لئے بھی ثابت ہوں گے۔

۶۔ مباہات زمانہ

علامہ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید بن حماد بوصیری صاحب قصیدہ بردہ نے پیغمبرؐ اسلام کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے جو قصیدۂ ہمزیہ سے مشہور ہے۔ اس کی ابن قطیع مالکی، شمس دلجی، شیخ ابوالفضل مالکی، شیخ احمد بن عبدالحق سنباطی، عارف باللہ سید مصطفیٰ بکری صدیقی اور فرید عصر ابن حجر ہیثمی وغیرہ نے شرحیں کی ہیں، امام جوجری کی اس کی دو شرحیں ہیں۔

اس قصیدہ میں بوصیری نے جو فضیلتیں بیان کی ہیں اس کے ایک شعر (تتباھی بک العصور....) میں یہ ہے کہ زمانہ آنحضرتؐ پر فخر ومباہات کرتا ہے۔ اور چونکہ حضرت علیؑ ہر مرحلہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہے لہذا زمانہ آپ پر بھی فخر ومباہات کرتا ہے۔

ابن حجر مکی نے اپنی شرح "منح مکیہ" میں مذکورہ شعر کی شرح میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اس فخر ومباہات کا ربط کسی خاص وقت سے نہیں ہے، اس کا سلسلہ آدم سے شروع ہوا اور قیامت تک رہے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علیؑ پر بھی زمانہ قیامت تک فخر ومباہات کرتا رہے گا۔

بوصیری کے قصیدہ میمیہ کے ایک شعر (و کل آیِ اتی الرسول الکرام بھا.....) کی شرح میں

بدرالدین رومی نے تاج الدرۃ فی شرح البردہ میں لکھا کہ: وہ سارے معجزات جنہیں انبیاء اور رسولوں نے پیش کئے یا وہ ساری نشانیاں جو ان کے فضل وکمال اور صاحب علم وحکمت کی علامت ہیں وہ سب کی سب آنحضرتؐ کی وجہ سے تھیں اور آپ ہی کی وجہ سے ان تک پہنچی تھیں کیونکہ انبیاء نوری تھے اور ہر نور کی بازگشت آنحضرتؐ کے نور کی طرف ہوتی ہے اس لئے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: "اول ما خلق اللہ نوری" (خدا نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا) جب ایسا ہے تو وہ ساری چیزیں حضرت علیؑ کے لئے بھی ثابت ہوں گی اس لئے کہ آپ اور آنحضرتؐ ایک نور سے ہیں اور خلقت وتقدم میں بھی دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ گویا جس طرح آنحضرتؐ سرچشمۂ فضائل تھے حضرت علیؑ بھی سرچشمۂ فضائل تھے۔

۷۔ خلقت میں تقدم باعث فضیلت ہے

پیغمبرؐ اسلام کی ایسی بہت ساری حدیثیں نقل ہوئیں جو بتاتی ہیں کہ آپ کو آدم وعالم پر افضلیت، ان سے خلقت میں مقدم ہونے کی وجہ سے حاصل ہے۔ اور چونکہ حضرت علیؑ آپ کے ساتھ ساتھ تھے بلکہ دونوں ایک ہی نور تھے لہذا پیغمبرؐ اسلام کی طرح آپ بھی سب سے افضل ہوں گے اور ساری مخلوقات آپ ہی کی وجہ سے خلق ہوئی۔ اسی طرح وہ ساری فضیلتیں جو پیغمبرؐ اسلام کو حاصل تھیں وہ آپ کو بھی حاصل رہی ہوں گی۔ لہذا کسی کو خلافتِ پیغمبرؐ کے لئے آپ پر مقدم کرنا غلط اور قبیح عمل ہے۔ اس بارے میں علماء اہلسنت کی مستند کتابوں سے چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

الف: دیار بکری لکھتے ہیں:

"پیغمبرؐ اسلام کے خلقتِ نور کی کیفیت کے بارے میں متعدد روایتیں نقل ہوئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: اللہ نے رسولؐ خدا کے نور کو آسمان، زمین، عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت، جہنم، ملائکہ، جن وانس اور ساری مخلوقات سے ایک ہزار سال پہلے خلق کیا تھا اور وہ نور عالم قدس میں دیکھا جاتا تھا۔ کبھی اس کو سجدے کا حکم دیا جاتا تھا تو کبھی تسبیح و تقدیس کا۔ اس (نور) کے لئے کئی حجابات خلق کئے اور ہر حجاب میں ایک مدت تک اس نور کو رکھا جہاں وہ خدا کی خاص تسبیح کر رہا تھا۔ جب وہ نور حجاب سے باہر آیا اور اس نے سانس لی تو ان سانسوں سے انبیاء، اولیاء، صدیقین، شہداء اور سارے مومنین و

ملائکہ کی روحیں خلق ہوئیں۔ جیسا کہ جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے اول مخلوق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اے جابر وہ تمہارے نبیؐ کا نور ہے۔ پہلے اللہ نے اس (نور) کو خلق کیا اور پھر اس نور سے ہر چیز کو خلق کیا اور اس کے بعد دوسری چیزوں کو خلق کیا اور جب اس نور (محمدؐ) کو خلق کیا اور پھر اس نور سے خیر کو خلق کیا تو اس کو مقام قرب میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ سے عرش کو خلق کیا، دوسرے حصہ سے کرسی کو، تیسرے حصہ سے حملۂ عرش اور خزانہ کرسی کو خلق کیا اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال قیام محبت میں رکھا پھر اس حصہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا اس کے ایک حصہ سے مخلوقات کو خلق کیا، دوسرے حصے سے لوح کو، تیسرے حصے سے جنت کو خلق کیا اور چوتھے حصے کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا اور اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا، اس کے ایک حصہ سے ملائکہ کو خلق کیا، دوسرے حصے سے سورج کو اور تیسرے حصے سے چاند اور ستاروں کو خلق کیا اور چوتھے حصے کو مقام رجا میں بارہ ہزار سال رکھا اور اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کے ایک حصہ سے عقل کو خلق کیا، دوسرے حصے سے حلم وعلم کو خلق کیا، تیسرے حصے سے عصمت و توفیق کو خلق کیا اور چوتھے حصے کو مقام حیاء میں بارہ ہزار سال رکھا اور پھر اللہ نے اس کی طرف نگاہ کی تو اس نور کو (حیا کی وجہ سے) پسینہ آیا اور اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے گرے اور اللہ نے ہر قطرہ سے ایک نبی یا رسول کی روح خلق کی۔ پھر ارواح انبیاء نے سانس لی تو اللہ نے ان سانسوں سے اولیاء، سعداء، شہداء اور قیامت تک کے مطیع مومنین کے نور خلق کئے۔ (پھر آنحضرتؐ نے فرمایا) عرش وکرسی میرے نور ہیں، کروبین میرے نور سے ہیں، ملائکہ میرے نور سے ہیں، جنت اور اس کی نعمتیں میرے نور سے ہیں، چاند سورج اور ستارے میرے نور سے ہیں، عقل وعلم وتوفیق میرے نور سے ہیں، انبیاء ورسل کی روحیں میرے نور سے ہیں، شہداء وصالحین میرے ثمرۂ نور سے ہیں۔ (پھر حضرتؐ نے فرمایا) اس کے بعد اللہ نے بارہ حجاب خلق کئے اور

اس نور کو (جو حیز چہارم ہے) ہر حجاب میں ایک ہزار سال رکھا اور یہ مقام عبودیت ہے اور وہ حجاب کرامت وسعادت وہیبت وحرمت ورأفت وعلم وحیاء ووقار وسکینہ وصبر و صدق ویقین ہیں۔ پس اس نور نے ہر حجاب میں ایک ایک ہزار سال اللہ کی عبادت کی۔ جب وہ نور حجابوں سے باہر آیا تو اس کو زمین پر نازل کیا اور وہ مشرق ومغرب کے درمیان اس طرح منور تھا جیسے تاریک رات میں چراغ۔ پھر اللہ نے آدم کو زمین پر بھیجا اور اس نور کو ان کی پیشانی میں قرار دیا، پھر وہ شیث میں منتقل ہوا اور ان سے بانش میں، اسی طرح وہ اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ صلب عبداللہ بن عبدالمطلب میں پہنچا اور ان سے رحم آمنہ میں منتقل ہوا اور پھر مجھے (اس) دنیا میں پیدا کیا اور مجھے سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین اور قائد الغر المحجلین قرار دیا۔ اے جابر اس طرح تمہارے نبی کی خلقت ہوئی۔ اس کو بیہقی نے ذکر کیا ہے"(۱)

ب: قسطلانی لکھتے ہیں:

"روی عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الانصاری قال: قلت یا رسول الله بابی انت و امی اخبرنی عن اول شئی خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء، قال یا جابر ان الله تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره فجعل ذالک النور یدور با القدرة حیث شاء الله تعالیٰ ولم یکن فی ذالک الوقت لوح و لا قلم و لا جنة و لا نار و لا ملک و لا سماء و لا ارض ولا شمس و لا قمر و لا جنّی و لا انسیّ فلمّا اراد الله تعالیٰ ان یخلق الخلق قسم ذالک النور اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول حملة العرش و من الثانی الکرسی و من الثالث باقی الملائکة ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السموات و من الثانی الارضین و

۱۔ تاریخ الخمیس، ج۱، ص۲۰۔۱۹۔

"من الثالث الجنة و النار ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول نور ابصار المومنين و من الثانى نور قلوبهم وهى المعرفة با اللّٰه و من الثالث نور السنتهم و هو التوحيد لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه "(۱)

عبدالرزاق نے اپنے اسناد سے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے آنحضرتؐ سے پوچھا یا رسولؐ اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا جائیں بتایئے خدا نے سب سے پہلے کس چیز کو خلق کیا؟ جواب دیا: جابر خدا نے سب سے پہلے تمہارے نبیؐ کے نور کو خلق کیا۔ وہ نور منشائے الٰہی کے مطابق قدرت الٰہی کا طواف کررہا تھا اس وقت نہ لوح تھا نہ قلم، نہ جنت تھی نہ جہنم اور نہ ملک، نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھے اور نہ ہی انس، جب اللہ نے مخلوق کو خلق کرنا چاہا تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا اس کے پہلے حصہ سے عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ خلق کیا، پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا اس کے پہلے حصہ سے آسمان، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت وجہنم خلق کیا اور چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا اس کے پہلے حصے سے مومنوں کے آنکھوں کی روشنی، دوسرے سے ان کے دلوں کے نور کہ وہ معرفت خدا ہے، تیسرے حصہ سے ان کی زبانوں کے نور کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے خلق کیا۔

ج: قسطلانی ''مواہب لدنیہ'' میں، محمد بن یوسف شامی ''سبل الھدیٰ'' میں اور حلبی ''انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون'' معروف بہ ''سیرۂ حلبیہ'' میں لکھتے ہیں:

"عن علی بن الحسين رضى اللّٰه عنهما عن ابيه عن جدّه ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كنت نوراً بين يدى ربّى قبل خلق آدم عليه السلام باربعة عشر الف عام "(۲) (چوتھے امام) علی بن الحسین نے اپنے

۱۔ المواہب اللدنیہ، ج۱، ص۳۶۔

۲۔ المواہب اللدنیہ، ج۱، ص۳۹، سیرۂ حلبیہ، ج۱، ص۳۰۔

والد (امام حسینؑ) سے اور انھوں نے اپنے والد (حضرت علیؑ) سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: میں اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے۔

د: قسطلانی لکھتے ہیں:

"و فى الخبر لما خلق اللّٰه آدم جعل ذالک النور النبوى المحمدى فى ظهره، فكان يلمع فى جبينه فيغلب على سائر نوره ثم رفعه اللّٰه تعالىٰ على سرير مملكته و حمله على اكتاف الملائكة و امرهم فطافوا به فى السموات ليرىٰ عجائب ملكوته "(۱) حدیث میں ہے کہ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا اور ان کے صلب میں نور محمد کو ساکن کیا تو ان کی پیشانی سے وہ نور چمکتا تھا اور سارے نوروں پر غالب ہوجاتا تھا۔ پھر اللہ نے اس کو اپنے تختِ حکومت کی طرف بلند کیا اور اس کو ملائکہ کے شانوں پر حمل کیا اور انھیں طواف کرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھوں (ملائکہ) نے آسمانوں کا طواف کیا تا کہ وہ (نور) ملکوت کے عجائب کا نظارہ کرے۔

ھ: سعید کازرونی ''المنتقی من سیرۃ المصطفیٰ'' میں لکھتے ہیں:

"فى بعض الكتب فى معنى قوله صلى اللّٰه عليه وسلم حين سئل متى كنت نبيا كنت نبياً و آدم بين الروح و الجسد ان اللّٰه عزوجل وضع نور محمد صلى اللّٰه عليه وسلم فى جبهته و كان يزهر فى جبهته مثل الشمع و كان الناس يتعجبون منها حتى تمنىٰ آدم رويتها من كثرة تعجب الناس منها و امر اللّٰه تعالىٰ ان ياتى الى راسِ اصبعه السبابة فقال يا رب ما هذا فقال نور ولدک من اولادک اسمه محمد فاشار باصبعه فقال اشهد ان لا اله الّا اللّٰه و ان محمداً رسول اللّٰه فصار هذا

۱۔ المواہب اللدنیہ، ج۱، ص۳۹۔

الاشارۃ بالشھادۃ ثم ردھا اللّٰہ الی موضعھا ثم جلس آدم مع حوّا فذھب النور من جبھتہ مع النطفہ الی رحم حوّا و کانت تزھر بین ثدیھا مثل شمع فحملت بشیث ووضعھا فی جبھۃ شیث و اوحی اللّٰہ الی آدم ان لا تضع ھذہ الودیعۃ اَلّا بالحلال و مر اولادک حتی لا یضیعوھا اَلّا بالحلال فلما ولو شیث کان آدم یحبہ من جمیع اولادہ لھذا النور و ھذا معنی قولہ تعالیٰ و تقلبک فی الساجدین ای فی اصلاب الاباء و ارحام الامّھات ظھراً فظھراً و بطناً فبطناً و نکاحاً من غیر سفاح" بعض کتابوں میں آنحضرت کی اس حدیث: میں اس وقت نبی تھا جب آدم روح وجسم کے درمیان تھے، ہے کہ: جب اللہ نے نور محمدؐ کو پیشانی آدم میں رکھا تو وہ ان کی پیشانی میں شمع کی طرح چمکتا تھا جس کو دیکھ کر لوگ تعجب کرتے تھے۔ اس کثرت تعجب کی وجہ سے آدم نے اس کے دیکھنے کی تمنا کی۔ اللہ نے انھیں انگشت شہادت کو سر تک لانے کا حکم دیا۔ آدم نے کہا اے پالنے والے یہ کیا ہے؟ جواب ملا یہ تمہاری ہونے والی اولاد میں سے ایک فرزند کا نور ہے جس کا نام محمدؐ ہے۔ آدم نے انگشت شہادت سے اشارہ کرکے کہا: اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمد رسول اللّٰہ۔ اسی وقت وہ انگلی انگشتِ شہادت بن گئی۔ پھر اس نور کو اپنی جگہ پلٹایا اور جب آدم نے حوا سے شادی کی تو وہ نور ان کی پیشانی سے نطفہ کی شکل میں رحم حوا میں منتقل ہوا اور وہ سینۂ حوا پر شمع کی طرح چمکتا تھا۔ جب شیث شکم مادر میں تھے تو وہ نور ان کی پیشانی میں تھا اس وقت اللہ نے آدم پر وحی نازل کی کہ اس امانت کو حلال طریقہ سے منتقل کریں اور اپنی اولاد کو بھی اسی کی نصیحت کریں۔ چنانچہ جب شیث پیدا ہوئے تو آدم اپنی ساری اولاد میں ان سے اسی نور کی وجہ سے زیادہ محبت کرتے تھے اور نقلبک فی الساجدین کے یہی معنی ہیں یعنی اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل کیا"۔

و: سعید کازرونی "المنتقیٰ من سیرۃ المصطفیٰ" ہی میں لکھتے ہیں:

"قیل ان الحکمۃ فی اباحۃ التیمم ان السماء کانت تفتخر علی الارض قبل مولد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و کانت تقول ان العرش فیّ و الحکمۃ فیّ والملائکۃ السُّبَّحَ فیّ والرّکع والسّجّد فیّ والشمس والقمر فیّ والنجوم فیّ و انت خلَو عن ھذا کلہ فکانت السماء لھا الفخر علی الارض الی ان ولد المیمون محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و افتخرت الارض علی السماء حینئذ فقالت ان کانت الشمس و القمر فیک و النجوم والملائکۃ فیک فقد ولد علی ظھری النبی المبارک صلی اللّٰہ علیہ وسلم الذی نور الشمس من نورہ و نوت السموات والارض من نورہ علی ظھری ولادتہ و علی ظھری تربیتہ و علی ظھری مبعثہ و دعوتہ و علی ظھری تستعمل شریعتہ و علی ظھری موتہ و حفرتہ و قبرہ فسمع اللّٰہ افتخارھا علی السماء بنبیّہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال لا جرم حیث افتخرت بنبی محمد جعلت تراب شرقک و غربک طھوراً لہ ولامتہ و جعلت شرق الارض و غربھا مساجد لھم و مصلی لافتخارک محمد و لذالک قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداً و طھوراً و یقال کان نورہ فی تلک الجوھرۃ التی خلق اللّٰہ تعالیٰ منھا الارض تزھر کما تزھر الشمس الی الارض و ھذا ما قالہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم افتخرا السماء و الارض فقالت السماء انا افضل لانہ فیّ الصافون و فیّ المسبحون و فیّ العرش و الکرسی وقالت الارض بل انا افضل لانّہ فیّ الانبیاء والصالحون و نورک و نجومک من نور محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو فیّ"

"زمین پر تیمم کی حکمت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نبیؐ کی ولادت سے پہلے آسمان،

زمین پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ عرش میرے پاس ہے، حکمت میرے پاس ہے، تسبیح کرنے والے ملائکہ میرے پاس ہیں، رکوع وسجود کرنے والے میرے پاس ہیں۔ چاند اور سورج میرے پاس ہیں، ستارے میرے پاس ہیں جب کہ تمہارے (زمین کے) پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ گویا ان چیزوں کی وجہ سے زمین پر آسمان فخر کررہا تھا، مگر جب محمد مصطفیٰ کی ولادت ہوئی تو زمین نے فخر سے آسمان سے کہا: اگر چاند اور سورج تمہارے پاس ہیں، اگر ستارے اور ملائکہ تمہارے پاس ہیں تو میرے سینہ پر اس مولود نے قدم رکھا جس کے نور سے سورج منور ہے، جس کے نور سے آسمان وزمین میں روشنائی ہے۔ میرے ہی سینے پر اس کی ولادت ہوئی ہے، میرے ہی سینے پر اس کی تربیت ہوئی ہے، میرے ہی سینے پر وہ مبعوث ہوا ہے اور میرے ہی سینے پر اس کی قبر ہے۔

جب اللہ نے محمد مصطفیٰ پر زمین کے اس افتخار کو سنا تو آواز دی: اے زمین چونکہ تو نے میرے نبیؐ پر فخر کیا ہے لہذا میں نے تیرے شرق وغرب کی مٹی کو وہاں کے رہنے والوں کے لئے طہور (یعنی خود بھی پاک ہے اور دوسروں کو بھی پاک کرنے والی ہے) قرار دیا۔ اور محمدؐ پر افتخار کرنے کی وجہ سے مشرق ومغرب میں رہنے والوں کے لئے جاء نماز اور سجدہ گاہ بنایا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے نور کو اس جوہر میں رکھا گیا تھا جس سے اللہ نے زمین کو خلق کیا ہے اور وہ اس طرح نور افشانی کرتا تھا جس طرح سورج، زمین پر نور افشانی کرتا ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آسمان وزمین نے ایک دوسرے پر فخر کیا، آسمان نے کہا میں افضل ہوں اس لئے کہ میرے ہی پاس صافین ہیں، میرے ہی پاس تسبیح کرنے ولاے ہیں، میرے ہی پاس عرش وکرسی ہیں۔ تو زمین نے کہا کہ میں افضل ہوں اس لئے کہ میرے پاس انبیاء وصالحین ہیں اور تمہارے ستاروں کا نور محمد مصطفیٰ کے نور کی وجہ سے ہے اور وہ میرے پاس ہیں"۔

ان روایتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آنحضرتؐ کا نور آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے خدا کے حضور میں تھا اور وہ پیشانی آدم سے چمکتا تھا اور وہ سارے نوروں پر غالب رہتا تھا اور آسمان وزمین

، چاند سورج اور ستاروں کے نور آپ ہی کے نور کی وجہ سے ہیں اور چونکہ نور علوی، نور نبوی کے ساتھ تھا لہذا جو خصوصیات نور نبوی کو حاصل ہیں وہی نور علوی کو بھی حاصل ہوں گے۔ لہذا اس کے ہوتے ہوئے کس طرح کسی کو مقدم کیا جاسکتا ہے؟

۸۔ عرش پر نام کا ہونا افضلیت کی دلیل ہے

بعض حدیثوں میں اس بات کی وضاحت ہوئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو اس لئے افضلیت حاصل ہے کہ آپ کا نام عرش پر لکھا ہوا ہے۔ اس بارے میں ثعلبی اپنی کتاب "العرائس" میں لکھتے ہیں:

"ہم سے ابوعمر محمد فریابی نے اپنے اسناد سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "لما اعطی موسیٰ الالواح نظر فیها فقال یا رب لقد اکرمتنی بکرامة لم تکرم بها احداً من العالمین قبلی قال یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالتی و بکلامی فخذ ما اتیتک و کن من الشاکرین ای بقوة و جد(و محافظة تموت علی حبّ محمد قال موسیٰ یا رب و من محمد قال احمد الذی اثبتُّ اسمه علی عرشی قبل ان اخلق السموات والارض بالفی عام و انه نبییّ وصفیّ و خیرتی من خلقی وهو احبّ الیّ من جمیع خلقی و جمیع ملائکتی فقال موسیٰ یا رب ان کان محمد احب الیک من جمیع خلقک فهل خلقت امة اکرم علیک من امتی قال اللّٰه تعالیٰ ان فضل امة محمد علیٰ سائر الامم کفضلی علی جمیع الخلق"(۱) جب موسیٰ کو الواح عطا کئے گئے اور ان کی طرف انھوں نے دیکھا تو کہا: پروردگار تو نے مجھ کو ایسی چیز سے فضیلت دی جس سے کائنات میں کسی کو بھی مجھ سے پہلے نہیں دی ہوگی! آواز آئی اے موسیٰ اپنی رسالت اور اپنے سے ہم کلام ہونے کی وجہ سے میں نے تم کو منتخب کیا ہے۔ لہذا جو میں

۱۔ العرائس، ص ۲۸۰۔

دوں اس کو لے لو اور شاکرین میں سے ہو جاؤ اور اس کی اچھی طرح حفاظت کرو تا کہ تمہاری موت محبتِ محمدؐ پر ہو۔ موسیٰ نے پوچھا محمدؐ کون ہیں؟ جواب ملا احمد جس کے نام کو آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال قبل عرش پر ثبت کیا۔ وہ میرا نبی و صفی اور میری مخلوقات میں سب سے بہتر ہے۔ وہ ساری مخلوقات اور سارے ملائکہ سے زیادہ مجھے محبوب ہے موسیٰ نے پوچھا۔ پروردگار اگر محمدؐ ساری مخلوقات سے زیادہ مجھے محبوب ہیں تو میری امت سے زیادہ کیا کوئی امت تجھے عزیز ہے؟ ارشاد الٰہی ہوا امتِ محمدؐ کو ساری امتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح مجھ کو ساری مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔"

یہ حدیث، عرش پر آنحضرتؐ کے نام کے ثبت ہونے کی وجہ سے ساری مخلوقات پر آپ کی افضلیت کو بتا رہی ہے اور آپ کا سب سے پہلے خلق ہونا بھی آپ کی افضلیت کی دلیل ہے۔ لہذا ایسی افضلیت حضرت علیؑ کو بھی حاصل ہوگی۔ کیونکہ جس طرح آنحضرتؐ کا نور سب سے پہلے خلق ہوا اسی طرح حضرت علیؑ کا نور بھی سب سے پہلے خلق ہوا، اس لئے کہ دونوں ایک ہی نور سے تھے لہذا آنحضرتؐ کے علاوہ سارے انبیاء، ملائکہ اور مخلوقات سے آپ افضل ہوئے۔

۹۔ اسم خدا اور رسولؐ خدا کی مقارنت

بعض صحیح السند حدیثوں میں ہے کہ آدم نے عرش پر خدا کے نام کے ساتھ رسولؐ خدا کے نام کو باعث فضیلت قرار دیا تھا اور اس سے آنحضرتؐ کی افضلیت پر استدلال کیا تھا۔ ان حدیثوں کی اعاظمِ حفاظِ اہلسنت نے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کی ہے جیسے طبرانی نے معجم صغیر میں، قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں، سیوطی نے، حاکم، بیہقی، ابن عساکر اور طبرانی کے حوالے سے اپنی کتاب الخصائص میں، سمہودی نے حاکم کے حوالے سے خلاصۃ الوفا میں، قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، دیار بکری نے عیاض کے حوالے سے تاریخ الخمیس میں، مناوی نے الاتحاف السنیۃ میں اور حلبی نے انسان العیون میں روایت کی ہے۔ چند کی روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

الف: طبرانی "معجم صغیر" میں لکھتے ہیں:

"ہم سے محمد بن داؤد بن اسلام صرفی مصری نے بیان کیا، انھوں نے احمد بن سعید مدنی فہری سے، انھوں نے عبداللہ بن اسماعیل مدنی سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "لما اذنب آدم الذنب الذی اذنبہ رفع راسہ الی العرش فقال: اسئلک بحق محمد الّا غفرت لی فاوحی اللّٰہ الیہ و ما محمد و من محمد فقال تبارک اسمک لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فعلمت انہ لیس احد اعظم عندک قدراً ممن جعلت اسمہ مع اسمک فاوحی اللّٰہ عزّ و جلّ الیہ یا آدم انہ آخر النبیین من ذریتک و ان امّتہ آخر الامم من ذریتک" (۱) جب آدم سے ترک اولیٰ ہوا تو انھوں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر کہا: پروردگارا تجھے محمدؐ کا واسطہ میرے گناہ معاف کر دے۔ وحی الٰہی ہوئی (اور پوچھا) محمدؐ کون ہے؟ آدم نے جواب دیا: تیرا نام بابرکت ہے جب تو نے مجھ کو خلق کیا اور میں نے عرش کی طرف سر اٹھایا تو یہ عبارت دیکھی: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ، اس وقت میں سمجھ گیا کہ جس نام کو تو نے اپنے نام کے سامنے لکھا ہے اس سے بڑھ کر تیری نظر میں کسی کی بھی قدر و منزلت نہیں ہے۔ اس وقت آواز الٰہی آئی: اے آدم یہ تیری ذریت سے ہونے والا آخری نبی ہے اور اس کی امت تیری ذریت سے آخری امت ہوگی۔

ب: قاضی عیاض "کتاب الشفاء" میں لکھتے ہیں:

"ابو محمد مکی اور ابو اللیث سمرقندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جب آدم سے ترک اولیٰ ہوا تو انھوں نے کہا: معبود تجھ کو محمدؐ کا واسطہ میری خطا معاف کر دے اور میری توبہ قبول فرما، خدا نے پوچھا تم نے محمدؐ کو کہاں سے پہچانا۔ آدم نے جواب دیا: میں نے جنت میں جس

۱۔ معجم صغیر، ج ۲، ص ۸۳۔۸۲۔

طرف نگاہ کی یہی لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اور ایک روایت میں محمد عبدی ورسولی ہے) میں سمجھ گیا کہ تیری نظر میں سب سے معزز ومکرم یہی ہیں۔ یہ سن کر خدا نے ان کی توبہ قبول کی اور ان کو معاف کر دیا (اس کے بعد قاضی نے طبرانی کی مذکورہ بالا روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ) آدم کی کنیت ابو محمد تھی'' (۱)

ج: شیخ عبدالوہاب سبکی اپنی کتاب ''شفاء السقام'' میں پیغمبرؐ اسلام سے آپ کی خلقت سے پہلے، آپ کی خلقت کے بعد اور آپ کی وفات کے بعد توسل کرنے کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''نبیؐ سے توسل کرنا خواہ آپ کی خلقت سے پہلے ہو یا خلقت کے بعد، آپ کی زندگی میں ہو یا آپ کی وفات کے بعد، برزخ میں ہو یا بعثت کے بعد، قیامت میں ہو یا جنت میں ہر حال میں جائز ہے۔ اور اس کا تین طرح سے تصور ممکن ہے: ا۔ آپ سے توسل کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا سے آپ کے وسیلہ سے یا آپ کے شرف ومرتبہ کے وسیلہ سے یا آپ کی برکت سے طلب حاجت کرے اور یہ تینوں حالتوں (قبل از ولادت، بعد از ولادت اور بعد از وفات) میں جائز ہے اور ان کی تائید میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے۔ جہاں تک ولادت سے پہلے کی بات ہے تو اس کی تائید انبیاء کے حالات ہوتی ہے۔ چنانچہ حاکم ابو عبداللہ المستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں: ہم سے ابوسعید عمرو بن محمد بن منصور عدل نے بیان کیا، انھوں نے ابوالحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے، انھوں نے ابو الحارث عبد اللہ بن مسلم فہری سے، انھوں نے اسماعیل بن مسلمہ سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جب آدم سے ترک اولیٰ ہوا اور انھوں نے کہا کہ پروردگارا تجھے محمد کا واسطہ مجھے معاف کر دے تو ارشاد الٰہی ہوا اے آدم تم نے کس طرح محمدؐ کو پہچانا جب کہ میں نے ابھی اس کو خلق نہیں کیا ہے؟ آدم نے کہا جب تو نے مجھ کو

ا۔ الشفاء، ج ا، ص ۱۳۸، باب ۳، فصل ا۔

خلق کیا اور اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا اس وقت عرش کے ستونوں پر یہ عبارت دیکھی: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لہذا میں سمجھ گیا کہ تو نے جس کا نام اپنے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ یقیناً مخلوق میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب ہوگا۔ یہ سن کر ارشاد الٰہی ہوا آدم تم نے سچ کہا سب سے زیادہ وہی مجھ کو محبوب ہے اور چونکہ تم نے اس کے توسط سے طلب مغفرت کی ہے لہذا میں نے تم کو معاف کر دیا۔ لولا محمد ما خلقتک۔ اگر محمدؐ نہ ہوتا تو تم کو خلق نہ کرتا۔ حاکم (نیشاپوری) کہتے ہیں کہ صحیح السند حدیث ہے۔

بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں اس کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صرف عبد الرحمٰن سے مروی ہے۔ طبرانی نے اس حدث کو نقل کیا ہے لیکن اس میں اور وہ تمہاری ذریت سے آخری نبی ہوگا، کا اضافہ ہے۔

حاکم نے اس حدیث کے ساتھ علی بن جمشاد عدل کی بھی روایت نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ہم سے ہارون بن عباس ہاشمی نے بیان کیا، انھوں نے جندل بن والق سے، انھوں نے عمرو بن اوس انصاری سے، انھوں نے سعید بن ابی عروبہ سے، انھوں نے قتادہ سے، انھوں نے سعید بن مسیب سے اور انھوں سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خدا نے عیسیٰ پر وحی نازل کی تم محمدؐ پر ایمان لاؤ اور اپنی امت میں جسکو دیکھو اس کو محمدؐ پر لانے کا حکم دو کیونکہ اگر محمدؐ نہ ہوتا تو میں آدم کو خلق نہ کرتا، اگر محمدؐ نہ ہوتا تو میں جنت وجہنم کو خلق نہ کرتا، میں نے عرش کو پانی پر خلق کیا تو اس میں ٹھہراؤ پیدا نہ ہوا۔ لہذا میں نے اس پر لا الہ الا اللہ لکھا تو پھر اس میں ٹھہراؤ پیدا ہوا۔ حاکم کا کہنا ہے کہ یہ صحیح السند حدیث ہے لیکن انھوں نے (شیخین) نے نقل نہیں کیا ہے۔

لگتا ہے کہ ابن تیمیہ کو یہ حدیث مذکورہ اسناد کے ساتھ نظر نہیں آئی اور ان کو خبر نہیں ہوئی کہ اس کو حاکم صحیح قرار دے چکے ہیں۔ اسی لئے انھوں (ابن تیمیہ) نے کہا کہ توسل کے سلسلے میں جو واقعہ آدم پیش کیا جاتا ہے اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ کسی نے ایسی

سند سے آنحضرتؐ سے اس کو نقل کیا ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے اور اس کو جھٹلانے کے بعد ایسی طویل بحث شروع کردی جس کا کوئی حاصل نہیں۔ اگر ابن تیمیہ کو معلوم ہوتا کہ حاکم نے اس کو صحیح قرار دے دیا ہے تو وہ ایسا نہیں کہتے" (۱)

د: سیوطی "خصائص کبریٰ" میں لکھتے ہیں:

"حاکم، بیہقی، طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: **لما اقترف آدم الخطيئة قال يا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی. قال و كيف عرفت محمداً قال لانک لما خلقتنی بيدک و نفخت فیّ من روحک رفعت راسی فرأيت على قوائم العرش مكتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق اليک قال صدقت ولولا محمد ما خلقتک** " (۲) جب آدم سے ترک اولیٰ ہوا تو انھوں نے کہا: اے پروردگار تجھ کو محمد کا واسطہ مجھ کو معاف کر دے۔ آواز الٰہی آئی تم نے کس طرح محمدؐ کو پہچانا۔ جواب دیا جب تو نے اپنے دستِ قدرت سے مجھ کو خلق کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو اب جو سر اٹھایا تو ستونِ عرش پر لکھا دیکھا: **لا اله الا الله محمد رسول الله** اس وقت سمجھ گیا جس کا نام اپنے نام کے ساتھ ذکر کیا وہ یقیناً سب سے زیادہ تجھ کو محبوب ہوگا۔ آواز الٰہی آئی تم نے سچ کہا اور اگر محمدؐ نہ ہوتا تو تم کو خلق نہ کرتا۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جناب آدم نے عرش پر اسم خدا اور اسم رسولؐ خدا کی مقارنت سے استدلال کیا تھا اور اس کو آنحضرتؐ کی افضلیت و اکرمیت و اَحبیّت پر دلیل کے طور پر پیش کیا تھا۔ تو پھر حضرت علیؑ کی افضلیت و اکرمیت و اَحبیّت میں کیوں شک کیا جاتا ہے جب کہ سب سے پہلے آپ کا بھی نور خلق ہوا تھا اور وہ بھی یمین عرش پر خدا کے حضور میں تھا؟ نیز متعدد حدیثوں کے مطابق عرش اور دیگر

۱۔ شفاء الاسقام، ص ۳۵۸، باب ۸، فی التوسل۔
۲۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۔

مقامات پر آنحضرتؐ کے نام کے بعد حضرت علیؑ کا بھی نام لکھا ہوا تھا۔ لہذا اس سے آنحضرتؐ کے بعد سارے انبیاء یا دیگر مخلوقات پر آپ کی بھی افضلیت و اکرمیت و اَحبیّت ثابت ہوتی ہے۔

۱۰۔ اسم خدا اور رسولؐ خدا سے اسم علیؑ کی مقارنت

خدا اور اس کے رسول کے ساتھ علیؑ کے نام کا ہونا آپ کی عظمت پر بہترین دلیل ہے۔ اس سلسلے میں بہت ساری حدیثیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ عرش اور دیگر مقامات پر آپ کا نام نبیؐ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ علیؑ کا نام عرش پر

اہلسنت کی مستند کتابوں میں ایسی بہت ساری حدیثیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ عرش پر کلمۂ توحید اور پیغمبرؐ اسلام کے نام کے بعد علیؑ کا نام لکھا ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک کسی اور کی قدر و منزلت نہیں ہے ورنہ اس کے نام کو اپنے اور اپنے نبیؐ کے نام کے ساتھ ذکر کرتا۔ ملاحظہ فرمائیں:

الف: قاضی عیاض "کتاب الشفا" میں لکھتے ہیں:

"**روى ابن قانع القاضی عن ابی الحمراء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما اسرى بی الى السماء اذا على العرش مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله ايدته بعلی** " (۱) قاضی ابن قانع نے ابوالحمراء سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: شب معراج جب میں آسمان پر گیا تو عرش پر لکھا دیکھا: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کا رسول ہے میں نے اس کی تائید علی کے ذریعے کی۔

ب: ابن مغازلی اپنی "مناقب" میں لکھتے ہیں:

"**عن ابی الحمراء قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لما اسرى بی الى السماء رأيت على ساق العرش الايمن انا وحدی**

۱۔ کتاب الشفا، ج ۱، ص ۱۳۸۔

لا الہ غیری غرست جنۃ عدن بیدی محمد صفوتی ایدتہ بعلی "(۱) ابوالحمراء کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ جب شب معراج آسمان پر پہنچا تو میں نے ساق عرش پر یہ عبارت کندہ دیکھی: میں واحد ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ جنت عدن کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا، محمد میرا برگزیدہ ہے ،اس کی تائید علی کے ذریعے سے کی۔

ج: خوارزمی اپنی "مناقب" میں لکھتے ہیں:

"عن سعید بن جبیر عن ابی الحمراء صاحب رسول اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت لیلۃ اسری بی مثبتا علی ساق العرش انا غرست جنۃ عدن بیدی ،محمد صفوتی من خلقی ایدتہ بعلی "(۲) سعید بن جبیر نے خادم رسولؐ ابوالحمراء سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ شب معراج میں نے ساق عرش پر یہ کندہ دیکھا: اپنے ہاتھوں سے میں نے جنت عدن بنائی، مخلوقات میں محمد میرا برگزیدہ ہے، اس کی تائید علی کے ذریعے کی۔

د: محب طبری "ریاض النضرۃ" میں لکھتے ہیں:

"عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی الی السماء نظرت الی ساق العرش الایمن فرأیت کتابا عن یمینہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی و نصرتہ بہ خرجہ الملا فی سیرتہ " ابو الحمراء سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: شب معراج جب آسمان پر گیا اور ساقِ عرش کے داہنی طرف نگاہ کی تو اس کے داہنی طرف لکھا دیکھا: محمد، رسولؐ خدا ہے اس کی تائید اور اس کی نصرت و مدد علی کے ذریعے کی۔ اس کی ملا نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے۔

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص۹۰، حدیث ۶۱۔
۲۔ مناقب خوارزمی، ص۳۲۰، حدیث ۳۲۶۔

عن ابن عباس قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا بطائر فی فیہ لوزۃ خضراء فالقاھا فی حجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخذھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقبلھا ثم کسرھا فاذا فی جوفھا ورقۃ خضراء مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نصرتہ بعلی خرجہ ابو الخیر القزوینی الحاکمی "(۱) ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم لوگ خدمتِ پیغمبرؐ میں تھے کہ اسی وقت ایک پرندہ آیا جس کی منقار میں سبز بادام تھا اس کو اس نے نبیؐ کی آغوش میں گرا دیا۔ آنحضرتؐ نے اسکو چوما اور پھر توڑا تو اس میں سبز کاغذ نکلا جس پر لکھا تھا: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کا رسول ہے جس کی نصرت علیؑ کے ذریعے کی۔ اس کی ابوالخیر قزوینی حاکمی نے روایت کی ہے۔

ھ: زرندی "نظم درر السمطین" میں لکھتے ہیں:

"یروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمّا اسری بی رأیت فی ساق العرش مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صفوتی عن خلقی ایدتہ بعلی و نصرتہ بہ .و فی روایۃ رأیت علی ساق العرش الایمن مکتوبا انی اللہ وحدی لا الہ غیری غرست جنۃ عدن بیدی ، محمد صفوتی ایدتہ لعلی "(۲) نبیؐ سے مروی ہے کہ جب شب معراج میں عرش پر گیا تو ساق عرش پر لکھا دیکھا: سوائے اللہ کے کوئی خدا نہیں، محمد اللہ کا رسول ہے جو مخلوق میں میرا برگزیدہ ہے جس کی تائید اور نصرت و مدد علی کے ذریعے کی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ساق عرش کے داہنی طرف میں نے لکھا دیکھا: میں خدائے واحد ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں، جنت عدن اپنے ہاتھوں سے بنائی، محمد میرا برگزیدہ ہے جس کی تائید علی سے کی۔

۱۔ ریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۳۱۔
۲۔ نظم درر السمطین، ص۱۲۰۔

و: شہاب الدین احمد "توضیح الدلائل" میں لکھتے ہیں:

"وہب بن منبہ رضی اللہ تعالی سے مروی ہے کہ بعض کتابوں میں ہے کہ ساق عرش پر لکھا ہوا ہے: لا اله الا الله محمد رسول الله ايدته بعلي و نصرته به . اس کی حافظ ابوبکر خطیب نے روایت کی ہے۔اور ابوالخمیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: شب معراج جب آسمان پر گیا اور ساق عرش کی طرف نگاہ کی تو اس پر لکھا دیکھا: محمد رسول الله ايدته بعلي و نصرته به. اس کی محب طبری نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی ملا نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے۔اور زرندی نے اس کی اس طرح روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: شب معراج جب آسمان پر گیا تو ساق عرش پر لکھا دیکھا: لا اله الا اللـه محمد رسول الله صفوتي من خلقي ايدته بعلي و نصرته به. اور ایک روایت میں ہے کہ میں (نبیؐ) نے ساق عرش پر لکھا دیکھا: انا الله وحدي، لا اله غيري ،غرست جنة عدن بيدي محمد صفوتي ايدته بعلي۔اور خادم رسول ابوالحمراء کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شب معراج جب آسمان کی طرف گیا اور جنت میں داخل ہوا تو یمین عرش پر لکھا دیکھا: لا اله الاالله محمد رسول الله ايدته بعلي و نصرته به۔اس کی حافظ ابوبکر خطیب نے روایت کی ہے"(۱)

ز: کازرونی "منتقی" میں لکھتے ہیں:

"ابن قانع نے ابوالحمراء سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: شب معراج جب آسمان پر گیا تو عرش پر لکھا دیکھا: لا اله الاالله محمد رسول الله ايدته بعلي "

ح: سیوطی "درمنثور" میں لکھتے ہیں:

"ابن عدی اور ابن عساکر نے انس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

۱۔فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص ۲۶۷، حدیث ۲۶۹۔

شب معراج میں نے ساق عرش پر لکھا دیکھا: لا اله الا اللـه محمد رسول الله ايدته بعلي "(۱) انھوں نے اسی کی "خصائص کبریٰ" میں بھی روایت کی ہے۔(۲)

ط: احمد باکثیر نے "وسیلۃ المآل" میں لکھا:

"ابوالحسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جب شب معراج آسمان پر گیا تو ساق عرش پر لکھا دیکھا: محمد رسول الله ايدته بعلي و نصرته به. اس کی ملا نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے"۔

ی: بدخشانی "مفتاح النجا" میں لکھتے ہیں:

"ابن عساکر نے ابوالحمراء سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: شب معراج میں نے ساق عرش پر کندہ دیکھا: انی انا اللـه لا اله غيري خلقت جنة عدن بيدي محمد صفوتي من خلقي ايّدته بعلي ۔اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا شب معراج جب آسمان پر جا کر میں جنت میں داخل ہوا تو ساق عرش پر لکھا دیکھا: لا اله الا الله محمد رسول الله ايدته بعلي و نصرته "۔

یا: شاہ ولی اللہ دہلوی "ازالۃ الخفاء" میں لکھتے ہیں:

"انس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جب معراج پر گیا تو ساق عرش پر لکھا میں نے دیکھا: لا اله الا الله محمد رسول الله ايدته بعلي "(۳)

۲۔چار جگہوں پر نامِ نبیؐ و علیؑ کی مقارنت

کلمۂ توحید کے بعد پیغمبرؐ اسلام کے نام کے ساتھ چار جگہوں پر حضرت علیؑ کا نام لکھا ہوا ہے۔جیسا کہ سید علی ہمدانی "مودۃ القربیٰ" میں لکھتے ہیں:

"عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اني رأيت اسمک مقرونا باسمي في اربعة مواطن فانست با النظر

۱۔درمنثور، ج۵، ص۲۱۹۔ ۲۔الخصائص الکبریٰ، ج۱، ص۷۔

۳۔ازالۃ الخفاء، ج۲، ص۱۰۵، فصل ۶۔

الیہ: لمّا بلغت بیت المقدس فی معراجی الی السماء وجدت علی صخرۃ بھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایدتہ بوزیرہ و نصرتہ بوزیرہ. فقلت لجبرئیل و من وزیری؟ قال علی بن ابی طالب . فلما انتھیت الی سدرۃ المنتھی و جدت علیھا انی انا اللّٰہ لااله الا انا وحدی و محمد صفوتی من خلقی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ فقلت لجبرئیل من وزیری ؟ قال علی بن ابی طالب .فلما جاوزت من سدرۃ المنتھی و انتھیت الی عرش رب العالمین فوجدت مکتوبا علی قوائمہ ،انی انا اللّٰہ لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہ بوزیرہ فلما ھبطت الی الجنۃ وجدت مکتوباً علی باب الجنۃ لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہ بوزیرہ و نصرتہ بوزیرہ." (۱) علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا نے (حضرت علیؑ سے) فرمایا: میں نے چار جگہوں پر تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ دیکھا: ۱۔ جب معراج پر جاتے وقت جب میں بیت المقدس میں پہنچا تو ایک پتھر پر لکھا دیکھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میں نے اس کے وزیر کے ذریعے اس کی تائید اور اس کے وزیر کے ذریعے اس کی نصرت کی۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا میرا وزیر کون ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا علی بن ابی طالب ۔۲۔ جب میں سدرۃ المنتہی پہنچا تو وہاں لکھا دیکھا: میں اللہ ہوں کوئی دوسرا خدا نہیں سوائے میرے۔ محمد میری مخلوقات میں میرا برگزیدہ ہے اس کی تائید بھی اس کے وزیر سے کی اور اس کی نصرت بھی اس کے وزیر سے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا میرا وزیر کون ہے ؟ جواب دیا علی بن ابی طالب ۔۳۔ جب میں سدرۃ المنتہی سے عرش پر پہنچا تو اس کے ستونوں پر لکھا دیکھا: میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے مخلوق میں محمد میرا حبیب

۱۔ مودۃ القربیٰ مودۃ ۸، از ینابیع المودۃ، ص ۳۰۵۔

ہے۔ اس کی تائید اور اس کی نصرت اس کے وزیر علی سے کی ۔۴۔ جب جنت پہنچا تو اس کے دروازے پر لکھا دیکھا: سوائے میرے کوئی خدا نہیں محمد مخلوق میں میرا حبیب ہے اس کی تائید اور اس کی نصرت و مدد اس کے وزیر علی سے کی۔

۳۔ علیؑ کا نام در جنت پر

روایتوں میں ہے کہ آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے جنت پر لکھا ہے: ''محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ'' اس سلسلے کی روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

الف ابن مغازلی اپنی ''مناقب'' میں لکھتے ہیں:

"...... عن عطیہ بن سعید عن جابر بن عبد اللّٰہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: مکتوب علی باب الجنۃ قبل ان یخلق اللّٰہ السموات والارض بالفی عام محمد رسول اللّٰہ و علی اخوہ"(۱)

عطیہ بن سعید نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ جابر کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا: آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے در جنت پر لکھا ہوا ہے محمد، اللہ کا رسول اور علی اس کا بھائی ہے۔

ب: خوارزمی اپنی 'مناقب' میں لکھتے ہیں:

" ......عن عطیۃ عن جابر بن عبد اللّٰہ الانصاری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مکتوب علی باب الجنۃ محمد رسول اللّٰہ علی بن ابی طالب اخو رسول اللّٰہ قبل ان یخلق السموات والارض بالفی عام ." (۲) عطیہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ خدا نے فرمایا: در جنت پر آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے لکھا ہوا ہے محمد رسولؐ خدا ہے اور علی بن ابی طالب رسولؐ خدا کا بھائی ہے۔

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۱۴۷، حدیث ۱۳۴۔

۲۔ مناقب خوارزمی، ص ۱۴۳، حدیث ۱۶۸۔

ج: شہاب الدین دولت آبادی ''ہدایۃ السعداء'' میں لکھتے ہیں:

''وفی الدرر عند قوله تعالیٰ ابتغاء مرضات الله قال صلی الله علیه وسلم: رأیت علی باب الجنة لا اله الا الله محمد رسول الله علی اخو رسول الله قبل ان یخلق الله تعالیٰ بالفی عام'' درر میں آیۂ ابتغاء مرضات اللہ کے ذیل میں پیغمبر اسلام سے مروی ہے کہ مخلوقات کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے میں نے در جنت پر لکھا دیکھا: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ محمد رسول خدا ہے اور علی رسولؐ خدا کا بھائی ہے۔

د: شہاب الدین احمد ''توضیح الدلائل'' میں لکھتے ہیں:

''جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: آسمان وزمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے در جنت پر لکھا ہے: محمد رسول الله علی بن ابی طالب اخو رسول الله (ص) اس کی صالحانی نے اپنے اسناد سے حافظ ابوبکر بن مردویہ سے اور انھوں نے اپنے اسناد سے پیغمبرؐ اسلام سے روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابو بکر خطیب نے بھی جابر سے روایت کی ہے کہ آسمانوں کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے در جنت پر لکھا ہے: محمد رسول الله، علی اخو رسول الله''(۱)

ھ: صفوری ''نزھۃ المجالس'' میں لکھتے ہیں:

''آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آسمانوں کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے در جنت پر لکھا ہے: محمد رسول الله علی اخو رسول الله''(۲)

و: عبدالوہاب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آسمان وزمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے در جنت پر لکھا ہے: محمد رسول الله علی

۱۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص ۲۶۶، باب ۱۴، حدیث ۷۶۳۔۷۶۴۔

۲۔ نزھۃ المجالس، ج ۲، ص ۱۵۷، باب مناقب امیر المومنینؑ۔

اخوہ۔ اس کی ابن مغازلی نے روایت کی ہے''۔

ز: محمد صدر عالم ''معارج العلی'' میں لکھتے ہیں:

''طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابن عساکر اور خطیب نے المتفق والمفترق میں جابر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ آسمان وزمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے در جنت پر لکھا ہے: لا اله الا الله محمد رسول الله علی اخو رسول الله''۔

ح: بدخشانی ''مفتاح النجا'' میں لکھتے ہیں:

''طبرانی نے معجم اوسط میں اور خطیب نے المتفق والمفترق میں جابر سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ آسمان وزمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے در جنت پر لکھا ہے: لا اله الا الله محمد رسول الله علی اخو رسول الله۔ اور احمد کی مروی ایک حدیث میں رسولؐ خدا نے فرمایا کہ در جنت پر لکھا ہوا ہے: لا اله الا الله محمد رسول الله علی اخوہ''۔

ط: محمد بن اسماعیل ''روضۂ ندیہ شرح تحفۂ علویہ'' میں لکھتے ہیں:

''احمد نے جابر سے روایت کی ہے کہ در جنت پر لکھا ہے: لا اله الا الله محمد رسول الله علی اخو رسول الله۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان وزمین کے خلق ہونے سے دو ہزار سال پہلے سے در جنت پر لکھا ہے: محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ۔ یہ بات محب طبری نے لکھی ہے۔

۴۔ علی ولی اللہ در جنت پر

ابن مسعود نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ در جنت پر ''لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله'' لکھا ہوا ہے، اس کے بعد حکمت آمیز باتیں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ اس حدیث کو زرندی نے ''نظم درر السمطین'' میں حموینی سے اور سید شہاب الدین احمد نے زرندی سے نقل کی ہے۔ پوری روایت ملاحظہ فرمائیں:

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: شب معراج جب آسمان پر گیا تو میرے سامنے جنت و جہنم کے نظارے پیش کیے گئے۔ میں نے جنت اور اس کی نعمتوں، جہنم اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کیا۔ جب میں وہاں سے پلٹا تو جبرئیل نے مجھ سے پوچھا: یارسول اللہ در جنت اور در جہنم پر کیا لکھا تھا؟ جواب دیا میں نے نہیں دیکھا تو جبرئیل نے کہا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر چار باتیں ایسی لکھی ہوئی ہیں جنہیں اگر کوئی جان جائے اور اس پر عمل کرے تو ان میں کی ہر بات دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگی۔ اسی طرح جہنم کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ پر تین باتیں ایسی لکھی ہوئی ہیں جنہیں اگر کوئی جان جائے اور ان کی معرفت ہو جائے تو ان میں کی ہر بات دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگی۔ میں نے کہا جبرئیل میرے ساتھ واپس چلو تاکہ ان باتوں کو پڑھوں۔ پس جبرئیل میرے ہمراہ واپس آئے اب جو دیکھا تو اس طرح لکھا تھا: پہلے در پر لکھا تھا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ** ۔ ہر چیز کا ایک ذریعہ ہے اور زندگی گزارنے کا ذریعہ چار چیزیں ہیں: قناعت، کینہ سے پرہیز، ترک حسد اور اچھوں کی ہم نشینی۔

دوسرے در پر لکھا تھا: **لا الہ الـلّٰہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ** ۔ ہر چیز کا ایک ذریعہ ہے اور آخرت کی خوشی کے چار ذریعے ہیں۔ یتیموں کے سروں پر دست شفقت پھیرنا، ناتوانوں پر مہربانی کرنا، مسلمانوں کے رفع حوائج کی سعی کرنا اور فقراء و مساکین کی خبر گیری کرنا۔

تیسرے دروازے پر لکھا تھا: **لا الہ الا الـلّٰہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ** ہر چیز کا ایک ذریعہ ہے اور دنیاوی صحت کا ذریعہ چار چیزیں ہیں کم کھانا، کم بولنا، کم سونا اور کم چلنا۔

چوتھے در پر لکھا تھا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ** ۔ جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو اپنے پڑوسی کا احترام کرنا چاہیے۔ جو اللہ اور روز

آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو والدین کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے۔ جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو کم بولنا یا خاموش رہنا چاہیے۔

پانچویں در پر لکھا تھا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ** ۔ جو شخص چاہتا ہے کہ ذلیل نہ ہو تو وہ دوسروں کو ذلیل نہ کرے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کو کوئی برا نہ کہے تو وہ دوسروں کو برا نہ کہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس پر ظلم نہ ہو تو وہ دوسروں پر ظلم نہ کرے اور جو عروۃ الوثقیٰ سے وابستہ ہونا چاہتا ہے وہ اس کلمہ سے وابستہ ہو۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔

چھٹے در پر لکھا تھا: **لا الہ الا الـلّٰہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ**۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی قبر کشادہ ہو تو اس کو مسجد کو پاک صاف رکھنا چاہیے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ قبر میں اس کے بدن کو کیڑے مکوڑے نہ کھائیں تو اس کو مسجد میں جھاڑو دینا چاہیے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا جسم قبر میں تر و تازہ رہے اس کو مسجد کے لئے فرش خریدنا چاہیے۔

ساتویں در پر لکھا تھا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ** ۔ سفیدیٔ قلب چار چیزوں میں ہے۔ مریض کی عیادت میں، تشییع جنازہ میں شرکت کرنے میں، مردوں کے لئے کفن خریدنے میں اور ادائے قرض میں۔

آٹھویں در پر لکھا تھا: **لا الہ الا الـلّٰہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ**۔ جو ان آٹھوں دروازوں میں داخل ہونا چاہتا ہے اس میں چار خصلتوں کا ہونا ضروری ہے ۔ صدقہ دینا، سخاوت، حُسن خلق اور بندۂ خدا کو اذیت دینے سے اپنے کو روکنا۔

اس کے بعد پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: پھر ہم جہنم کی طرف آئے تو اس کے دروں پر یہ لکھا دیکھا: پہلے در پر لکھا تھا: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے، بخیلوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ دوسرے در پر لکھا تھا: جس نے اللہ سے لو لگائی وہ سعادتمند ہوا۔ جس پر خوف الٰہی طاری ہوا اس نے امان پائی اور جس نے خدا کے علاوہ دوسروں سے لو لگائی

یا دوسروں سے خوف کھایا وہ ہلاک ہوا۔

تیسرے در پر لکھا تھا: جو قیامت میں عریاں نہیں رہنا چاہتا وہ برہنوں کو لباس پہنائے، جو قیامت میں بھوکا رہنا نہیں چاہتا وہ بھوکوں کو کھانا کھلائے اور جو قیامت میں پیاسا رہنا نہیں چاہتا وہ دنیا میں پیاسوں کو پانی پلائے۔

چوتھے در پر لکھا تھا: جو اسلام کی اہانت کرے گا خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ جو اہلبیتِ نبیؐ کی توہین کرے گا خدا اس کو ذلیل کرے گا اور جو ظلم کرنے میں ظالموں کی مدد کرے گا خدا اس کو ذلیل کرے گا۔

پانچویں در پر لکھا تھا: خواہشات کی پیروی مت کرو کیونکہ خواہشات ایمان کو دور کر دیتی ہے۔ بلاوجہ زیادہ مت بولو کیونکہ اس سے انسان خدا کی نظر سے گر جاتا ہے۔ ظالموں کی مددمت کرو کیونکہ جنت ظالموں کے لئے خلق نہیں ہوئی ہے۔

چھٹے در پر لکھا تھا: جدوجہد کرنے والوں پر میں حرام ہوں۔ صدقہ دینے والوں پر میں حرام ہوں، روزہ داروں پر میں حرام ہوں۔

ساتویں در پر لکھا تھا: قبل اس کے کہ محاسبہ کیا جائے تم خود اپنا محاسبہ کرو۔ قبل اس کے کہ توبیخ کی جائے تم خود اپنی توبیخ کرو۔ تم خدا کو پکارو قبل اس کے کہ وہ تم کو رد کردے" (۱)

۵۔ در جنت پر علیؑ ولی اللہ سنہرے حروف میں

آنحضرتؐ کی ایک دوسری حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے در جنت پر سنہرے حروف میں لکھا دیکھا: **لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله**۔ جیسا کہ سید شہاب الدین احمد نے "توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل" میں امیرالمومنین کے اسماء کو بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ان اسماء میں ایک ولی اللہ ہے۔ اس کی تائید میں یہ روایت پیش کی ہے:

"موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر بن محمد نے اپنے آباء واجداد کے توسط سے

۱۔ نظم درر السمطین، ص۱۲۲، فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: **لما اسری بی الی السماء رأیت علی باب الجنة مکتوبا با الذهب لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله. رواه الحافظ ابو موسیٰ باسناده** " (۱) شب معراج جب میں آسمان پر گیا تو در جنت پر سنہرے حروف میں لکھا دیکھا: **لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله**۔ اس کی ابوموسیٰ نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے۔

۶۔ علی حبیب اللہ، در جنت پر

آنحضرتؐ ہی نے فرمایا کہ در جنت پر لکھا دیکھا: **لا اله الا الله محمد رسول الله علیٰ حبیب الله**۔ اور اس کے حسب ذیل علماء نے روایت کی ہے:

الف: خوارزمی اپنی "مناقب" میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔۔ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:" **لما عرج بی الی السماء رأیت علی باب الجنة مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله علی حبیب الله الحسن والحسین صفوة الله فاطمة امة الله علی مبغضیهم لعنة الله** " (۲) جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو در جنت پر لکھا دیکھا: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے محمد اللہ کا رسول ہے، علی حبیب خدا ہے، حسن و حسین برگزیدۂ خدا ہیں، فاطمہ کنیز خدا ہے، ان کے دشمنوں پر لعنت خدا ہے۔

ب: سید شہاب الدین احمد نے "توضیح الدلائل" میں اسماء امیرالمومنین بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ان ہی میں "حبیب اللہ" ہے۔ اس کی تائید میں یہ روایت پیش کی:

"ابن عباس سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: شب معراج جب میں آسمان پر پہنچا تو

۱۔ فضائل الثقلین، ص۱۵۱، حدیث ۴۲۸۔

۲۔ مناقب خوارزمی، ص۳۰۲، حدیث ۲۹۷۔

در جنت پر لکھا دیکھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی حبیب اللّٰہ۔
اس کی صالحانی نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے۔(۱)

ج: بدخشانی ''مفتاح النجا'' میں لکھتے ہیں:

''خطیب اور حافظ ابو محمد عز الدین عبد الرزاق بن رزق اللہ رسعنی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: شب معراج جب میں آسمان پر گیا تو در جنت پر لکھا دیکھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی حبیب اللّٰہ الحسن و الحسین صفوۃ اللّٰہ فاطمۃ امۃ اللّٰہ علی باغضھم لعنۃ اللّٰہ''۔

۷۔علی مقیم الحجۃ، عرش پر

حدیث میں ہے کہ عرش پر: ''لا الہ الا اللّٰہ محمد نبی الرحمۃ علی مقیم الحجۃ'' لکھا ہوا ہے جس کی درج ذیل علماء نے روایت کی ہے۔

الف۔ خوارزمی اپنی ''مناقب'' میں لکھتے ہیں:

''...... عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لما ان خلق اللّٰہ آدم و نفخ فیہ روحہ عطس آدم فقال الحمد للّٰہ فاوحی اللّٰہ تعالیٰ حمدنی عبدی و عزّتی و جلالی لولا عبدان ارید ان اخلقھمافی دار الدنیا ما خلقتک. قال الھی فیکونا ن منّی قال نعم یا آدم ارفع راسک وانظر فرفع راسہ فاذا مکتوب علی العرش لا الہ الا اللّٰہ ،محمد نبی الرحمۃ ، علی مقیم الحجۃ ،من عرف حق علیّ زکی و طاب و من انکر حقہ لعن و خاب اقسمت بعزتی ان ادخل الجنۃ من اطاعہ و ان عصانی و اقسمت بعزتی ان ادخل النار من عصاہ و ان اطاعنی ''(۲) عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

۱۔فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل۔

۲۔مناقب خوارزمی، ص ۳۱۸، حدیث ۳۲۰۔

جب خدا نے آدم کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی جس پر انھوں نے الحمد للہ کہا۔ اس وقت خداوند عالم نے وحی نازل کی کہ میرے بندے نے میری حمد کی ہے۔ میری عزت وجلال کی قسم اگر وہ دو بندے نہ ہوتے جنھیں میں اس دنیا میں خلق کرنے والا ہوں تو تمھیں خلق نہ کرتا۔ آدم نے پوچھا بار الٰہا وہ دونوں مجھ سے ہوں گے؟ جواب ملا ہاں۔ وہ تمہارے ہی نسل سے ہوں گے۔ اے آدم ذرا تم اپنا سر تو اٹھاؤ۔ اب جو آدم نے سر اٹھایا تو عرش پر یہ عبارت دیکھی: لا الہ الا اللّٰہ محمد نبی الرحمۃ ،علی مقیم الحجۃ . جس نے حق علی کو پہنچانا وہ پاک و پاکیزہ ہوا اور جس نے اس کے حق سے انکار کیا وہ مستحق لعنت اور گنہگار رہا۔ میری عزت کی قسم جس شخص نے اس کی اطاعت کی اس نے اگر میری معصیت بھی کی اس کے باوجود میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور میری عزت کی قسم جس شخص نے اس کی نافرمانی کی اس نے اگر میری اطاعت بھی کی اس کے باوجود میں اس کو جہنم میں ڈالوں گا۔

ب: شہاب الدین احمد ''توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل'' میں اسماء امیر المومنین بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان ہی میں ''مقیم الحجۃ'' ہے۔ تائید میں یہ روایت پیش کی ہے:

''عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: جب اللہ نے آدم کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی جس پر انھوں نے کہا: الحمد للہ۔ اس وقت وحی آئی میرے بندے نے میری حمد کی ہے، میری عزت کی قسم اگر وہ دو بندے نہ ہوتے جن کو میں اس دنیا میں خلق کرنے والا ہوں تو تمھیں خلق نہ کرتا۔ آدم نے پوچھا: معبود وہ دونوں مجھ سے ہوں گے؟ آواز آئی ہاں وہ تمہارے ہی نسل سے ہوں گے۔ اے آدم تم اپنا سر تو اٹھاؤ۔ اب جو آدم نے سر اٹھایا تو عرش پر لکھا دیکھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد نبی الرحمۃ، علی مقیم الحجۃ'' جس نے علی کے حق کو پہچانا وہ پاکیزہ ہوا اور جس نے اس کے حق سے انکار کیا وہ مستحق لعنت اور گنہگار رہا۔ میری عزت کی قسم جس نے اس کی اطاعت کی اس نے اگر میری معصیت بھی کی، تب بھی اس کو

جنت میں داخل کروں گا اور میری عزت کی قسم جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے اگر میری اطاعت بھی کی، تب بھی اس کو جہنم میں ڈالوں گا۔ اس کی محیی السنۃ صالحانی نے خوارزمی کی کتاب الاربعین فی مناقب امیر المومنین سے روایت کی ہے"(۱)

ج: قندوزی "ینابیع المودة" میں لکھتے ہیں:

"خوارزمی نے اپنے اسناد سے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جب اللہ نے آدم کو خلق کرنے کے بعد ان میں اپنی روح پھونکی اور ان کو چھینک آئی تو انھوں نے کہا الحمدللہ۔ جس کو سن کر آواز الٰہی آئی میرے بندے نے میری حمد کی ہے میری عزت کی قسم اگر ان دو بندوں کو اس دنیا میں خلق نہ کرتا تو تمھیں خلق نہ کرتا۔ آدم نے پوچھا کیا وہ دونوں مجھ سے ہوں گے؟ آواز آئی ہاں، ذرا سر تو اٹھاؤ۔ اب جو آدم نے سر اٹھایا تو عرش پر انھوں نے لکھا دیکھا: "**لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ هو نبی الرحمة، و علی مقیم الحجة**"(۲)

۸۔ علی مقیم الحجۃ کفِ صرصائیل پر

روایت میں ہے کہ دنیا کی خلقت سے بارہ ہزار سال پہلے صرصائیل کی دونوں ہتھیلیوں پر لکھا تھا: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی مقیم الحجۃ" جیسا کہ خوارزمی اپنی "مناقب" میں لکھتے ہیں:

"مجھ سے ابوالعلاء حافظ ہمدانی اور الامام الاجل نور الھدیٰ ابوطالب حسین بن محمد بن علی زینبی نے بتایا اور انھوں نے امام محمد بن احمد بن علی بن علی بن حسن بن شاذان سے، انھوں نے معافی ابن زکریا سے، انھوں نے حسن بن علی عاصمی سے، انھوں نے صہیب سے، انھوں نے (چھٹے امام) جعفر بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد (امام محمد باقرؑ) سے، انھوں نے (اپنے والد) علی بن الحسین سے اور انھوں نے اپنے والد (امام حسینؑ) علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا بیت ام سلمٰی میں تھے ایک ملک نازل ہوا جس کے بیس سر تھے اور ہر سر میں ایک ہزار زبانیں تھیں اور ہر زبان ایک

۱۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص ۱۵۳، حدیث ۴۲۸۔
۲۔ ینابیع المودة، ج ۱، ص ۱۱، باب ۱۔

ایسی زبان میں تسبیح و تقدیس کر رہی تھی جو دوسرے سے مشابہ نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ کا انگوٹھا ساتوں آسمان اور ساتوں زمین سے وسیع تھا۔ رسولؐ خدا سمجھے کہ وہ جبرئیل ہیں اس لئے کہا: جبرئیل تم کبھی اس صورت میں نہیں آئے۔ ملک بولا: میں جبرئیل نہیں ہوں صرصائیل ہوں۔ اللہ نے مجھے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے تا کہ ایک نور کا دوسرے نور سے ازدواج کر دیجئے۔ پیغمبرؐ اسلام نے پوچھا وہ کون ہے اور کس سے کرنا ہے؟ صرصائیل نے جواب دیا اپنی بیٹی فاطمہ کا علی بن ابی طالب سے۔ چنانچہ رسالتمآبؐ نے جبرئیل ومیکائیل وصرصائیل کی گواہی پر فاطمہ کا علی سے عقد پڑھ دیا۔ پھر آنحضرتؐ نے صرصائیل کی دونوں ہتھیلیوں پر یہ لکھا دیکھا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب مقیم الحجة**" آنحضرتؐ نے صرصائیل سے پوچھا یہ تمہاری ہتھیلیوں پر کب سے لکھا ہوا ہے؟ صرصائیل نے جواب دیا: دنیا کی خلقت سے بارہ ہزار سال پہلے سے لکھا ہوا ہے"(۱)

۹۔ علی ولی اللہ، پَر جبرئیل پر

مروی ہے کہ جبرئیل کے ایک پَر، پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اور دوسرے پَر، پر **لا الہ الا اللہ علی الوصی**۔ لکھا ہوا تھا۔ اس کی خوارزمی اور شہاب الدین احمد نے روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

الف: خوارزمی اپنی "مناقب" میں لکھتے ہیں:

"مجھ سے شہردار نے اجازۃً بیان کیا اور ان کو ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی نے تحریر کے ذریعے باخبر کیا اور انھوں نے ابوطاہر حسین بن علی بن سلمہ سے، انھوں نے ابوالفرج صامت بن صہیب بن عباد سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے (چھٹے امام) جعفر بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد (پانچویں امام) سے، انھوں نے (چوتھے امام)

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۳۴۰، حدیث ۳۶۰۔

علی بن الحسین سے، انھوں نے اپنے والد (امام حسینؑ) سے اور انھوں نے علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اتانی جبرئیل و قد نشر جناحیه فاذا مکتوب علی احد جناحیه لا اله الا اللّه، محمد رسول اللّه و مکتوب علی الآخر لا اله الا اللّه علی الوصی " (۱) میرے پاس جبرئیل آئے اور ان کے پَر کھلے ہوئے تھے ایک پَر، پر لا اله الا اللّه محمد رسول اللّه لکھا ہوا تھا تو دوسرے پَر، پر لا اله الا اللّه علی الوصی لکھا ہوا تھا۔

ب: سید شہاب الدین احمد "توضیح الدلائل" میں اسماء امیرالمومنین بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان ہی میں "وصی اللّه، و خلیفة اللّه " ہیں۔ تائید میں یہ روایت پیش کی ہے:

"امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: میرے پاس، پَر کھلے ہوئے جبرئیل آئے۔ ان کے ایک پَر، پر لا اله الا اللّه محمد رسول اللّه اور دوسرے پَر، پر لا اله الا اللّه علی وصی اللّه لکھا ہوا تھا۔ اس کی صالحانی نے بھی اپنے اسناد سے روایت کی ہے۔ (۲)

۱۰۔ ایداللہ محمد بعلی، پیشانی ملک پر

مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے ایک ایسے ملک کو دیکھا جس کا آدھا حصہ آگ کا تھا اور آدھا حصہ برف کا اور اس کی پیشانی پر لکھا تھا: " اید اللّه محمداً بعلی " اس بارے میں خوارزمی اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

"...... علی بن الحسین نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: لما عرج بی الی السماء رأیت فی السماء الرابعة او السادسة ملکاً نصفه من النار و نصفه من ثلج فی جبهته مکتوب اید اللّه محمداً بعلی. فبقیت متعجباً فقال لی الملک مِمّ تتعجب کتب اللّه فی جبهتی ما تری قبل الدنیا بالفی عام " (۳) شب معراج جب میں آسمان پر گیا تو چوتھے یا

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۱۴۷، حدیث ۱۷۲۔
۲۔ فضائل الخمسین من کتاب توضیح الدلائل۔
۳۔ مناقب خوارزمی، ص ۳۰۹، حدیث ۳۰۴۔

چھٹے آسمان پر دیکھا کہ ایک ملک ہے جس کا آدھا حصہ آگ کا ہے اور آدھا حصہ برف کا اور اس کی پیشانی پر لکھا ہے: اللہ نے محمدؐ کو علیؑ کے ذریعے تائید کی۔ یہ دیکھ کر مجھ کو تعجب ہوا اور میں وہیں ٹھہر گیا۔ ملک نے مجھ سے پوچھا آپ کو کیوں تعجب ہوا۔ اللہ نے میری پیشانی پر اس جملہ کو دنیا کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے لکھ رکھا ہے۔

۱۱۔ علی ولی اللہ، لوائے حمد پر

مروی ہے کہ آسمان کی خلقت سے پہلے لوائے حمد پر "لا اله الا اللّه، محمد رسول اللّه، علی ولی اللّه " لکھا گیا تھا جیسا کہ سید علی ہمدانی "مودة القربیٰ" میں لکھتے ہیں:

"عبدالسلام کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے لوائے حمد کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا: اس کی لمبائی ایک ہزار سال مسافت کے برابر ہے۔ اس کی نوک یاقوت سرخ کی ہے۔ اس کا قبضہ سفید لولو کا ہے۔ اس کا وسط زمرد کا ہے۔ اس کے تین گوشے ہیں۔ ایک مشرق کی طرف، دوسرا مغرب کی طرف اور تیسرا ان کے وسط میں ہے۔ ان پر تین سطریں لکھی ہیں۔ پہلی سطر بسم اللّه الرحمن الرحیم، دوسری سطر الحمد للّه رب العالمین اور تیسری سطر لا اله الا اللّه محمد رسول اللّه علی ولی اللّه ۔ اور ہر سطر کی لمبائی ایک ہزار سال مسافت کے برابر ہے۔ عبدالسلام نے کہا آپ نے صحیح فرمایا یا رسول اللہ۔ مگر یہ بتایئے اس کو اٹھائے گا کون؟ فرمایا: یحملها الذی یحمل لوائی فی الدنیا علی بن ابی طالب و من کتب اللّه اسمه قبل ان یخلق السموات والارض۔ وہی جس نے دنیا میں میرا علم اٹھایا تھا اور وہ علی بن ابی طالب ہے جس کے نام کو اللہ نے آسمان و زمین کی خلقت سے پہلے لکھا تھا۔ عبداللہ نے پوچھا اس لواء (عَلَم) کے سائے میں رہے گا کون؟ فرمایا: فطوبی لهم و حسن مآب والویل لمن کذبنی فی علی او کذب علیا فی دفعه عن مقامه الذی اقامه اللّه فیه " (۱) خدا پر ایمان لانے

۱۔ مودة القربیٰ مودة ۶ واز ینابیع المودة، ج ۱، ص ۳۰۰۔

والے اولیاء خدا، خدا کی پیروی کرنے والے میرے شیعہ اور میرے محب اور شیعیانِ علیؑ اور اس کے محب و ناصر رہیں گے۔ خوش بحال ہیں وہ لوگ اور ان کی عاقبت بخیر ہے۔ وائے ہو اس پر جو شان و منزلت علی میں میری تکذیب کرے یا جو مقام و مرتبہ اللہ نے علی کو عطا کیا ہے اس کی تکذیب کرے“۔

۱۲۔ آل محمد خیر البریۃ، لوائے نور پر

مروی ہے کہ آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے لوائے نور پر ”آل محمد خیر البریۃ“ لکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی ”منقبۃ المطہرین“ میں لکھتے ہیں:

”جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ ہم لوگ مسجد النبی میں خدمتِ پیغمبرؐ میں حاضر تھے۔ اصحاب میں سے بعض نے جنت کا تذکرہ کیا۔ اسی وقت دجانہ نے کہا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب تک میں جنت میں داخل نہ کروں اس وقت تک وہ (جنت) نبیوں اور دوسری امتوں پر حرام ہوگی۔ حضرتؐ نے فرمایا: اما علمت ان اللہ لواء من نور و عموداً من زبرجد خلقھما قبل ان یخلق السموات بالفی سنة. مکتوب علی رداء ذالک اللواء: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آل محمد خیر البریة صاحب اللواء امام القوم“ کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ نے آسمان کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے زبرجد کا علم خلق کیا جس کا پرچم، نور کا ہے اور اس پر لکھا ہے سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کا رسول ہے، آل محمد بہترین مخلوق ہیں اور اس لواء (علم) کا مالک قوم کا امام ہے۔ یہ سن کر علیؑ نے کہا: ساری حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے آپ کے ذریعے ہماری راہنمائی کی اور ہم کو معزز و مکرم بنایا۔ یہ سن کر پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ سے فرمایا: اما علمت ان من احبنا و امتحن اسکنہ اللہ معنا“ کیا تم نہیں جانتے کہ جس نے ہم لوگوں سے محبت کی اور وہ اس پر پورا اترا خدا اس کو ہمارے ساتھ قرار دے گا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر“۔

۱۳۔ محمدؐ رسول اللہ، نصرتہ بعلی سبز کاغذ پر

مروی ہے کہ ایک پرندہ نے ایک بادام حضرتؐ کے پاس گرایا جس میں ایک کاغذ تھا اور اس پر ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نصرته بعلی“ لکھا ہوا تھا۔ اس کی محب طبری کے علاوہ (جن کی چند صفحے قبل نمبر ۱ میں روایت نقل کی گئی) ابن مغازلی اور صفوری نے بھی روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

الف: ابن مغازلی اپنی ”مناقب“ میں لکھتے ہیں:

”..... سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبیؐ پر بھوک کا شدید غلبہ ہوا، آپ کعبہ کے پاس آئے اور اس کا پردہ پکڑ کر کہا: اللھم لا تجع محمداً اکثر مما اجعته“ معبود اب محمد کو اس سے زیادہ بھوکا نہ رکھ۔ اسی وقت بادام لئے جبرئیل نازل ہوئے اور بولے خدا آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس بادام کو توڑیئے۔ جب آپ نے اس کو توڑا تو اس میں ایک سبز کاغذ نکلا جس پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، ایدته بعلی و نصرته به“ (۱) سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کا رسول ہے اور اس کی علی کے ذریعے تائید اور اسی کے ذریعے اس کی نصرت و مدد کی۔

ب: صفوری ”نزھۃ المجالس“ میں لکھتے ہیں:

”ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم لوگ خدمتِ پیغمبرؐ میں تھے کہ اسی وقت ایک پرندہ آیا جس کی منقار میں سبز بادام تھا اور اس کو اس نے نبی کے پاس گرا دیا۔ اب جو آنحضرتؐ نے اٹھایا تو اس میں سبز موتی نظر آیا جس پر زرنگ سے لکھا ہوا تھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نصرته بعلی“ (۲)

ج: بلخی ”ینابیع المودۃ“ میں لکھتے ہیں:

”ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: نزل جبرئیل و معه لوزة فقال یا رسول اللہ ان اللہ یقرئک السلام و یقول

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۲۶۳، حدیث ۳۳۹۔

۲۔ نزھۃ المجالس، ج ۲، ص ۱۵۷۔

لک فکّ ھذہ اللوزۃ فلما فکنھا فاذا فیھا ورقۃ خضراء مکتوب علیھا لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی و نصرتہ بہ "(۱)

جبرئیل بادام لے کر نازل ہوئے اور انھوں نے کہا: یا رسول اللہ خدا بعد از سلام کہہ رہا ہے کہ اس بادام کو توڑیئے۔ اب جو اس کو توڑا تو اس میں سبز کاغذ پر لکھا ہوا تھا: معبود صرف خدا ہے، محمد اللہ کا رسول ہے، اس کی تائید اور اس کی نصرت علی سے کی۔

۱۴۔ تقدم نبوت، دلیل افضلیت ہے

پیغمبرؐ اسلام کا سب سے پہلے نبی ہونا آپ کے سارے انبیاء و مرسلین اور جمیع مخلوقات پر افضلیت کی دلیل ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ پہلے آپ کا نور خلق ہوا اور پھر آپ نبی ہوئے۔ تو جب نبوت میں تقدم افضلیت کی دلیل ہو سکتی ہے تو پھر آپ کے نور کا سب سے پہلے خلق ہونا بدرجہ اولیٰ افضلیت کی دلیل ہوگی اور چونکہ حضرت علیؑ کی خلقت اسی نور سے ہوئی جس سے نبی کی ہوئی تھی اس لئے آپ بھی سوائے پیغمبرؐ اسلام کے ساری مخلوق سے افضل ہوں گے۔ لہذا کسی کو آپ پر مقدم کرنا خواہ وہ نبی ہو یا صحابی کوئی معقول بات نہیں ہے۔

آنحضرتؐ کے سب سے پہلے نبی ہونے کے شواہد علماء کی کتابوں میں بہت زیادہ ہیں۔ اختصار کی خاطر چند حدیثوں اور بعض محققین کے نظریات پیش کرنے پر اکتفا کر رہا ہوں۔

الف: امام بخاری ''تاریخ صغیر'' میں لکھتے ہیں:

''ہم سے عبد اللہ بن صالح نے بیان کیا، انھوں نے معاویہ سے، انھوں نے سعید بن سوید سے، انھوں نے عبد الاعلی بن ہلال سلمی سے اور انھوں نے خادم پیغمبرؐ عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے۔ عرباض کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا: انّی عبد اللّٰہ و خاتم النبیین، و انا آدم لمنجدل فی طینہ، و ساخبر کم عن ذالک انا دعوۃ ابی ابراھیم و بشارۃ عیسیٰ بن مریم و

۱۔ ینابیع المودۃ، ص۱۶۲، باب ۳۶۔

رویا امیّ التی رئت و کذالک امھات الانبیاء یرین، و ان ام رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رئت و کذالک امھات الانبیاء یرین. وان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رئت حین و ضعتہ نوراً اضائت لہ قصور الشام ". (۱) میں بندۂ خدا اور اس وقت خاتم الانبیاء تھا جب آدم آب و گل کے درمیان تھے۔ میری ہی طرف میرے باپ ابراہیم نے دعوت دی تھی، اور میری ہی عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی تھی، اور میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جس کو انھوں نے اسی طرح دیکھا تھا جس طرح دیگر انبیاء کی ماؤں نے دیکھا تھا۔ اور وضع حمل کے وقت مادر نبیؐ (آمنہ) نے ایک نور دیکھا تھا جس سے شام کے سارے قصر روشن ہو گئے تھے''۔

ب: ترمذی اپنی ''سنن'' میں لکھتے ہیں:

''...... ابو سلمہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد. یا رسول اللہ آپ کو کب نبوت ملی تھی؟ فرمایا جب آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس کی صرف ابو ہریرہ نے روایت کی ہے۔ (۲)

ان کے علاوہ اس حدیث کی جن اور محدثین نے روایت کی ہے ان کے ناموں اور ان کے راویوں کے ناموں کے ذکر پر اکتفا کر رہے ہیں۔

ج: کازرونی نے المنتقی من سیرۃ المصطفیٰ میں اپنے اسناد سے عبد اللہ بن شفیق سے اس کی روایت کی ہے۔

د: ابو نعیم نے آدم سے پہلے آپ کے نبی ہونے پر ابو ہریرہ، میسرہ اور ابن ساریہ سے مختلف الفاظ اور متعدد طرق و اسناد سے اس کی روایت کی ہے۔ (۳)

۱۔ التاریخ الصغیر، ج۱، ص۳۹۔
۲۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۵۴۵، حدیث ۳۶۰۹۔
۳۔ دلائل النبوۃ، ص۱۶، فصل ۱۔

ھ: سیوطی نے آنحضرتؐ کے سب سے پہلے خلق ہونے، آپ کے سب سے پہلے نبی ہونے اور اس کی میثاق لینے مندرجہ ذیل طرق واسناد سے روایت کی ہے:

انھوں نے ابن ابی حاتم اور ابونعیم سے اور انھوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔

انھوں نے ابوسہل قطان سے، انھوں نے سہل بن صالح ہمدانی سے اور انھوں نے ابوجعفر بن علی سے روایت کی ہے۔

انھوں نے احمد، بخاری، حاکم، طبرانی اور ابونعیم سے اور انھوں نے میسرہ سے روایت کی ہے۔

انھوں نے احمد، حاکم، بیہقی اور ابونعیم سے اور انھوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔

انھوں نے بزار، طبرانی اور ابونعیم سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

انھوں نے ابونعیم سے اور انھوں نے عمر سے روایت کی ہے۔

انھوں نے ابن سعد سے اور انھوں نے ابن ابوالجدعا سے روایت کی ہے۔

پھر سیوطی نے ان حدیثوں کی تفسیر وتشریح میں تقی الدین سبکی کی عبارت نقل کی ہے جس میں سبکی نے "لتومنن به و لتنصرنه" کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ آپ کی رسالت کا آغاز صرف آپ کے زمانے سے نہیں ہوا بلکہ اس کا سلسلہ آدم سے جاری ہوا اور قیامت تک رہے گا "بعثت الی الناس کافة" کا ربط صرف آپ کے زمانے سے قیامت تک کے افراد سے نہیں ہے بلکہ اس کا ربط اس کے پہلے سے ہے۔(۱)

و: قسطلانی نے احمد، بیہقی اور حاکم سے اور انھوں نے عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے۔(۲)

ز: دیاربکر نے احمد، مسلم، ترمذی، حاکم، بیہقی، ابونعیم اور بخاری کی تاریخ سے روایت کی ہے۔(۳)

اسی طرح حلبی نے وفاء الوفاء سے انسان العیون (۴) میں، قندوزی نے ترمذی سے ینابیع المودۃ (۵) میں،

۱۔الخصائص الکبریٰ، ج۱، ص۵۔۳۔
۲۔المواھب اللدنیۃ، ج۱، ص۳۴۔۲۸۔
۳۔تاریخ الخمیس، ج۱، ص۲۰۔
۴۔انسان العیون، ج۱، ص۲۱۹۔
۵۔ینابیع المودۃ، ص۱۰، باب۱۔

جمال محدث نے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والاصحاب میں، ابن حجر نے المنح المکیۃ فی شرح الھمزیۃ میں، اسکندری نے لطائف المنن (۱) میں، محمد بن یوسف شامی نے سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد میں اور شیخ عبدالقادر بن شیخ عبدروس نے النور السافر فی اعیان القرن العاشر کے مقدمہ میں اس کی روایت کی ہے۔

۱۵۔اخذ میثاق، دلیل افضلیت ہے

انبیاء سے آنحضرتؐ کی نبوت کا میثاق لینا آپ کی نبوت کے تقدم کی وجہ سے تھا اور یہ آپ کی افضلیت کی دلیل ہے۔ اور اس کے پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ تقدم نبوت، تقدم خلقت کی وجہ سے تھا۔ تو جب فرع الفرع افضلیت پر دلالت کرے تو پھر اصل، بدرجۂ اولیٰ افضلیت پر دلالت کرے گی۔ اور چونکہ نور علی اور نور نبیؐ ایک تھا اور علیؑ کی خلقت آدم سے پہلے ہوئی تھی لہٰذا وہ ساری فضیلتیں آپ کو حاصل تھیں جن کا فرع فرع۔ انبیاء کا میثاق لینا ہے۔ لہٰذا آپ (بجز پیغمبرؐ اسلام) سارے انبیاء ومرسلین سے افضل ہوئے۔ تو پھر خلیفۂ رسول بھی آپ ہی ہوں گے نہ کہ کوئی دوسرا۔

اب یہ کہ آنحضرتؐ کی نبوت کا میثاق لینا سب کے پہلے آپ کے خلق ہونے کی وجہ سے تھا تو اس کی درج ذیل حدیثیں تائید کرتی ہیں:

الف: ابونعیم "دلائل النبوۃ" میں لکھتے ہیں:

"خداوند عالم نے آنحضرتؐ کے ذکر کو ان لوگوں پر مقدم کیا جو آپ کی بعثت (اس دنیا میں آنے) میں آپ پر مقدم تھے۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے: "انا وحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعده و اوحینا الی ابراهیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب ...و آتینا داؤد زبورا. نیز فرمایا: و اخذنا من النبیین میثاقهم و منک و من نوح"۔ اس بارے میں ہم سے ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم بن ایوب نے بیان کیا، انھوں نے جعفر بن عاصم سے، انھوں نے ہاشم بن عمار سے، انھوں نے بقیہ سے، انھوں نے سعید بن بشیر سے، انھوں نے قتادہ سے، انھوں نے

۱۔لطائف المنن، ص۴۸۔۴۷۔

حسن سے اور انھوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے: "**اخذنا من النبیین میثاقھم**" کے ذیل میں فرمایا: "**کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث**" میں نبیوں میں سب سے پہلے خلق ہوا اور سب کے آخر میں مبعوث ہوا"۔ اسی حدیث کی تین سندوں سے ابو ہریرہ ہی سے انھوں نے روایت کی ہے۔(۱)

ب: سبکی نے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "خصائص الکبریٰ" میں ان کی یہ عبارت نقل کی ہے جو اس کے صحیح ہونے کی علامت ہے: "**فعرفنا با الخبر الصحیح**" اس میں سبکی نے لکھا:

"حضرتؐ کی نبوت و رسالت کا آغاز آپ کے زمانے سے نہیں ہوا تھا، اس کی ابتدا زمانۂ آدم سے ہوئی تھی۔ اور انبیاء سے آپ کی نبوت کا میثاق اس لئے لیا گیا تھا تا کہ وہ جان جائیں کہ آپ ان پر مقدم ہیں اور ان کے بھی نبی و رسول ہیں"(۲)

عبدالحق دہلوی نے "مدارج النبوۃ" میں اسی بات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی تائید میں حدیثیں پیش کی ہیں جن میں ایک یہ ہے:

"مروی ہے کہ جب نور محمدی خلق ہوا اور اس سے انوار انبیاء وجود میں آئے تو خدا نے آنحضرتؐ کو ان انوار انبیاء کی طرف دیکھنے کا حکم دیا۔ اب جو ان کی طرف نگاہ کیا تو ان انوار کو چھپا دیا جس پر انھوں نے بارگاہ معبود میں عرض کیا: اے ہمارے پروردگار یہ کون ہے جس کے نور نے ہمارے انوار کو چھپا دیا؟ آواز الٰہی آئی یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو تم کو نبی بناؤں گا۔ یہ سن کر سب نے کہا ہم ان پر بھی ایمان لائے اور ان کی نبوت پر بھی۔ جس پر رب العزت نے کہا میں تم لوگوں پر گواہ بن گیا اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہوا ہے: "**اذ اخذاللّٰہ میثاق النبی لما اتیتکم من الکتاب والحکمۃ**"(۳)

۱۔ دلائل النبوۃ، ص ۱۱، فصل ۱۔ ۲۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۵۔۳۔ ۳۔ مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۳۔

اور یہ کہ انبیاء کا آپ کی نبوت کا میثاق لینا آپ کی افضلیت پر دلیل ہے تو یہ بدیہیات میں سے ہے جس کی وضاحت حدیثوں اور علماء کے اقوال نے کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

الف: ابونعیم "دلائل النبوۃ" میں لکھتے ہیں:

"**و من فضائلہ اخذ اللّٰہ المیثاق علی جمیع انبیائہ ان جائھم رسول آمنوا بہ و نصروہ فلم یکن لیدرک احد منھم الرسول الا وجب علیہ الایمان بہ والنصر لاخذہ المیثاق منھم فجعلھم کلھم اتباعا لہ یلزمھم الانقیاد و الطاعۃ لوادرکوہ**" یعنی آنحضرتؐ کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ نے سارے انبیاء سے میثاق لیا کہ اگر ان کے پاس رسول آئے تو اس پر ایمان لائیں اور اس کی مدد کریں اور ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو رسول کو پاتا اور اس پر ایمان و نصرت واجب نہ ہوتی کیونکہ اس سلسلہ میں ان سے میثاق لیا گیا تھا۔ لہٰذا اگر آنحضرتؐ ان کے زمانے میں ہوتے تو ان سب پر آپ کی اطاعت واجب ہوتی، جیسا کہ ہم سے محمد بن احمد بن حسن نے بیان کیا، انھوں نے یوسف بن حکم سے، انھوں نے محمد بن بشیر دعا سے، انھوں نے ہیثم سے، انھوں نے مجالد سے، انھوں نے شعبی سے، انھوں نے جابر سے اور انھوں نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "**والذی نفسی بیدہ لو ان موسیٰ کان حیّا الیوم و ما وسعہ الا ان یتبعنی**" اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے"(۱)

ب: قاضی عیاض "کتاب الشفا" میں لکھتے ہیں:

"ساتویں فصل حضرتؐ کے اس شرف و منزلت کے بارے میں ہے جو انبیاء کے مقابل آپ کو حاصل ہے اور خدا نے قرآن میں اس کا اس طرح ذکر کیا ہے: **واذ اخذاللّٰہ**

۱۔ دلائل النبوۃ، ص ۱۵، فصل ۱۔

میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة... منا الشاھدین "ابوالحسن قابسی کا بیان ہے کہ ہمارے نبی کو اللہ نے ایسی فضیلت عطا کی جو سوائے آپ کے کسی کو عطا نہیں کی جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہوا ہے۔اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اللہ نے وحی کے ذریعے میثاق لیا اور کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر ان سے محمد کا ذکر کیا اور ان کی صفات بیان کی اور ان (انبیاء) سے میثاق لیا کہ اس کو اگر وہ پا جائیں تو اس پر ایمان لائیں۔اور ایک قول ہے کہ وہ اپنی قوم سے بیان کریں اور ان سے میثاق لیں کہ وہ اس کو اپنے بعد میں آنے والوں سے بیان کریں گے۔علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدم اور ان کے بعد میں آنے والے کسی بھی نبی کو اللہ نے مبعوث نہیں کیا مگر ان سے محمدؐ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر ان (محمدؐ) کو بھیجا اور وہ (نبی وقت) زندہ ہو تو وہ ان (محمدؐ) پر ایمان لائے اور ان کی نصرت کرے اور وہ (انبیاء) اپنی قوموں سے بھی اسی بات کا عہد لیں۔سدی اور قتادہ سے آپ کی فضیلت سے متعلق آیات میں اسی طرح کی روایتیں وارد ہوئی ہیں اور "واخذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح .... "اور" اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح "آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔عمر بن خطاب سے ایک بات نقل کی گئی ہے جس پر نبیؐ رو پڑے تھے۔انھوں نے آنحضرتؐ سے کہا تھا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا جائیں آپ کی تو یہ قدر و منزلت ہے کہ بھیجا تو سارے نبیوں کے بعد لیکن آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا۔ارشاد ہوا:"واذاخذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح ...." اور آپ پر میرے ماں باپ فدا جائیں اللہ کی نظر میں آپ کی یہ عظمت ہے کہ اہل جہنم آپ کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں جب کہ وہ جہنم کے طبقوں میں ہیں اور وہ کہتے ہیں:یا لیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا" قتادہ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:"کنت اول الانبیاء فی الخلق و آخرھم فی البعث" میں خلقت کے لحاظ سے سب سے پہلا نبی ہوں لیکن مبعوث سارے نبیوں کے بعد ہوا ہوں۔اسی لئے نوح سے پہلے

آنحضرتؐ کا ذکر ہوا ہے۔سمرقندی کا بیان ہے کہ اس میں ہمارے نبی کی فضیلت ہے کیونکہ وہ باوجودیکہ سب کے آخر میں آئے لیکن ان کا ذکر سب سے پہلے ہے۔بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی فضیلتوں میں ایک یہ ہے کہ اللہ نے سارے نبیوں کو ان کے نام سے خطاب کیا لیکن آنحضرتؐ کو نبی و رسول سے خطاب کیا اور کہا:"یا ایھا النبی "اور"یا ایھا الرسول"۔سمرقندی ہی نے "ان من شیعته ابراھیم" کے بارے میں کلبی سے نقل کیا ہے کہ اس میں "ہ" کی ضمیر محمدؐ کی طرف پلٹ رہی ہے (من شیعة محمد لابراھیم) یعنی ابراہیم محمدؐ کے دین اور ان کے راستے پر تھے اور اسی کو فراء نے اختیار کیا ہے اور ان سے اس کو مکی نے نقل کیا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نوح ہیں"(۱)

ج: قسطلانی نے "مواہب لدنیہ" کے چھٹے مقصد کی دوسری فصل میں لکھا کہ: اللہ نے آنحضرتؐ کے فضل و امتنان میں سارے انبیاء سے یہ میثاق لیا کہ اگر وہ انھیں درک کریں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی نصرت کریں۔ثبوت میں انھوں نے آیتیں اور حدیثیں پیش کی ہیں جن میں ایک سورۂ آل عمران کی آیت ۸۱ ہے جس میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے:" واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جائکم رسول مصدق لما معکم لتومنن به و لتنصرنه "اس میں آدم سے خاتم تک کے ہر نبی سے تصدیق کرنے کے میثاق کا ذکر ہوا ہے۔اور علی بن ابی طالب اور ابن عباس سے مروی ہے:" ما بعث اللہ نبیا من الانبیاء ،الا اخذ علیه المیثاق لئن بعث محمد صلی اللہ علیه وسلم و ھو حیّ لیومننّ به و لینصرنّه" خدا نے کسی نبی کو اس دنیا میں نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس سے میثاق لیا کہ اگر محمدؐ کو بھیجا اور وہ (نبی وقت) زندہ ہو تو ان پر ایمان لائے اور ان کی نصرت و مدد کرے۔(۲)

۱۔الشفا، ص ۱۴۱۔۱۴۰۔

۲۔المواھب اللدنیہ، ج ۲، ص ۴۱۴۔

قسطلانی اسی "مواہب لدنیہ" میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

" روی عن علی بن ابی طالب انه قال: لم یبعث اللّٰه تعالیٰ نبیا من آدم فمن بعده الا اخذ علیه العهد فی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم لئن بعث وهو حیّ لیومنن به و لینصرنّه و یا خذ العهد بذالک علی قومه" علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ خدا نے آدم سے خاتم تک کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ محمدؐ کے بارے میں ان سے عہد لیا کہ اگر ان کو ان (نبیٔ وقت) کی زندگی میں بھیجا تو وہ ان (محمدؐ) پر ایمان لائیں اور ان کی نصرت و مدد کریں اور وہ اسی کا عہد اپنی قوم سے بھی لیں۔ اسی کی ابن عباس سے بھی روایت کی ہے اور ان دونوں کی روایتیں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہیں۔ نیز مروی ہے کہ جب اللہ نے محمدؐ کو خلق کیا تو انھیں انوار انبیاء کو دیکھنے کا حکم دیا۔ اب جو انھوں نے نگاہ کی تو وہ سارے انوار چھپ گئے۔ انبیاء نے پوچھا اے ہمارے پروردگار کس کے نور نے ہمیں ماند کر دیا؟ آواز الٰہی آئی نور محمد بن عبداللہ نے۔ اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو تمھیں نبی بنا دیں گے۔ انھوں نے کہا ہم ان (محمدؐ) پر بھی ایمان لائے اور ان کی نبوت پر بھی۔ اسی لئے ارشاد الٰہی ہوا: "اذ اخذ اللّٰه میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جائکم رسول مصدق لما معکم لتومنن به و لتنصرنّه الی قوله و انا معکم من الشاهدین" (آل عمران/۸۱) شیخ تقی الدین سبکی کا کہنا ہے کہ اس آیت میں نبی کی جو قدر و منزلت بیان کی گئی ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرتؐ اگر ان انبیاء کے زمانے میں آ جاتے تب بھی رسول رہتے۔ لہٰذا آپ کی نبوت و رسالت کا ربط آدم سے قیامت تک کی ساری مخلوق سے ہے اس لئے سارے انبیاء اور امتیں آپ کی امت ہیں۔ اس کے مطابق آیہ: "وبعثت الی الناس کافة" کا ربط صرف آپ کے زمانے سے قیامت تک کے افراد سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے پہلے سے ہوگا۔ اسی بات کو یہ حدیث پیغمبرؐ بیان کر رہی ہے۔ "کنت نبیاً و آدم بین الروح

و الجسد" ان مطالب کی روشنی میں ہمارا نبیؐ، نبیوں کا نبی ہے۔ اور یہ آخرت میں اس طرح ظاہر ہوگا کہ سارے انبیاء آپ کے پرچم کے سائے میں ہوں گے اور دنیا میں اس طرح ظاہر ہوا کہ شب معراج سب نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اگر آنحضرتؐ آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلواۃ اللہ وسلامہ علیہم کے زمانے میں آتے تو ان سارے نبیوں اور ان کی امتوں پر واجب ہوتا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت و مدد کریں کیونکہ اسی کا ان سے میثاق لیا گیا تھا" (۱)

د: شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں اس موضوع پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور آپ کو نبی الانبیاء قرار دیا ہے اور اپنے مدعا کے ثبوت میں تقریباً وہی آیتیں اور حدیثیں پیش کی ہیں جنھیں قسطلانی نے بیان کی ہیں۔ (۲)

ھ: قندوزی "ینابیع المودۃ" میں لکھتے ہیں:

"سورۂ آل عمران میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے: "و اذ اخذ اللّٰه میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ...." اس بارے میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "لم یبعث اللّٰه نبیا من آدم فمن بعده الا اخذ علیه العهد فی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم لیومننّ به و لینصرنّه و یاخذون العهد بذالک علی قومهم و اذ اخذنا من النبیین میثاقهم ...." آدم اور ان کے بعد میں آنے والے کسی بھی نبی کو اللہ نے نہیں بھیجا مگر ان سے محمدؐ کے بارے میں عہد لیا کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی نصرت و مدد کریں نیز اسی چیز کا اپنی قوموں سے بھی عہد لیں۔ قتادہ کا بیان ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: کنت انا اول الانبیاء فی الخلق و آخرهم فی البعث۔ خلقت میں سب سے پہلا نبی ہوں مگر اس دنیا میں آنے میں سب سے آخر ہوں۔ اسی لئے نوح سے پہلے آنحضرتؐ کا ذکر ہوا ہے۔ سمرقندی نے کلبی

۱۔ المواهب اللدنیہ، ج ۲، ص ۴۱۵۔

۲۔ مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۳۔

سے نقل کیا ہے کہ انّ من شیعته لابراهیم میں "ہ" کی ضمیر محمدؐ کی طرف پلٹ رہی ہے (من شیعة محمد لابراهیم) یعنی ابراہیم دین محمدؐ اور ان کی راہ پر تھے۔ اسی کو فراء نے اختیار کیا ہے اور ان سے کسی نے نقل کیا ہے"۔(۱)

علماء و محققین اہلسنت کی عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انبیاء سے رسولؐ خدا کی نبوت کا میثاق لینا آپ کی افضلیت کی دلیل ہے اور یہ میثاق آپ کے سب سے پہلے خلق ہونے کی وجہ سے تھا تو یہی بات باب مدینۃ العلم میں بھی پائی جارہی ہے لہذا آپ بھی آنحضرتؐ کے بعد سب سے افضل قرار پائے۔ اس صورت میں کسی کو آپ پر مقدم کرنا یا کسی کی ریاست کا آپ پر ہونا صحیح بات نہیں ہے۔ خود بزرگ علماء اہلسنت نے وہ حدیثیں اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں جن میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انبیاء سے ولایتِ علیؑ کے بارے میں اسی طرح میثاق لیا گیا تھا جس طرح ان سے محمدؐ کی نبوت کا میثاق لیا گیا تھا۔ لہذا احادیث میثاق کے حوالے سے علماء نے جو بھی فضیلتیں آنحضرتؐ کے بارے میں لکھی ہیں وہ سب کی سب تھوڑے سے ردوبدل سے حضرت علیؑ سے بھی متعلق ہوں گی۔

میثاق ولایتِ علیؑ

بہت ساری حدیثیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ انبیاء ولایت علیؑ پر مبعوث کئے گئے تھے اور ان کی حاکم نیشاپوری، ابواسحاق ثعلبی، ابونعیم اصفہانی، خطیب خوارزمی، عبدالرزاق رسعی، سید علی ہمدانی، سید شہاب الدین احمد، شمس الدین جیلانی، عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین احمد اور میرزا محمد بدخشانی جیسے بزرگ علماء اہلسنت نے روایت کی ہے۔ ان کی روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

روایت حاکم نیشاپوری

حاکم "معرفۃ علم الحدیث" میں لکھتے ہیں:

"مجھ سے حافظ محمد بن مظفر نے بیان کیا، انھوں نے عبداللہ بن محمد بن غزوان سے، انھوں نے علی بن جابر سے، انھوں نے محمد بن خالد بن عبداللہ سے، انھوں نے محمد بن

۱۔ ینابیع المودۃ، ص۱۸، باب۲۔

فضیل سے، انھوں نے محمد بن سوقہ سے، انھوں نے ابراہیم سے، انھوں نے اسود سے، اور انھوں نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: اتانی ملک فقال یا محمد اسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا علی ما بعثوا قال قلت علی ما بعثوا قال علی ولایتک و ولایة علی بن ابی طالب۔ ایک دن ایک ملک میرے پاس آیا اور کہا کہ اے محمدؐ آپ رسولانِ سلف کے بارے میں سوال کیجئے کہ وہ کن امور پر مبعوث کئے گئے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آنحضرتؐ نے پوچھا تو ملک نے جواب دیا کہ آپ کی ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر ان کو مبعوث کیا گیا تھا۔ (حاکم کہتے ہیں) اس حدیث کی علی بن جابر نے اور انھوں نے محمد بن خالد سے اور انھوں نے محمد بن فضیل سے روایت کی ہے، لیکن میں نے صرف ابن مظفر کے توسط سے یہ حدیث نقل کی ہے کیونکہ وہ میری نظر میں حافظ، ثقہ اور امین ہیں"(۱)

روایت ثعلبی

ثعلبی سورۂ زخرف کی آیہ ۴۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ہم سے ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسین دینوری نے بیان کیا، انھوں نے ابوالفتح محمد بن حسین ازدی موصلی سے، انھوں نے عبداللہ بن محمد بن غزوان بغدادی سے، انھوں نے علی بن جابر سے، انھوں نے محمد بن خالد بن عبداللہ اور محمد بن اسماعیل سے، انھوں نے محمد بن فضیل سے، انھوں نے محمد بن سوقہ سے، انھوں نے ابراہیم سے، انھوں نے علقمہ سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اے محمدؐ مجھ سے رسولانِ سلف کے بارے میں پوچھئے کہ وہ کن امور پر مبعوث کئے گئے تھے۔ میں (محمدؐ) نے کہا بتاؤ۔ اس نے کہا: آپ کی ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر وہ مبعوث کئے گئے تھے"(۲)

۱۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص۹۶، ذکر النوع الرابع والعشرین من علم الحدیث۔

۲۔ الکشف والبیان، ج۵، ص۳۱۶۔

روایت خوارزمی

خطیب خوارزمی اپنی "مناقب" میں لکھتے ہیں:

"مجھ سے شہردار نے بیان کیا، انھوں نے احمد بن خلف سے، انھوں نے حاکم سے، انھوں نے حافظ محمد بن مظفر سے، انھوں نے عبداللہ بن محمد بن غزوان سے، انھوں نے علی بن جابر سے، انھوں نے محمد بن خالد بن سوقہ سے، انھوں نے ابراہیم سے، انھوں نے اسود سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: **اتانی ملک فقال یا محمد وسل من ارسلنا من قبلک من رسلنا علی با بعثوا قال قلت علی ما بعثوا قال علی ولایتک وولایة علی بن ابی طالب.** (۱) میرے پاس ایک ملک آیا اور اس نے کہا: اے محمدؐ اپنے پہلے رسولوں کے بارے میں پوچھئے کہ وہ کن چیزوں کے بدولت مبعوث کئے گئے تھے۔ میں (محمدؐ) نے پوچھا بتاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ آپ کی ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر مبعوث کئے گئے تھے"۔

روایت شہاب الدین

شہاب الدین "توضیح الدلائل" میں لکھتے ہیں:

"ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: "**لما اسری بی لیلة المعراج فاجتمع علیّ الانبیاء فی السماء فاوحی اللّٰہ الیّ سلھم یا محمد بماذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شھادة ان لا الہ الا اللّٰہ و علی الاقرار بنبوتک و الولایة لعلی بن ابی طالب**" شب معراج جب میں آسمان پر گیا تو سارے انبیاء میرے گرد جمع ہوئے۔ اس وقت وحی الٰہی ہوئی کہ اے محمد ان (نبیوں) سے پوچھئے کہ کن امور پر تم مبعوث ہوئے تھے انھوں نے جواب دیا: ہم مبعوث ہوئے تھے

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۳۱۲، حدیث ۳۱۲۔

اس شہادت پر کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ آپ کی نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر۔ (شہاب الدین لکھتے ہیں) اس کی عارف ربانی سید شرف الدین ہمدانی نے اپنی بعض تصنیفوں میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی ابونعیم نے روایت کی ہے"(۱)

روایت عبدالوہاب

عبدالوہاب اپنی تفسیر انوری میں لکھتے ہیں:

"ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: شب معراج جب میں آسمان پر گیا اور انبیاء میرے پاس جمع ہوئے تو مجھ پر وحی الٰہی ہوئی کہ اے محمدؐ ان سے پوچھئے کہ کس چیز پر تم مبعوث ہوئے تھے۔ انھوں نے جواب دیا: **لا الہ الا اللّٰہ** کی شہادت، آپ کی نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر۔ اس کی ابونعیم نے روایت کی ہے"۔

روایت جیلانی

شمس الدین محمد بن یحیٰی بن علی جیلانی لاہجی "مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز" میں اس شعر: زہر سایہ کہ اول گشت حاصل۔ درآخر شد یکی دیگر مقابل۔ کی شرح میں درج ذیل حدیثیں فضیلت امیرالمومنینؑ میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

"**ان علیا منی و انا منه وھو ولی کل مومن من بعدی** (علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ سارے مومنین کا ولی ہے) **لکل نبی وصی ووارث و ان علیا وصی ووارثی** (ہر نبی کا وصی ووارث ہے اور علی میرا وصی ووارث ہے)، **انا اقاتل علی تنزیل القرآن و علی یقاتل علی تاویل القرآن** (جس طرح میں تنزیل قرآن پر قتال کر رہا ہوں اسی طرح تاویل قرآن پر علی قتال کرے گا)، **یا ابا بکر کفی و کف علی فی العدل سواء** (اے ابوبکر عدل وانصاف برتنے میں

۱۔ فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل، ص۲۹۸، حدیث ۸۴۶۔

میں اور علی ایک جیسے ہیں)، انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیات الباب (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو کسب علم کرنا چاہتا ہے وہ دروازے سے آئے)، انا و علی من شجرة واحدة و الناس من اشجار شتی (میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں)، قسمت الحکمة عشرة اجزاء فاعطی علی تسعة و الناس جزءً واحد (حکمت کے دس اجزاء ہیں ان میں نو علی کے حصے میں آئے اور ایک سارے انسانوں کے حصے میں آیا)، اوصی من آمن بی وصدقنی ،بولایة علی بن ابی طالب فمن تولاه فقد تولانی و من تولا فقد تولی الله (جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرے اس کو میری وصیت ہے کہ وہ ولایت علی بن ابی طالب پر بھی ایمان لائے کیونکہ جس نے اس کو ولی مانا اس نے مجھ کو ولی مانا اور جس نے مجھ کو ولی مانا اس نے خدا کو ولی مانا)، لما اسری بی لیلة المعراج فاجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی الله تعالیٰ الیّ سلهم یا محمد بماذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شهادة ان لا اله الا الله و علی الاقرار بنبوتک والولایة لعلی بن ابی طالب (شب معراج جب آسمان پر گیا اور سارے انبیاء میرے گرد جمع ہوئے تو اللہ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اے محمد ان سے پوچھئے کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے؟ جب ان سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: لا اله الا الله کی شہادت، آپ کی نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر ہم مبعوث ہوئے تھے)"۔

روایت بدخشانی

بدخشانی "مفتاح النجا" میں لکھتے ہیں:

"اخرج عبد الرزاق الرسعنی عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم اتانی ملک فقال یا محمد واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا علی ما بعثوا قال قلت

علی ما بعثوا قال علی ولایتک وولایة علی بن ابی طالب" عبدالرزاق رسعنی نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اے محمد اپنے قبل کے رسولوں کے بارے میں مجھ سے پوچھئے کہ وہ کن امور پر مبعوث کئے گئے تھے۔ میں نے جب اس بارے میں پوچھا تو اس فرشتہ نے کہا: آپ کی ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر وہ مبعوث کئے گئے تھے۔

واضح رہے کہ ابونعیم کی جس روایت کو سید علی ہمدانی، سید شہاب الدین احمد اور حاجی عبدالوہاب نے نقل کیا ہے اور اس سے شمس الدین جیلانی نے بڑے اعتماد سے اس پر استدلال کیا ہے کہ انبیاء رسالتمآبؐ کی نبوت اور امیرالمومنینؑ کی ولایت کے اقرار پر مبعوث کئے گئے تھے۔ اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ولایت سے پہلے نبوت کا ذکر ہوا ہے یہ خود اس بات کا قرینہ ہے کہ اس ولایت سے مراد امامت و ریاست ہے۔ لہذا جہاں بھی لفظ ولایت آیا ہے اس سے مراد یہی امامت و امارت ہے۔ گویا جس طرح انبیاء سے آنحضرتؐ کی نبوت کا میثاق لیا گیا تھا اسی طرح ان سے حضرت علیؑ کی امامت کا بھی میثاق لیا گیا تھا۔ لہذا آنحضرتؐ کے بعد آپ کی امامت کو بلافصل ماننی پڑے گی۔ اور اگر کوئی شخص تعصب کی وجہ سے حدیث میں ولایت سے مراد ولایت امیرالمومنین نہ لے بلکہ اس سے مراد محبت لے تب بھی حضرت علیؑ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے یعنی انبیاء آپ کی محبت کے میثاق کی وجہ سے مبعوث کئے گئے تھے۔

ابراہیم اور ولایتِ علیؑ

مروی ہے کہ جناب ابراہیم کے سامنے جب ولایت علیؑ پیش کی گئی تو آپ نے اپنی ذریت میں ان کے ہونے کی آرزو کی اور خدا نے وہ آرزو پوری کردی۔ اس بارے میں بدخشانی "مفتاح النجا" میں لکھتے ہیں:

"اخرج ابن مردویه عن ابی عبد الله جعفر بن محمد رضی الله عنه فی قوله تعالیٰ: واجعل لی لسان صدق فی الآخرین . قال هو علی بن ابی طالب عرضت ولایته علی ابراهیم علیه السلام فقال: اللهم اجعله من ذریتی ففعل الله ذالک" ابن مردویہ نے آیہ: وجعل لی لسان صدق

فی الآخرین کے ذیل میں (چھٹے امام) ابوعبداللہ جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ علی بن ابی طالب ہیں جن کی ولایت جب ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی تو انھوں نے دعا کی خدایا اس کو میری ذریت میں قرار دے اور خدا نے ان کی یہ دعا قبول کر لی۔

یہ دعا بھی حضرت علیؑ کی عظمت وجلالت واضح کرتی ہے۔ کیونکہ جناب ابراہیم نے آپ کی افضلیت کی بناء پر دعا کی تھی جب کہ آپ کے مقابلے میں آنے والے افراد میں یہ خوبیاں ناپید تھیں۔ یعنی نہ تو ان کی ولایت جناب ابراہیم کے سامنے پیش کی گئی تھی نہ ہی انھوں نے ان لوگوں کے اپنی ذریت میں ہونے کی آرزو کی تھی۔

امارت علیؑ و میثاق علی

حدیث میں ہے کہ ملائکہ سے حضرت علیؑ کی امارت کا میثاق لیا گیا تھا۔ اس کی دیلمی، سید علی ہمدانی اور شیخ عبدالوہاب نے روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

الف: دیلمی "فردوس الاخبار" میں لکھتے ہیں:

"حذیفة: لو علم الناس متیٰ سمی علی امیر المومنین ما انکروا فضله سمیّ امیر المومنین و آدم بین الروح و الجسد .قال اللّٰه تعالیٰ و اذ اخذ من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهد هم علی انفسهم الست بربکم قالت الملائکة بلی فقال انا ربکم و محمد نبیکم و علی امیرکم "(۱) حذیفہ سے مروی ہے کہ (آنحضرتؐ نے فرمایا) اگر لوگ جان جاتے کہ علی کب امیر المومنین سے موسوم ہوئے تو ان کے فضل وشرف سے انکار نہیں کرتے ۔امیر المومنین سے آپ اس وقت موسوم ہوئے جب آدم روح وجسد کے درمیان تھے ۔چنانچہ جب میثاق لیا گیا جیسا کہ ارشاد ہوا: و اذ اخذ ربک من بنی آدم من

۱۔ فردوس الاخبار، ج۲، ص۱۹۷، حدیث۵۱۰۳۔

ظهورهم ذریتهم و اشهدهم علی انفسهم الست بربکم اور ملائکہ نے جواب دیا ہاں تو ارشاد الٰہی ہوا میں تمہارا پروردگار ہوں، محمد تمہارے نبی اور علی تمہارے امیر ہیں۔

دیلمی اور فردوس الاخبار

فردوس الاخبار کے مؤلف شیرویہ دیلمی اکابر محدثین اور اجلۂ حفاظ اہلسنت میں سے ہیں۔ ان کا جس نے بھی تذکرہ کیا بڑے ہی ادب واحترام سے کیا۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ اور العبر میں، سبکی نے طبقات الشافعیہ میں، اسدی نے اپنی طبقات الشافعیہ میں، اسنوی نے اپنی طبقات الشافعیہ میں، سیوطی نے طبقات الحفاظ میں اور مناوی نے فیض القدیر میں انکی بھی تجلیل کی اور ان کی کتاب فردوس الاخبار کی بھی تعریف و تمجید کی۔ خود دیلمی نے اور ان کے بیٹے شہردار نے مسند الفردوس میں اور سید علی ہمدانی نے روضۃ الفردوس میں اس کتاب کی تجلیل کی ہے۔ بلکہ خود شاہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں متعدد جگہوں پر اس کتاب سے مطالب نقل کئے ہیں۔

ب: سید علی ہمدانی "روضۃ الفردوس" کے چودہویں باب میں لکھتے ہیں:

"حذیفہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر لوگ جان جاتے کہ امیر المومنین سے علی کب موسوم ہوئے تو ان کے فضل سے انکار نہیں کرتے۔ امیر المومنین سے موسوم اس وقت ہوئے جب آدم روح وجسم کے درمیان تھے۔ چنانچہ جب میثاق لیا گیا جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہوا: و اذاخذ بنی آدم ... اور ملائکہ نے جواب میں کہا: ہاں۔ تب ارشاد الٰہی ہوا: میں تمہارا پروردگار ہوں، محمد تمہارے نبی اور علی تمہارے امیر ہیں۔

نیز ہمدانی "مودۃ القربیٰ" میں حذیفہ ہی کی مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وعن ابی هریره قال: قیل یا رسول اللّٰه متی وجبت لک النبوة ؟ قال صلی اللّٰه علیه وسلم: قبل ان یخلق اللّٰه آدم و ینفخ فیه الروح و قال: و اذ اخذ ربک من بنی آدم ... قالت الملائکة: بلی. فقال انا ربکم و

محمد نبیکم و علی امیر کم "(۱) ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا سے پوچھا گیا کہ آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا: قبل اس کے اللہ آدم کو خلق کرتا اور ان میں اپنی روح پھونکتا۔ اور جب ملائکہ سے کہا گیا: اذ اخذ ربک من بنی آدم۔۔۔ الست بربکم۔ تو ملائکہ نے جواب دیا ہاں۔ اس وقت ارشاد الٰہی ہوا میں تمہارا رب ہوں، محمد تمہارے نبی اور علی تمہارے امیر ہیں۔

سید علی ہمدانی بھی مشہور عالم اہلسنت ہیں، ان کو علوم ظاہری و باطنی کا جامع سمجھا جاتا ہے۔ ان کی تفصیلی حالات بدخشانی نے خلاصۃ المناقب میں، جامی نے نفحات الانس میں، کفوی نے کتائب الاعلام میں اور دہلوی نے الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر کیے ہیں۔

ج: عبدالوہاب تفسیر انوری میں آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں فضائل امیرالمومنین بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اگر لوگ جان جاتے کہ علی کو کب امیر المومنین کہا گیا تو ان کے فضل کے منکر نہ ہوتے۔ ان کو اس وقت امیر المومنین کہا گیا جب آدم روح و جسد کے درمیان تھے۔ اور جب خدا نے ملائکہ سے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں تو انھوں نے کہا بالکل ہیں تب آواز الٰہی آئی: میں تمہارا پروردگار ہوں، محمد تمہارے نبی اور علی تمہارے امیر ہیں۔ اس کی صاحب الفردوس نے روایت کی ہے"۔

شیخ عبدالوہاب کے بارے میں عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخبار میں اور سید محمد ماہ عالم نے تذکرۃ الابرار میں لکھا ہے اوران کے علم وعمل اور عظمت وجلالت کا اعتراف کیا ہے۔

وصایت علیؑ اور میثاق صحابہ

جس طرح انبیاء ولایت علیؑ پر مبعوث کیے گئے تھے اور ملائکہ سے آپ کی ولایت و امامت کا میثاق لیا

۱۔ مودۃ القربیٰ مودۃ ۴، از ینابیع المودۃ، ج۱، ص۲۹۶۔

گیا تھا اسی طرح صحابہ سے بھی آپ کی ولایت کا میثاق لیا گیا تھا۔ اس بارے میں سید علی ہمدانی "مودۃ القربیٰ" میں لکھتے ہیں:

"عن عتبہ بن عامر الجھنی رضی اللہ عنہ قال: بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمداً نبیہ و علیاً وصیّہ فان ترکنا الثلاثۃ کفرنا. و قال لنا احبّوا ھذا فان اللہ یحبہ، و استحیوا منہ فان اللہ یستحیی منہ" (۱) عتبہ بن عامر جہنی کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے رسولؐ خدا سے اس بات پر بیعت کی کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمدؐ اس کے نبی ہیں اور علی ان (محمدؐ) کے وصی۔ اگر ہم نے ان تینوں (عقیدوں) کو چھوڑا تو کافر ہوگئے۔ اس وقت رسولؐ خدا نے ہم لوگوں سے فرمایا: اس (علی) کو دوست رکھو کیونکہ خدا اس کو دوست رکھتا ہے، اور اس (علیؑ) سے حیا کرو کیونکہ خدا اس سے حیا کرتا ہے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ کی وصایت کا اقرار خدا کی وحدانیت اور محمدؐ کی نبوت کے اقرار جیسا ہے جو اسلام و ایمان میں داخل ہونے کا موجب اور اس کا ترک کفر و خسران کا سبب بن جاتا ہے۔ اب اگر وصایت سے مراد امامت اور آپ کی خلافت عامہ نہ ہوتی بلکہ ایک جزئی چیز ہوتی تو یہ موجب کفر نہیں بنتی۔ لہٰذا جن لوگوں نے آپ کی بیعت نہیں کی تھی بلکہ اس سے انکار کر دیا تھا انھوں نے اسلام و ایمان کی دولت سے محروم کر کے خود کو کفار کے زمرے میں کر لیا تھا۔

۱۶۔ امامتِ علیؑ، افضلیت کی وجہ سے ہے

محمد بن یوسف گنجی نے "کفایۃ الطالب" میں درج ذیل حدیثوں کی روایت کی ہے جو حضرت علیؑ کی افضلیت کو ثابت کرتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

الف: گنجی "کفایۃ الطالب" کے ایک سو ساتویں باب میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

۱۔ مودۃ القربیٰ مودۃ ۴، از ینابیع المودۃ، ج۱، ص۲۹۶۔

".....جابر کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے ولادتِ علی بن ابی طالب کے بارے میں سوال کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا: لقد سئلتنی عن خیر مولود ولد فی شبه المسیح ان اللّٰه خلق علیًا من نوری و خلقنی من نوره و کلانا فی نور واحد ثم ان اللّٰه عزّوجلّ نقلنا من صلب آدم الی اصلاب طاهرة فی ارحام ذکیة. فما نقلت من صلب الا و نقل علیّ معی . فلم نزل کذالک حتی استودعنی خیر رحم و هی آمنة ،و استودع علیًا خیر رحم و هی فاطمة بنت اسد ۔تم نے خیر مولود کے بارے میں سوال کیا ہے، وہ ولادت میں عیسیٰ سے مشابہ ہے۔ (دیکھو) اللہ نے علی کو میرے نور سے اور مجھ کو اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ ہم دونوں ایک ہی نور تھے۔ پھر اللہ نے ہم کو صلب آدم سے اصلاب طاہرہ میں اور وہاں سے ارحام ذکیہ میں منتقل کیا۔ میں کسی بھی صلب میں منتقل نہیں ہوا مگر یہ کہ علی میرے ساتھ ساتھ تھا یہاں تک کہ اللہ نے مجھے رحم آمنہ میں اور علی کو رحم فاطمہ بنت اسد میں قرار دیا۔ (اس کے بعد آنحضرتؐ فرماتے ہیں) ہمارے زمانے میں مبرم بن دعیب بن شقیان نامی ایک عابد و زاہد تھا جس نے دو سو ستر سال عبادت کی مگر اس دوران ایک بھی حاجت خدا سے طلب نہیں کی خدا نے اس کے پاس ابوطالب کو بھیجا۔ جیسے ہی مبرم نے ابوطالب کو دیکھا استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا اور ان کی پیشانی چوم کر ان کے سامنے بیٹھ گیا اور پھر پوچھا تم کون ہو؟ ابوطالب نے جواب دیا میں ایک تہامی ہوں۔ مبرم نے پوچھا کس قبیلے سے؟ ابوطالب نے کہا بنی ہاشم سے ہوں۔ یہ سن کر وہ عابد کھڑا ہوا اور دوبارہ ابوطالب کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا مجھے علی اعلیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے۔ ابوطالب نے پوچھا کیا الہام ہوا ہے؟ مبرم نے جواب دیا کہ خدا تم کو ایک ایسا فرزند عطا کرے گا جو ولی اللہ ہوگا۔ چنانچہ جب وہ رات آئی جس میں علی پیدا ہوا تو مکہ روشن ہو گیا اور ابوطالب یہ کہتے ہوئے گھر سے نکلے کہ لوگو کعبہ میں ولی اللہ پیدا ہوا ہے، اور جب صبح ہوئی تو ابوطالب یہ اشعار پڑھتے ہوئے

داخل کعبہ ہوئے: یا رب هذا الغسق الدجیٰ. والقمر المنبلج المضی، بیّن لنا من امرک الخفی . ماذا تریٰ فی اسم ذا الصبی ۔اے رات کی تاریکی اور چاند کی روشنی کو خلق کرنے والے تو ہی بتا کہ اس کا کیا نام رکھوں۔ اس وقت منادی کی آواز گونجی ۔یا اهل بیت المصطفی النبی . خصصتم با الولد الذکی، ان اسمه من شامخ العلی. علی اشتق من العلی ۔یعنی اے اہلبیت نبی اس ولد ذکی کا نام علی رکھو۔ (گنجی کہتے ہیں) اس حدیث کو میں نے اختصار سے پیش کیا جس کی مسلم بن خالد زنجی نے روایت کی ہے جو شافعی کے استاد تھے اور زنجی سے عبد العزیز بن عبد الصمد نے روایت کی ہے جن کی شخصیت معروف ہے۔ مسلم اپنے حسن و جمال کی وجہ سے زنجی سے ملقب ہوئے تھے" (۱)

اس حدیث سے حضرت علیؑ کی افضلیت بالکل واضح ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو خیر مولود کہنے کے بعد فرمایا کہ علیؑ میرے نور سے خلق ہوا اور میں خدا کے نور سے خلق ہوا اور دونوں ایک ہی نور ہیں۔ لہٰذا حدیث نور حضرت علیؑ کی افضلیت و اکرمیت و اشرفیت پر دلالت کر رہی ہے۔ نیز جس واقعۂ مبرم کو رسولؐ خدا نے بیان فرمایا وہ بھی افضلیت امیر المومنینؑ پر واضح دلیل ہے۔

ب: گنجی "کفایۃ الطالب" کے باب ۸۷ میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

".....مالک بن انس نے ابن شہاب سے، انھوں نے ابوسلمہ سے اور انھوں نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابوعقال نے نبیؐ سے پوچھا یا رسولؐ اللہ مسلمانوں کا سردار کون ہے، آدم ہیں؟ کیونکہ خدا نے انھیں اپنے ہاتھوں سے خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور اپنی کنیز حوا سے ان کی شادی کی اور ان کو جنت میں جگہ دی۔ اس پر حضرتؐ نے پوچھا: اللہ نے کس کو فضیلت دی؟ ابوعقال نے کہا شیث؟ نبی نے پوچھا شیث سے افضل کون ہے؟ ابوعقال نے کہا ھود؟ اسی طرح صالح، لوط، وموسیٰ، ہارون،

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص۳۰۷، باب ۱۰۷، حدیث ۳۰۱۔

ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، داؤد، ایوب، یونس، زکریا، یحییٰ، یسع، ذالکفل اور عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبیؐ نے پوچھا عیسیٰ سے افضل کون؟ ابوعقال نے جواب دیا: یارسولؐ اللہ میں نہیں جانتا وہ ملک مقرب کون ہے؟ رسولؐ خدا نے فرمایا: وہ جو تم سے بات کر رہا ہے یعنی میں ہوں۔ یہ سن کر ابوعقال نے کہا یارسولؐ اللہ بخدا آپ نے مجھے خوش کر دیا۔ حضرتؐ نے فرمایا: اے ابوعقال کیا تم اس سے زیادہ خوش ہونا چاہتے ہو؟ ابوعقال نے کہا ہاں یارسولؐ اللہ۔ حضرتؐ نے فرمایا:" اعلم یا ابا عقال ان الانبیاء المرسلین ثلاث ماۃ و ثلاثۃ عشر نبیاً، لو جعلوا فی کفۃ و صاحبک فی کفۃ لرجح علیھم. اعلم یا ابا عقال ان الانبیاء مائہ الف و اربعۃ و عشرون الف نبی لو جعلوا فی کفۃ و صاحبک فی کفۃ ارجح علیھم

"اے ابوعقال جان جاؤ کہ تین سو تیرہ رسول ہیں اگر وہ سب کے سب ترازو کے ایک پلہ میں ہوں اور دوسرے پلہ میں صرف تمہارا نبیؐ ہو تو تمہارے نبی کا پلہ بھاری پڑے گا۔ اے ابوعقال (یہ بھی) جان لو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں اگر وہ ترازو کے ایک پلہ میں ہوں اور تمہارا نبیؐ دوسرے پلہ میں ہو تو تمہارے نبی کا پلہ بھائی پڑے گا۔ ابوعقال نے کہا یارسولؐ اللہ آپ نے مجھے بہت زیادہ خوش حال کر دیا۔ اچھا یہ بتائیے کہ آپ کے بعد لوگوں میں افضل کون ہے؟ قریش کے چند ناموں کو لینے کے بعد فرمایا علی بن ابی طالب۔ میں (ابوعقال) نے پوچھا یارسول اللہ سب سے زیادہ آپ کس کو چاہتے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا علی کو۔ میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا: لانہ خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور واحد۔ اس لئے کہ میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں نے پوچھا پھر آپ سب کے آخر میں کیوں آئے؟ فرمایا: وائے ہو تم پر اے ابوعقال کیا میں نے تم سے نہیں کہا کہ میں خیر النبیین ہوں اور میری رسالت سب کے پہلے سے ہے اور انبیاء نے میرے آنے سے پہلے اس کی بشارت دی تھی۔ اب اگر میں سب کے آخر میں آیا تو اس میں حرج کیا ہے؟ انا محمد رسول اللہ و

کذالک لا یضر علیاً اذا کان آخر القوم و لکن یا ابا عقال فضل علیؑ علی سائر الناس کفضل جبرئیل علی سائر الملائکۃ۔ میں محمد ہوں جو اللہ کا رسول ہے۔ اسی طرح علیؑ کے آخر میں آنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اے ابوعقال علی کو لوگوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح جبرئیل کو سارے ملائکہ پر حاصل ہے۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث اعتبار کے لحاظ سے بلند مرتبے پر ہے اور چونکہ یہ بڑی طولانی تھی اس لئے اختصار سے کام لے کر اتنے ہی پر اکتفا کیا ہے"(۱)

یہ حدیث واضح لفظوں میں بتا رہی ہے کہ نبی کی نظر میں سب سے محبوب علیؑ کی ذات تھی کیونکہ دونوں ایک نور سے خلق ہوئے تھے لہذا آنحضرتؐ کے بعد آپ ہی لوگوں میں افضل ہوں گے اور اس کی خود پیغمبرؐ اسلام نے وضاحت کی اور فرمایا کہ لوگوں پر علیؑ کو اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح جبرئیل کو سارے ملائکہ پر لہذا سارے لوگوں پر جن میں انبیاء بھی آتے ہیں آپ کی افضلیت ثابت ہے۔

اور اس حدیث ہیں جو چند قریش کا ذکر ہے تو یہ صرف اسی حدیث میں نظر آتا ہے کسی اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ملتا اور یہ شیعوں کے لئے حجت نہیں ہے کیونکہ اس کا جواب خود یہی حدیث ہے۔ اس لئے کہ جب رسولؐ خدا کی نظر میں علیؑ سب سے زیادہ محبوب تھے اور آپ کی اور پیغمبرؐ اسلام کی خلقت ایک ہی نور سے ہوئی تھی اور آپ کو لوگوں پر اسی طرح فضیلت حاصل تھی جس طرح جبرئیل کو سارے ملائکہ پر تو پھر دوسروں کی افضلیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ج: گنجی "کفایۃ الطالب" کے اسی باب میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

".....عن ابی امامۃ الباھلی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ خلق الانبیاء من اشجار شتی، و خلقنی و علیاً من شجرۃ واحدۃ. فانا اصلھا، و علی فرعھا، و فاطمۃ لقاحھا، والحسن و الحسین ثمرھا، فمن تعلّق بغصن من اغصانھا نجا و من زاغ عنھا

۱۔ کفایۃ الطالب، ج ۱، ص ۵۱۳۔۵۱۲، حدیث ۲۷۲۔

ھویٰ. ولو ان عبداً عبد اللّٰہ بین الصفا و المروۃ الف عام ثم الف عام، و لم یدرک محبتنا اکبہ اللّٰہ علی منخریہ فی النار. ثم تلا. قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی‘‘(۱) ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدا نے انبیاء کو مختلف درختوں سے اور مجھ کو اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا۔ میں اس درخت کی جڑ ہوں، علی اس کی شاخ ہے، فاطمہ اس کا پھول ہے اور حسن و حسین اس کے پھل ہیں۔ جو ان شاخوں سے وابستہ ہوا اس نے نجات پائی اور جو منحرف ہوا وہ گمراہ ہوا۔ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک صفا و مروہ کے درمیان عبادت کرے اور پھر ایک ہزار سال کا اس میں اضافہ کر دے مگر اس کے دل میں (ہم اہلبیتؑ) کی محبت نہ ہو تو اس کو خدا اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ قل لا اسئلکم .... (اس کے بعد گنجی لکھتے ہیں) یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوی اجلہ میں سے ہیں۔ اس کی طبرانی نے معجم میں اور محدث شام (ابن عساکر) نے اپنی کتاب میں مختلف طرق و اسناد سے روایت کی ہے۔

یہ حدیث واضح لفظوں میں بتا رہی ہے کہ سارے انبیاء مختلف درختوں سے اور پیغمبرؐ اسلام اور حضرت علیؑ ایک درخت سے خلق ہوئے جو پیغمبرؐ اسلام کی طرح آپ کے سارے انبیاء سے افضل ہونے پر دلالت کر رہی ہے اور یہی حدیث حضرت علیؑ کی پیروی کو واجب بھی قرار دے رہی ہے۔ لہذا خود خلفاء ثلاثہ کو آپ کی پیروی کرنی چاہئے تھی نہ کہ ان کی آپ پیروی کرتے !!

د: گنجی ’’کفایۃ الطالب‘‘ کے باب ۸۷ میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

’’.....عثمان بن عبد اللہ (جابر بن عبد اللہ) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا عرفات میں تھے اور علیؑ آپ کے روبرو تھے۔ حضرتؐ نے میری اور علیؑ کی طرف اشارہ کیا ہم جب نبی کے پاس پہنچے تو آپ کو کہتے ہوئے سنا: ادن منی یا علی.

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص۵۱۴، حدیث ۲۷۳۔

فدنی منہ علی. فقال ضع خمسک فی خمسی یعنی کفک فی کفی. یا علی خلقت انا و انت من شجرۃ. انا اصلھا و انت فرعھا و الحسن و الحسین اغصانھا. فمن تعلق بغصن منھا دخل الجنۃ. یا علی لو ان امتی قاموا حتی یکونوا کا الحنایۃ و صلوا حتی یکونوا الاوتار ثم ابغضوک لاکبھم اللّٰہ فی النار. (۱) اے علی ذرا اور نزدیک آؤ، اب جو علی نزدیک ہوئے تو فرمایا: اپنے ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دو اور سنو اے علی میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں اس کی جڑ ہوں، تم اس کی شاخ ہو اور حسن و حسین اس کی ٹہنیاں ہیں۔ جو ان ٹہنیوں میں سے کسی سے وابستہ رہا داخل بہشت ہوا۔ اے علی میری امت اگر اتنا روزہ رکھے کہ لکڑی کے مانند سوکھ جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ کمان کے مانند خمیدہ ہو جائے مگر تم سے بغض رکھے تو (ان ساری عبادتوں کے باوجود) خدا ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔ (گنجی کہتے ہیں) ابن عساکر نے اپنی کتاب میں اسی طرح روایت کی ہے۔

یہ حدیث، حدیث نور کی تائید اور اس کو صحیح ثابت کر رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ حضرت علیؑ کی پیروی واجب ہے۔

ھ: گنجی ’’کفایۃ الطالب‘‘ کے باب ۵۸ میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

’’......عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : شجرۃ انا اصلھا و علیّ فرعھا و الحسن والحسین ثمرتھا و الشیعۃ ورقھا فھل یخرج من الطیب الا الطیب. و انا مدینۃ العلم و علی بابھا فمن اراد المدینۃ فلیاتھا بابھا. قلت ھکذا روی الخطیب فی تاریخہ‘‘ (۲) (حضرت) علیؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں درخت کی جڑ ہوں اور علی اس کی شاخ ہے

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص۵۱۵، حدیث ۲۷۴۔

۲۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص۳۳۸، حدیث ۱۳۸۔

اور حسن و حسین اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔ کیونکہ پاکیزہ سے پاکیزہ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو شہر میں آنا چاہتا ہے اس کو دروازے سے آنا چاہئے۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اسی کی خطیب (بغدادی) نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔

آنخضرتؐ کا حدیث شجرہ کے ساتھ حدیث مدینہ کا بیان کرنا اس بات کی علامت ہے کہ حدیث نور کی طرح حدیث شجرہ بھی حضرت علیؑ کی اعلمیت و افضلیت اور آپ کے حاکم و رئیس ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

و: گنجی نے "کفایۃ الطالب" کے چھپنویں باب کو اس سے مخصوص کیا ہے کہ علیؑ "امام الاولیاء" ہیں۔ اس بارے میں انھوں نے اعاظم سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"من سره ان يحيى حياتي و يموت مماتي و يسكن جنة عدن التي غرسها ربي عزوجل فليوال علياً من بعدي وليوال وليّه و ليقتد با الائمة بعدي فانهم عترتي خلقوا من طينتي ،رزقوا فهما و علما. ويل للمكذبين بفضلهم من امتي القاطعين فيهم صلتي لا انا لهم اللّه شفاعتي " (۱) کوئی چاہتا ہے کہ میری زندگی جیئے اور میری موت مرے اور اس جنت عدن میں رہے جس کے درختوں کو میرے پروردگار نے اپنے دستِ قدرت سے لگایا ہے وہ میرے بعد علی کو بھی اپنا حاکم سمجھے اور اس کے ولی کو بھی اپنا حاکم مانے اور میرے بعد کے اماموں کی پیروی کرے کیونکہ وہ میری عترت ہیں جو میری طینت سے خلق ہوئے ہیں اور انھیں علم و فہم ملا ہے۔ میری امت میں سے ان پر وائے ہو جو ان کے فضل و شرف کو جھٹلائے اور ان سے میرے رشتے کو قطع کرے۔ خدا ایسوں کو میری شفاعت میں شامل نہ کرے۔

یہ حدیث پیغمبرؐ اسلام کے بعد ائمہ کی اقتداء کو ثابت کر رہی ہے اور یہ بتا رہی ہے کہ ائمہ آنخضرتؐ کی عترت ہیں جن میں پہلے علیؑ ہیں۔ اور اس میں پیغمبرؐ اسلام نے اپنی امت کو خبردار کیا ہے کہ اگر اس نے

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص۳۳۲، حدیث۱۳۲۔

اہلبیتؑ کے فضائل سے انکار کیا یا ان سے قطع رحم کیا تو پھر وہ میری شفاعت سے محروم رہے گی۔

لہذا جنہوں نے حدیث نور یا دوسری حدیثوں سے انکار کیا وہ یقیناً حضرتؐ کے اس بیان میں شامل ہونے کی وجہ سے آپ کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔

ز: گنجی "کفایۃ الطالب" کے اسی باب میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

"..... انس بن مالک قال: بعثني النبي صلى اللّه عليه وسلم الى ابي برزة الاسلمي فقال له و انا اسمع رب العالمين عهد اليّ في علي بن ابي طالب فقال: انه راية الهدى ،منار الايمان و امام اوليائي و نور جميع من اطاعني .يا ابا برزه علي بن ابي طالب اميني غدا في القيامة وصاحب رايتي و اميني على مفاتيح خزائن رحمة ربي عزّوجلّ . قلت هذا حديث حسن اخرجه صاحب حلية الاولياء كما اخرجناه " انس بن مالک کا کہنا ہے کہ نبیؐ نے مجھ کو ابو برزہ کے پاس بھیجا (جب وہ آئے تو) ان سے فرمایا اور میں سن رہا تھا کہ پروردگار عالم نے مجھ سے علی بن ابی طالب کے بارے میں عہد لیا ہے کہ وہ پرچم ہدایت، منار ایمان، میرے اولیاء کا امام اور جتنے بھی میری اطاعت کرنے والے ہیں ان کا نور ہے۔ اے ابو برزہ روز قیامت علی بن ابی طالب میرا امین، میرا علمبردار اور میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کی کنجیوں کا امین ہوگا۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اس کی اُسی طرح صاحب حلیۃ الاولیاء نے روایت کی ہے جس طرح میں نے روایت کی ہے۔

یہ حدیث بھی ہمارے مدعا کو واضح لفظوں میں صحیح ثابت کر رہی ہے۔ کیونکہ یہ بتا رہی ہے کہ علیؑ پرچم ہدایت، منار ایمان، اور اولیاء الٰہی کے امام، اس کی اطاعت گزاروں کے نور، قیامت میں آنخضرتؐ کے امین اور آپ کے علمبردار ہیں کہ ان میں کی ہر صفت آپ کی افضلیت اور آپ کے دوسروں پر مقدم ہونے کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ بلکہ آنخضرتؐ کی حدیث کا صرف یہ ٹکڑا: "انه امام اوليائي" میرے (پروردگار نے) اولیاء کے امام، ہی آپ کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

ح: گنجی "کفایۃ الطالب" کے باب ۶۲ میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔۔علی بن ابی طالب کا بیان ہے کہ فتح خیبر کے دن رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا:"لولا ان تقول فیک طوائف من امتی ما قالت النصاریٰ فی عیسیٰ ابن مریم لقلت الیوم فیک مقالا لا تمر علی ملأ من المسلمین الا اخذوا من تراب رجلیک و فضل طهورک یستشفعوا به و لکن حسبک ان تکون منی و انا منک ترثنی و ارثک ،وانت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی . انت تؤدی دینی و تقاتل علی سنتی و انت فی الآخرة اقرب الناس منی و انک غدا علی الحوض و انک اول داخل الجنة من امتی و ان شیعتک علی منابر من نور مسرورون مبیضة وجوههم خولی اشفع لهم فیکونون غداً فی الجنة جیرانی و ان عدوک غدا ظماء مظمئین مسودة وجوههم مقمحین .حربک حربی و سلمک سلمی و سرّک سرّی و علانیتک علانیتی وسریرة صدرک کسریرة صدری و انت باب علمی و ان ولدک ولدی و لحمک لحمی و دمک دمی و ان الحق معک والحق علی لسانک و فی قلبک و بین عینیک و الایمان مخالط لحمک و دمک کما خالط لحمی و دمی و ان اللّه عزّوجلّ امرنی ان ابشرک انک و عترتک فی الجنة و ان عدّوک فی النار لا یرد علی الحوض مبغض لک و لا یغیب عنه محبّ لک. قال علیؑ فخرّرت اللّه سبحانه و تعالیٰ ساجدا و حمدته علی ما انعم علیّ من الاسلام والقرآن وحببنی الی خاتم النبیین و سید المرسلین "(۱) اگر تمہارے بارے میں امت سے خوف نہ ہوتا کہ وہ وہی کہے گی جو نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم

۱۔کفایۃ الطالب، ج۱، ص۳۱۰، حدیث ۲۰۹۔

کے بارے میں کہا تھا تو آج میں تمہارے بارے میں ایسی بات کہتا جس کو سن کر لوگ تمہارے قدموں کی خاک اٹھاتے اور اس سے طلب شفا کرتے۔

تمہارا فضل وشرف تو یہ ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تم میرے وارث ہو اور میں تمہارا وارث ہوں۔تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔تم ہی میرا قرض ادا کرو گے اور تم ہی میری سنت پر جنگ کرو گے، قیامت میں تم ہی سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگے، تم ہی حوض (کوثر) پر میرے ساتھ ہوگے، میری امت میں سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہوگے، تمہارے شیعہ نور کے منبروں پر ہوں گے اور وہ مسرور ہوں گے اور ان کے چہرے چمکتے ہوں گے۔ میں ان کی شفاعت کروں گا اور وہ جنت میں میرے ہمسایہ ہوں گے اور تمہارے دشمن روسیاہ وارد ہوں گے۔تمہاری جنگ میری جنگ اور تمہاری صلح میری صلح ہے۔تمہارا باطن میرا باطن اور تمہارا ظاہر میرا ظاہر ہے اور جو تمہارے دل میں ہے وہ میرے دل میں ہے۔تم ہی میرے علم کا دروازہ ہو، تمہاری اولاد میری اولاد، تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے۔ایمان تمہارے ساتھ ہے ۔حق تمہاری زبان، تمہارے قلب اور تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ایمان تمہارے گوشت و پوست میں اس طرح رچ بس گیا ہے جس طرح میرے گوشت پوست میں ۔اور خداوند متعال نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم کو بشارت دوں کہ تم اور تمہاری ذریت جنت میں رہیں گے اور تمہارے دشمن جہنم میں۔تم سے بغض رکھنے والا حوض کوثر پر آ نہیں سکتا اور تمہارا محب اس سے دور نہیں ہوسکتا۔علیؑ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے سجدے میں گر کر شکر خدا کیا اور اسلام وقرآن اور خاتم النبیین وسید المرسلین کی محبت جیسی نعمت پر اس کی حمد کی۔

اس حدیث کی خرگوشی، ابن مغازلی، خطیب خوارزمی، عمر ملا، ابن سبع اندلسی، ابراہیم وصابی، شہاب الدین احمد اور محمد بن اسماعیل یمانی نے بھی روایت کی ہے جیسا کہ عبقات الانوار مجلد حدیث منزلت میں ذکر

کیا جاچکا ہے۔ اور یہ حدیث واضح لفظوں میں بتارہی ہے کہ خُلق علیؑ خُلق نبیؐ تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے ''سرک سری و علانیتک علانیتی '' ارشاد فرمایا تھا جو حدیث نور کی تائید کررہی ہے۔ نیز اس حدیث سے حضرت علیؑ کی عصمت اور آپ کا ساری مخلوق حتیٰ ملائکہ، انبیاء اور اولیاء و اوصیاء سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ کا ظاہر و باطن پیغمبرؐ اسلام کے ظاہر و باطن کی طرح تھا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ ہر طرح کی خطاء و لغزش سے محفوظ اور ساری مخلوقات سے افضل تھے لہٰذا حضرت علیؑ بھی معصوم اور ساری مخلوق سے افضل ہوں گے۔ اور جب ایسا ہے تو بعد پیغمبرؐ امامت و خلافت کے لئے آپ ہی مقدم ہوں گے۔ لہٰذا آپ کے علاوہ جن لوگوں کو اس منصب کے لئے آگے بڑھایا گیا تھا ان کی امامت و خلافت باطل تھی۔

ط: گنجی ''کفایۃ الطالب'' کے چھبیسویں باب میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

''......عن انس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :مررت لیلة اسری بی الی السماء فاذا انا بملک جالس علی منبر من نور و الملائکة تحدق به فقلت یا جبرئیل سبقنی علی الی السماء الرابعة فقال لی یا محمد لا و لکن الملائکة شکت حبها العلی فخلق اللّٰه تعالیٰ هذا الملک من نور علی صورة علیؑ فا الملائکة تزوره فی کل لیلة جمعة و یوم جمعة سبعین الف مرّة یسبحون اللّٰه و یقدسونه و یهدون ثوابه لمحبیّ علی ۔ انس کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: شب معراج میں جب آسمان پر گیا تو ایک ملک کو نور کے منبر پر بیٹھا دیکھا جس کا ملائکہ (فرشتے) حلقہ کئے ہوئے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ ملک کون ہے؟ جبرئیل نے کہا آپ اس کے پاس جائیے اور اس کو سلام کیجئے۔ اب جو اس ملک کے پاس گیا اور اس کو سلام کیا تو دیکھا وہ میرا بھائی اور ابن عم علی بن ابی طالب ہے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا فلک چہارم پر مجھ سے پہلے آگئے؟ جبرئیل نے جواب دیا اے محمدؐ نہیں۔ ملائکہ نے جب علی کے شوقِ دیدار کا اظہار کیا تو اللہ نے اس ملک کو نور علیؑ سے صورت علی خلق کیا

اور ہر شب جمعہ و روز جمعہ ستر ہزار مرتبہ ملائکہ اس کی زیارت کرتے ہیں اور وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کا ثواب محبان علی کو ہدیہ کرتے ہیں۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوی اجلہ میں سے ہیں۔ میں نے صرف اسی طریق سے نقل کیا ہے۔ اس کی زید بن ہارون نے حمیر سے اور انھوں نے انس سے روایت کی ہے اور یہ ثقہ ہیں۔ (۱)

یہ حدیث واضح لفظوں میں بتارہی ہے کہ جس ملک کو خدا نے صورت علی میں نور سے خلق کیا تھا وہ سارے ملائکہ سے افضل تھا تو پھر علی کے نور سے خلق ہونے اور بعد پیغمبرؐ ساری مخلوق سے افضل ہونے میں کیوں شک وشبہ کیا جاتا ہے؟

ی: خطب خوارزمی اپنی ''مناقب'' میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

''...... عن عبد اللّٰه بن عمر قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و سئل بای لغة خاطبک ربک لیلة المعراج .فقال خاطبنی بلغة علی بن ابی طالب فالهمنی ان قلت یا رب خاطبتنی ام علی فقال یا احمدا ناشئی لا کا الاشیاء لا اقاس باالناس و لا اوصف باالشبهات خلقتک من نوری و خلقت علیا من نورک فاطلعت علی سرائر قلبک فلم اجد احداً فی قلبک احب الیک من علی بن ابی طالب فخاطبتک بلسانه کیمایطمئن قلبک '' (۲) عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ جب رسولؐ خدا سے پوچھا گیا کہ شب معراج آپ کے پروردگار نے کس زبان میں گفتگو کی تھی تو میں (عبداللہ) نے حضرت کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ خدا نے مجھ سے زبان علیؑ میں گفتگو کی تھی۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ پوچھوں اے پروردگار مجھ سے تو گفتگو کررہا ہے یا علی؟ کہ اتنے میں الہام ہوا اے احمد میں شئی ہوں لیکن دوسری اشیاء

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص۲۱۲، حدیث ۶۹۔

۲۔ مناقب خوارزمی، ص۷۸، حدیث ۶۱۔

کی طرح نہیں۔ نہ کسی انسان پر قیاس کیا جاسکتا ہے اور نہ میری توصیف تشبیہات و امثلہ سے ہوسکتی ہے۔ میں نے تم کو اپنے نور سے اور علی کو تمہارے نور سے خلق کیا ہے۔ میں نے تمہارے دل کی اندورنی حالت کو معلوم کیا تو تمہارے دل میں علی سے زیادہ کسی کی محبت نہیں دیکھی اسی لئے میں نے علیؑ کی زبان میں تم سے گفتگو کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیغمبرؐ اسلام حضرت علیؑ سے اس لئے محبت کرتے تھے کہ آپ کی خلقت نور محمدی سے ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ خدا نے بجائے کسی نبی یا وصی کے علیؑ کی زبان میں گفتگو کی تھی، اس کے مطابق حدیث نور حضرت علیؑ کی افضلیت واکرمیت کو ثابت کرتی ہے۔ اور جب ایسا ہے تو کسی کو آپ پر مقدم کرنا حدیث کی روشنی میں غلط بات ہے خاص طور سے مذکورہ (ز،ی) اس حدیث کے مطابق جس میں آپ کو پرچم ہدایت، منار ایمان، امام الاولیاء اور سارے مطیعین کا نور کہا گیا ہے۔

سید علی ہمدانی نے اس حدیث کی صحت سے مطمئن ہونے کی وجہ سے بڑے وثوق سے اس کی روایت کی ہے۔

حدیث نور اور عرفاء اہلسنت

حدیث نور کی تشریح عرفاء اہلسنت نے اس طرح کی ہے جس سے حضرت علیؑ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ چند عرفاء کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ابن عربی

شیخ محی الدین ابن عربی اہلسنت کے اکابر علماء واعاظم عرفاء میں ہیں۔ خود شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ ان کو انھوں نے شیخ اکبر سے ملقب کیا ہے اور ان کی عبارتیں اپنے رسالہ رویا میں نقل کی ہیں۔ ابن عربی قائل ہیں کہ عالم نور میں خدا سے سب سے زیادہ قریب پیغمبرؐ اسلام تھے اور پیغمبرؐ اسلام سے سب سے زیادہ قریب حضرت علیؑ تھے جیسا کہ وہ "فتوحات مکیہ" کے چھٹے باب میں بدء خلق میں لکھتے ہیں:

"خدا اس وقت تھا جب کچھ نہ تھا اور وہ ہمیشہ ایک جیسا تھا۔ کائنات کو خلق کرنے کے

بعد کسی ایسی صفت کا اس میں اضافہ نہیں ہوا جو اس میں پہلے سے نہ رہی ہو۔ جب اس نے کائنات کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے علم سے اس کی ابتداء اس طرح کی جس طرح معمار مکان بنانے سے پہلے نقشہ بناتا ہے اور پھر اس کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ اس نے صادر نخستین کو خلق کیا جس میں ان ساری چیزوں کی شکل وصورت تھی جنہیں اس کو خلق کرنا تھا۔ جیسا کہ علی بن ابی طالب اور سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ پھر خدا نے ہبا کو اپنے نور سے متجلی کیا جس کو حکماء ہیولی کل کہتے ہیں اور عالم بالقوہ اس میں ہے۔ پس عالم انوار میں ہر شئی نے اپنی استعداد وصلاحیت کے لحاظ سے اس کو قبول کیا جس طرح گھر کے گوشہ وکنار چراغ کے نور کو قبول کرتے ہیں کہ جو جتنا اس سے قریب ہوتا ہے وہ اتنا ہی منور ہوتا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہوتا ہے: **مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح**۔ پس اپنے نور کو مصباح (چراغ) سے تشبیہ دی اور عالم ہباو نور میں حقیقت محمدی ہی سب سے زیادہ قریب تھی جس کو عقل اول کہتے ہیں۔ لہذا وہی ساری کائنات کے سردار اور ان ہی کا وجود سب سے پہلے تھا اور ان کا ظہور اسی نور الٰہی سے ہوا تھا اور عالم ہباو نور میں ان کا عین اور عالم کا عین اس کی تجلی سے تھا اور ساری کائنات کے امام اور سارے انبیاء کے اسرار کے جامع علی بن ابی طالب ہی سب سے زیادہ ان سے قریب تھے"(۱)

ابن عربی کا مذکورہ بالا بیان ہمارے مدعا کو چند طرح سے ثابت کرتا ہے:

۱۔ عبارت سے ظاہر ہے کہ عالم نور میں خدا سے سب سے زیادہ قریب پیغمبرؐ اسلام تھے اسی وجہ سے وہ ساری کائنات کے سردار ہوئے اور آپ ہی سب سے پہلے وجود میں آئے اور ساری کائنات آپ کے تجلی نور کے طفیل میں خلق ہوئی اور حدیث نور کی روشنی میں چونکہ حضرت علیؑ کی خلقت پیغمبرؐ اسلام کی خلقت کے مقارن ہے اور آپ کا اور آنحضرتؐ کا نور ایک ہی تھا۔ لہذا حضرت علیؑ بھی بعد پیغمبرؐ ساری کائنات کے سردار تھے کیونکہ آپ کے اور آنحضرتؐ کے ہی طفیل میں کائنات خلق ہوئی تھی۔ لہذا جب سوائے پیغمبرؐ اسلام کے

۱۔ الفتوحات المکیۃ، ج۱، ص۱۱۹، باب۶، فی بدء الخلق۔

انبیاء و مرسلین اور اولیاء و صالحین کو آپ پر مقدم نہیں کر سکتے تو پھر کس طرح خلفاء ثلاثہ آپ پر مقدم ہو جائیں گے۔

۲۔ ابن عربی نے تصریح کی ہے کہ عالم نور میں پیغمبرؐ اسلام سے سب سے زیادہ قریب حضرت علیؑ تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک حدیث نور کی صحت یقینی تھی اور چونکہ عالم نور میں پیغمبر اسلام سے آپ سب سے زیادہ قریب تھے اس لئے بعد پیغمبرؐ آپ کی سیادت بھی یقیناً ہوئی کیونکہ ابن عربی کے بقول عالم نور میں رسالتمآب کی سیادت آپ کی اقربیت کی وجہ سے تھی لہذا بعد پیغمبرؐ حضرت علیؑ کی سیادت بھی اسی اقربیت کی وجہ سے ہوگی کیونکہ عالم نور میں آپ ہی آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔

۳۔ ابن عربی کا حضرت علیؑ کو ساری کائنات کا امام کہہ دینا ہی ہمارے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اور جب کائنات کے امام ہونے کی وجہ سے امام جمیع انبیاء و مرسلین اور کل اولیاء و صالحین ہوئے تو کائنات میں اگر خلفاء ثلاثہ داخل ہیں تو ابن عربی کے بیان کی روشنی میں ان پر بھی آپ کی امامت ثابت ہے۔

۴۔ ابن عربی نے حضرت علیؑ کی صرف امامت کی تصریح نہیں کی ہے بلکہ کہا ہے کہ آپ جامع اسرار جمیع انبیاء تھے یعنی جن اسرار و علوم و کمالات کے انبیاء حامل تھے وہ سب کے سب آپ میں پائے جاتے تھے اور یہی آپ کی افضلیت کو ثابت، اور جن کو کلالہ کے معنی معلوم نہیں تھے ان کے مقدم ہونے کو باطل کرتی ہے اور جب آپ سارے انبیاء کے کمالات کے حامل تھے تو پھر وہ حدیث (تشبیہ) جس میں پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ جو آدم کا علم، نوح کا فہم، موسیٰ کی مناجات، عیسیٰ کا زہد اور محمدؐ کا کمال دیکھنا چاہتا ہے اس کو علیؑ کی طرف نظر کرنا چاہئے، کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو آپ کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے بلکہ ابن عربی کی نظر میں حدیث نور اور حدیث تشبیہ جیسی ہر وہ حدیث صحیح ہے جو افضلیت علیؑ پر دلالت کرے۔ اس سے شاہ صاحب کی یہ بات بھی غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ حدیث مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔

ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے دسویں باب فی معرفۃ دورۃ الملک اور باب ۳۳۷ میں بھی آنحضرتؐ کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں اور حدیث نور کی روشنی میں چونکہ دونوں ایک نور سے خلق ہوئے ہیں لہذا وہ سارے کمالات جو آنحضرت کو حاصل تھے علیؑ کو بھی حاصل ہوں گے۔ لہذا کوئی بھی آپ پر مقدم نہیں ہوسکتا اور آپ ہی آنحضرتؐ کے بعد بلافصل خلیفہ ہوں گے۔ اس لئے کہ آدم سے عیسیٰ تک ہزاروں انبیاء گزرے اور کسی کی شریعت میں مفضول کو افضل پر ترجیح نہیں دی گئی تو پھر شریعت مصطفوی میں جو سب سے

بہتر اور کامل شریعت ہے کس طرح علیؑ جیسے افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو ترجیح دی جا سکتی ہے؟

ابن عربی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے ان کو شیخ الاکبر، امام المحققین، شیخ الطریقۃ اور بحر الحقیقۃ سے ملقب کیا گیا ہے۔ لواقع الانوار، ذیل تاریخ بغداد، لطائف المنن، کتاب اعلام اخیار، ازنیقی کی مدینۃ العلوم، صبح صادق فی شرح المنار، الاشاعۃ لاشتراط الساعۃ، نفحات الانس اور دہلوی کے رسالہ رویا میں ان کا شرح حال موجود ہے اور ان کی کرامتوں کے نمونے لکھے گئے ہیں۔

ابن عربی ہی کی عبارت کو شیخ عبدالوہاب شعرانی نے "الیواقیت والجواہر" (۱) میں اور شمس الدین فناوری نے "مصباح الانس" (۲) میں نقل کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی بھی نظر میں حضرت علیؑ کی افضلیت ثابت ہے۔ اسی طرح سید محمد گیسودراز نے الاسمار کے سمر ۴۲ میں، قسطلانی نے مواہب لدنیہ کے مقصد اول میں، شہاب الدین دولت آبادی نے ہدایۃ السعداء میں، سہروردی نے العوارف میں، ابونعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ کے مقدمہ میں اور محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ کے معراج اول میں پیغمبرؐ اسلام کے بارے میں جو باتیں لکھی ہیں وہی حضرت علیؑ پر بھی صادق آتی ہیں کیونکہ دونوں ایک ہی نور سے خلق ہوئے تھے۔

۲۔ سید علی ہمدانی

سید علی ہمدانی اپنی کتاب "مشارب الاذواق" میں ابن فارض کے قصیدۂ میمیہ کے اس شعر: لھا البدر کاس و ھی شمس یدیرھا . ھلال و کم یبدو اذا مزجت نجم. کی شرح میں لکھتے ہیں:

"شاعر کی اس سے مراد یا اعیان خارجی ہیں یا حقائق نفسانی۔ پہلی صورت میں بدر سے مراد حقیقت محمدیہ ہے جو مظہر آفتاب احدیت تھے اور ہلال سے مراد علی ہیں جو ساقی شراب محبت ذوالجلال تھے اور جن کے بارے میں پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا تھا: انا مدینۃ العلم و علی بابھا (میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے) اور جس طرح ہلال (چاند) بدر کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں بلکہ اسی کا جز ہے اسی طرح سید اولیاء

۱۔ الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۰۔

۲۔ مصباح الانس، ص ۱۷۵۔

سیدالانبیاءؐ کا ایک جز ہیں اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے فرمایا: خلقت انا و علی من نور واحد، علی منی و انا منه (میں اور علی ایک نور سے خلق کیے گئے ہیں، علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں) اور پھر احکام شرائع مصطفوی اور اعلام حقائق مرتضوی کے امتزاج سے اولیاء معرض ظہور میں آئے اور آنحضرتؐ کا آپ کے بارے میں انا و انت ابوا هذه الامة (میں اور تم اس امت کے باپ ہیں) فرمانا اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ ہی منبع اسرار معارف توحید اور مطلع انوار معالم تحقیق تھے اور اہل کشف وشہود آپ ہی کی ہدایت سے کمال کی منزلوں تک پہنچتے ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے فرمایا: انا المنذر و علی الهادی و بک یا علی یهتدی المهتدون (میں منذر ہوں اور علی ہادی ہے اور اے علی تم ہی سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے) اور جب ایسا ہے تو اولیاء کو انوار حقائق اسی مشکوٰۃ ولایت علی سے حاصل ہوئے تھے۔ اب اس امام ہادی کے ہوتے ہوئے کسی غیر کی پیروی کرنا کوتاہ بینی ہے"۔

سید علی ہمدانی کی مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت علیؑ اور پیغمبرؐ اسلام ایک ہیں جس طرح ہلال وہی بدر ہے اسی طرح رسولؐ وہی علی ہیں اور سارے اولیاء و اوصیا ان ہی دونوں سے فیضاب ہوئے تھے۔ لہذا پیغمبرؐ اسلام کے بعد آپ ہی سب سے افضل ہوں گے اور افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو مقدم کرنا قبیح عمل ہے۔

۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی "ازالۃ الخفا" کے مقصد اول کی دوسری فصل از لوازم خلافت خاصہ میں لکھتے ہیں:

"انبیاء کے نفوس بہت ہی باصفا اور بلند فطرت خلق کیے گئے تھے اور صفا اور بلند فطرت کی وجہ سے حکمت الٰہی متقاضی ہوئی کہ انھیں نبی بنایا جائے اور عالم کی ریاست ان کے اختیار میں دی جائے۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے: "اللّٰه اعلم حیث یجعل رسالته" اور امت میں بھی کچھ ایسے افراد خلق کیے گئے جن کے نفوس انبیاء کے قریب تھے اور یہی افراد درحقیقت امت میں انبیاء کے خلفاء تھے کیونکہ آفتاب کو آئینہ میں تو دیکھا جا سکتا ہے لیکن خاک و چوب و سنگ میں نہیں دیکھا جا سکتا اور یہی خلاصۂ امت تھے اور یہی نفوس قدسیۂ نبویہ سے اس طرح متاثر ہوئے کہ کوئی دوسرا متاثر نہ ہوسکا۔ آنحضرتؐ سے جو بھی حاصل کیا ان کے قلوب نے ان کی صحت کی گواہی دی گویا ان کے قلوب نے ان کا اجمالی ادراک کیا اور پھر آنحضرتؐ کے کلام نے اس اجمال کی تفسیر و تشریح کی پھر اس کے بعد ایک اور جماعت آئی جو مرتبہ میں پہلے سے کم تھی یہاں تک کہ نوبت مسلمانوں کی آئی۔ لہذا خلافت خاصہ کا حامل جس طرح ظاہری طور پر مسلمانوں کا رئیس ہوتا ہے اسی طرح صفاء دل کے لحاظ سے باطنی طور پر بھی ان کا رئیس ہوتا ہے تاکہ ریاست ظاہری، ریاست باطنی کے ہمدوش ہو" (۱)

شاہ صاحب (تحفۂ مولف) کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ بیان ہمارے مدعا کو چند طرح سے ثابت کر رہا ہے:

۱۔ شاہ ولی اللہ کا یہ کہنا کہ ان کے صفا اور بلند فطرت کی وجہ سے حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ کائنات کی ریاست ان کو عطا کی جائے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ جب ایسا ہے تو حدیث نور کی روشنی میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو کائنات کی ریاست کہ وہ خلافت عامہ اور حکومت تامہ ہے عطا کی جائے کیونکہ صفا اور بلند مرتبہ ہونے کے لحاظ سے پیغمبرؐ اسلام کے سوا ہی سارے انبیاء سے افضل تھے۔ اس لئے کہ آپ کا اور رسولؐ خدا کا نور ایک تھا۔ لہذا شاہ صاحب کا اپنے والد کی مخالفت کرنا اور حدیث نور کے امامت پر دلالت سے انکار تعجب خیز بات ہے۔

۲۔ شاہ ولی اللہ کا یہ کہنا کہ امت میں ایسے افراد خلق کیے گئے ہیں جن کے نفوس انبیاء سے قریب ہیں۔ یہ خود بعد پیغمبرؐ حضرت علیؑ کی خلافت کو ثابت کرتا ہے کیونکہ حدیث نور اسی معنی پر دلالت کر رہی ہے اور آپ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں جو اس مرتبے تک پہنچا ہو۔

۱۔ ازالۃ الخفا، ج۱، ص۲۳۔

۳۔ شاہ ولی اللہ نے سورج سے تشبیہ دی ہے کہ وہ آئینہ ہی میں منعکس ہوتا ہے نہ کہ خاک وچوب و سنگ میں، اس کا مطلب یہ ہے کہ خلیفۂ رسول کو آئینہ کے مثل ہونا چاہئے اور اس میں شک نہیں کہ علیؑ ہی نبیؐ کے صفات کے آئینہ تھے۔ بلکہ حدیث نور کی روشنی میں دونوں ایک ہی تھے اور آپ کے علاوہ کوئی بھی حتی انبیاء ومرسلین بھی آنحضرتؐ کے برابر نہیں تھے تو پھر کیسے وہ افراد آپ کے برابر ہو سکتے ہیں جن میں صفات پیغمبرؐ اور آپ کے اخلاق حمیدہ کی بو بھی نہیں آتی تھی۔

۴۔ شاہ ولی اللہ کا یہ کہنا کہ وہی خلاصۂ امت تھے، اس بات کی تصریح ہے کہ خلفاء انبیاء خلاصۂ امت تھے اور ان کے علاوہ کسی نے آنحضرتؐ کے نفس قدسیہ سے اخذ نہیں کیا اور جس چیز کو انھوں نے پیغمبرؐ اسلام سے حاصل کیا اس کی ان کے دل نے گواہی دی۔ اور ظاہری بات ہے کہ حدیث نور کی روشنی میں یہ بلند وعظیم مرتبہ سوائے حضرت علیؑ کے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اب اگر کوئی عقلمند صرف اسی نکتہ پر غور کر لے تو اس کو حضرتؑ کے بلافصل خلیفہ ہونے اور دوسروں کی خلافت کے باطل ہونے میں ذرہ برابر شک نہ ہوگا۔

۵۔ شاہ ولی اللہ کا یہ کہنا کہ صاحب خلافت خاصہ جس طرح ظاہری طور پر مسلمانوں کا رئیس ہوتا ہے اسی طرح صفا اور بلند فطرت میں باطنی طور پر بھی امت کا رئیس ہوتا ہے، تو اس بارے میں میں (میر حامد حسین) کہتا ہوں کہ حدیث نور کی روشنی میں یہ بھی حضرت علیؑ ہی سے مخصوص ہے لہٰذا بعد پیغمبرؐ ظاہر و باطن میں آپ ہی امت کے رئیس ہوں گے تا کہ وہ ولی اللہ دہلوی کے بقول ریاست ظاہری، ریاست باطنی کے ہمدوش رہے۔

عطار نیشاپوری نے اسرار نامہ میں حدیث نور کو اس طرح نظم کیا ہے:

تو نور احمد و حیدر یکی دان که تا گردد به تو اسرار آسان

شاہ صاحب (مؤلف تحفہ اثنا عشریہ) کی بقیہ باتوں کے جوابات

شاہ صاحب: ''حضرت امیر (علیؑ) کا نور نبویؐ میں شریک ہونا آپ کے بلافصل امام وخلیفہ ہونے کا لازمہ نہیں ہے''۔

میر حامد حسین: یہ شاہ صاحب کی ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ خود علماء و محققین اہلسنت کے بقول، نور علوی نور نبویؐ کا جز تھا اور خلق وایجاد میں آدم اور دیگر انبیاء پر مقدم تھا۔ لہٰذا آپ کی افضلیت ثابت ہے اور خلفاء ثلاثہ پر آپ کی افضلیت تو بدیہیات میں سے ہے اور یہی بعد پیغمبرؐ آپ کے بلافصل امام

وخلیفہ ہونے کے لئے کافی ہے جیسا کہ شاہ صاحب کے والد (شاہ ولی اللہ)، ابن تیمیہ اور دیگر علماء اہلسنت نے اسی بات کی تصریح کی ہے۔

نیز شاہ صاحب کے اشتراک (یعنی نور علیؑ کا نور نبیؐ میں شریک ہونے) سے کیا مراد ہے، واضح نہیں ہے۔ غالباً موصوف دونوں نوروں میں تفکیک کرنا چاہ رہے تھے اور بتانا چاہ رہے تھے کہ آپ کا نور نور نبوی سے کم تھا۔ لیکن بہت ساری حدیثوں نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ہر شئی کی خلقت سے پہلے یہ دونوں نور ایک تھے اور اصلاب وارحام میں ایک ہی رہے یہاں تک کہ صلب عبد المطلب میں دو حصوں میں تقسیم ہوئے (حتی انقسم الی نصفین فی صلب عبد المطلب) نصف نور نبوی ہوا اور نصف نور علوی اور یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ نور علوی نور نبوی کے مساوی ہے، اور جن حدیثوں میں لفظ نصف آیا ہے اس کو اسی معنی پر حمل کریں گے اور جن حدیثوں میں لفظ جز آیا ہے اس کو نصف پر تو حمل نہیں کر سکتے لیکن ایک شئی کے دو جز میں تقسیم ہونے سے ذہن میں تساوی ہی آتا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کہے کہ ایک گز کپڑے کو دو حصوں میں تقسیم کرو تو اس سے ذہن میں آتا کہ کپڑے کو دو حصوں میں مساوی تقسیم کرنا چاہتا ہے اور اگر مان بھی لیں کہ آپ کا نور پیغمبرؐ اسلام کے نور سے کم تھا تب بھی بعد پیغمبرؐ آپ کا ساری مخلوق سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے پھر کس طرح وہ افراد آپ کے مقابلے آسکتے ہیں جو نور سے محروم بلکہ سابقہ کفر رکھتے تھے۔

شاہ صاحب: ''نسبی لحاظ سے حضرت امیر (علیؑ) کے آنحضرتؐ سے قریب ہونے میں کوئی بحث نہیں ہے''۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب نے حدیث نور کو صرف نسبی قرابت پر حمل کیا جب کہ ان سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کہا اس کے باوجود اس میں حدیث نور کے صحیح ہونے کا اعتراف ہے اور جنہوں نے اس حدیث کو باطل کہا ہے ان کی رد ہو رہی ہے۔ اسی طرح ابن جوزی، ابن روزبہان، کابلی، پانی پتی اور خود اپنے ہی دعوے کی انھوں نے تکذیب کر دی ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ کے نسبی قرابت میں کوئی بحث نہیں ہے تو یہ حضرت عمر کا جواب بن جاتا ہے کیونکہ انھوں نے آپ کے رسولؐ خدا کے بھائی ہونے سے انکار کیا تھا جیسا کہ ابن قتیبہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں لکھتے ہیں:

''ابو بکر کو ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا جو ان کی بیعت سے منہ موڑ کر علیؑ کے پاس

جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کے پاس عمر بن خطاب کو بھیجا۔ وہ آئے اور انھوں نے ان لوگوں کو پکارا جو خانہ علی میں تھے لیکن انھوں نے باہر آنے سے انکار کر دیا تو عمر نے لکڑیاں منگوائیں اور کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں عمر کی جان ہے نکل آؤ ورنہ اس میں آگ لگا دوں گا اور جو اس میں ہیں انکو پھونک دوں گا۔ کسی نے کہا اے ابوحفص (عمر) اس میں تو فاطمہ ہیں عمر نے کہا ہوا کریں۔ تب وہ لوگ گھر سے نکل آئے اور بیعت کر لی مگر علی نہیں نکلے۔ عمر نے خیال کیا کہ علی نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہیں کر لیں گے دوش پر ردا نہ ڈالیں گے اس لئے وہ باہر نہ آئے۔

اس کے بعد فاطمہ دروازے پر کھڑی ہوئیں اور بولیں: تم سے بدتر قوم سے مجھ کو پالا نہیں پڑا۔ تم نے جنازۂ پیغمبرؐ ہمارے پاس چھوڑ دیا اور اپنے کام کے جوڑ توڑ میں لگ گئے۔ نہ تم نے ہم سے مشورہ لیا نہ ہی ہمارا حق دیا۔ یہ سن کر عمر ابوبکر کے پاس آئے اور بولے کیا آپ اس شخص (علیؑ) سے جو آپ سے منھ پھیرے ہوا ہے بیعت نہیں لیں گے؟ ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا جا کر علی کو میرے پاس بلا لاؤ۔ قنفذ علیؑ کے پاس گیا۔ علی نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا آپ کو خلیفۂ رسول بلا رہے ہیں۔ علیؑ نے کہا کتنی جلد تم لوگوں نے رسولؐ خدا پر جھوٹ باندھا۔ قنفذ نے واپس آ کر علیؑ کی بات سنائی اس پر ابوبکر دیر تک روئے پھر عمر نے کہا تم اس روگردانی کرنے والے سے بیعت لینے میں ڈھیل نہ کرو۔ تب ابوبکر نے قنفذ سے کہا پھر علیؑ کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ کو امیرالمومنین بلا رہے ہیں تا کہ آ کر بیعت کر لیں۔ قنفذ علیؑ کے پاس آیا اور خلیفہ کا پیغام سنایا۔ علیؑ نے بلند آواز میں کہا سبحان اللہ کیا اچھا دعویٰ ہے جس کا مطلق اس کو حق حاصل نہیں ہے۔ قنفذ آیا اور علی کی بات بتائی جس کو سن کر ابوبکر بہت روئے پھر عمر اٹھے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی چلی یہاں تک کہ دروازہ فاطمہؑ پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا جب فاطمہ نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں تو بہت زور سے چلائیں اور پکاریں اے بابا رسولؐ خدا ہم آپ کے بعد ابن خطاب (عمر) اور ابن ابی قحافہ (ابوبکر) کے

ہاتھوں کیا کیا مصیبتیں دیکھ رہے ہیں۔ جب ان لوگوں نے فاطمہؑ کی گریہ و فریاد سنی تو الٹے پلٹ گئے اور قریب تھا کہ ان کے دل پھٹ جائیں اور کلیجہ شق ہو جائیں۔ مگر عمر اور ان کے کچھ ساتھی وہیں رک گئے اور وہ علی کو گھر سے نکال کر ابوبکر کے پاس لے گئے اور کہا بیعت کرو۔ علیؑ نے کہا اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے؟ جواب ملا قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اس صورت میں تمہاری گردن اڑا دیں گے۔ آپ نے فرمایا: تو تم ایک بندۂ خدا اور رسولؐ خدا کے بھائی کو قتل کرو گے عمر نے کہا کہ بندۂ خدا تو ٹھیک ہے مگر رسولؐ خدا کا بھائی کہنا غلط ہے اور ابوبکر چپکے بیٹھے ہوئے سنا کئے اور کچھ نہ بولے تب عمر نے کہا ان کے بارے میں حکم کیوں نہیں دیتے۔ اس پر ابوبکر بولے جب تک فاطمہؑ ہیں ان پر کسی بات پر جبر نہیں کر سکتا۔ پھر علیؑ قبر پیغمبرؐ پر آئے اور نالہ و فریاد کرنے لگے اور رو رو کر کہنے لگے اے ابن عم اس قوم نے مجھ کو کمزور و بے بس کر دیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتی"۔(۱)

شاہ صاحب: "بحث اس میں ہے کہ آیا نسبی قرابت خلافت بلافصل کا لازمہ ہے؟"

میر حامد حسین: پیغمبرؐ اسلام نے بہت ساری حدیثوں میں ارشاد فرمایا کہ مجھ کو خدا نے ساری مخلوق میں بنی ہاشم سے چنا، لہذا بنی ہاشم سب سے افضل ہوئے اور جب حضرت علیؑ بنی ہاشم سے تھے بلکہ بعد نبیؐ بالاجماع ان میں سب سے افضل تھے تو پھر آپ خلفاء ثلاثہ سے بھی افضل ہوئے کیونکہ وہ لوگ بنی ہاشم سے نہیں تھے۔ پھر بنی ہاشم کی افضل فرد کے ہوتے ہوئے کس طرح کسی کو مقدم کیا جا سکتا ہے۔ درج ذیل حدیثیں میرے دعوے کی تائید کر رہی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

الف: مسلم اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

"........عن ابی عمار شداد انه سمع واثلة بن الاسقع یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ان الله عزّوجلّ اصطفی کنانه من ولد اسماعیل علیه الصلواة والسلام و اصطفیٰ قریشاً من کنانه و

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ص ۱۶، کیف کانت بیعۃ علی بن ابی طالبؑ۔

اصطفیٰ من قریش بنی ہاشم و اصطفانی من بنی ہاشم "(۱) ابو عمار شداد نے واثلہ بن اسقع کو کہتے ہوئے سنا کہ میں (واثلہ) نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ خدا نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔

اس حدیث کی شرح میں نووی لکھتے ہیں:

"استدل بہ اصحابنا علی ان غیر قریش من العرب لیس بکفوء لهم ولا غیر بنی هاشم کفو لهم الا بنی المطلب فانهم هم و بنوهاشم شئی واحد کما صرّح به فی الحدیث الصحیح . واللّٰہ اعلم "(۲) اسی حدیث سے ہمارے علماء نے استدلال کیا ہے کہ عرب میں غیر قریش، قریش کے کفو نہیں ہیں۔ اسی طرح غیر بنی ہاشم، بنی ہاشم کے کفو نہیں ہیں سوائے بنی مطلب کے کیونکہ وہ اور بنی ہاشم حدیث صحیح کی روشنی میں ایک ہیں۔ واللہ اعلم۔

ب: ترمذی اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

"......عن ابی عمار عن واثلہ بن الاسقع قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ان اللّٰہ اصطفیٰ من ولد ابراهیم اسماعیل واصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانة و اصطفی من بنی کنانة قریشا واصطفی من قریش بنی هاشم و اصطفانی من بن هاشم "(۳) ابو عمار نے واثلہ بن اسقع سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدا نے اولاد ابراہیم میں اسماعیل کا انتخاب کیا اور اولاد اسماعیل میں بنی کنانہ کا اور بنی کنانہ میں قریش کا اور قریش میں بنی ہاشم کا اور بنی ہاشم میں میرا انتخاب کیا۔

۱۔ صحیح مسلم، ج۷، ص۵۸، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبیؐ۔
۲۔ شرح صحیح مسلم نووی، ج۱۵، ص۳۶، کتاب الفضائل، دار الکتاب العربی۔
۳۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۵۴۴، حدیث ۳۶۰۵، کتاب المناقب۔

نیز وہ اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

"------- عباس بن عبد المطلب کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے کہا کہ قریش بیٹھے ہوئے اپنے حسب کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور آپ کو انھوں نے ہموار زمین میں کھجور کے درخت کے مانند کہا ہے۔ یہ سن کر نبیؐ نے فرمایا: ان اللّٰہ خلق الخلق فجعلنی من خیر فرقهن و خیر الفریقین ، ثم خیر القبائل فجعلنی من خیر القبیلة ثم خیر البیوت فجعلنی من خیر بیوتهم فانا خیرهم نفسا و خیرهم بیتا .هذا حدیث حسن "(۱) خدا نے مخلوق کو خلق کیا اور مجھ کو بہترین گروہ میں قرار دیا پھر اس نے قبائل کو اختیار کیا اور مجھ کو بہترین قبیلہ میں قرار دیا پھر اس نے گھر کا انتخاب کیا اور میرے گھر کو سب سے بہتر قرار دیا۔ لہٰذا میں خود بھی سب سے بہتر ہوں اور میرا گھر بھی سب سے بہتر ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

ج: ابن اثیر لکھتے ہیں:

"واثلہ بن اسقع کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا: خدا نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب کیا۔ اس کی مسلم اور ترمذی نے روایت کی ہے"۔(۲)

نیز وہ لکھتے ہیں:

"مطلب بن وداعہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ عباس خدمتِ پیغمبرؐ میں آئے آپ کے کان میں لوگوں کی باتیں پہنچ چکی تھیں۔ حضرتؐ منبر پر جا کر بولے: بتاؤ میں کون ہوں؟ سب نے کہا آپ خدا کے رسول ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ خدا نے مخلوق کو خلق کیا اور مجھ کو بہترین گروہ میں قرار دیا۔ پھر ان کے لئے قبائل کا انتخاب کیا اور مجھ کو بہترین قبیلہ میں قرار دیا۔ پھر ان کے لئے گھروں کا انتخاب کیا

۱۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۵۴۵، حدیث ۳۶۰۷، کتاب المناقب۔
۲۔ جامع الاصول، ج۸، ص۵۳۵، حدیث ۶۳۳۸۔

اور میرے لئے بہترین گھر کا انتخاب کیا۔ لہذا میں سب سے بہتر ہوں۔ اس کی ترمذی نے روایت کی ہے'' (۱)

د: واقدی نے ''فتوح الشام'' میں قسطنطین سے عمرو عاص کے مکالمے کو نقل کیا ہے جس کا آخری ٹکڑا یہ ہے:

''عمرو بن عاص نے کہا: خدا نے میرے نبیؐ کے لئے صلب آدم سے صلب عبداللہ تک بہترین نسب کا انتخاب کیا۔ اس نے اولاد اسماعیل میں بہترین انسان کو قرار دیا۔ پھر قریش میں بنی ہاشم کو بہترین قرار دیا۔ پھر بنی ہاشم میں بنی عبدالمطلب کو بہترین قرار دیا۔ پھر بنی عبدالمطلب میں ہمارے نبی صلوات اللہ وسلامہ کو قرار دیا۔ پھر ان کو رسول مبعوث کیا اور نبی بنایا اور جبرئیل ان پر وحی لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ میں نے مشرق ومغرب کا چکر لگایا لیکن اے محمد تم سے بہتر کسی کو نہ پایا۔ جب عمرو عاص نے رسول خداؐ کے بارے میں ایسا کہا تو انکے قدم کانپ گئے، ان کے اعضاء و جوارح میں رعشے پڑ گئے، ان کے دل ہل گئے اور قسطنطین کے دل میں آپ کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا ہے کہ انبیاء اپنی قوم کے معزز گھرانے ہی میں بھیجے گئے تھے'' (۲)

ھ: ابن سعد مذکورہ حدیث واثلہ بن اسقع کی روایت کرنے کے بعد اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

''.....ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: قسم اللہ الارض نصفین فجعلنی فی خیرهما ثم قسم النصف علی ثلاثة فکنت فی خیر ثلث منها ثم اختار العرب من الناس ثم اختار قریشا من العرب ثم اختار بنی هاشم من قریش ثم اختار بنی عبد المطلب من بنی هاشم ثم اختار نی من بنی عبد المطلب'' (۳) نبیؐ نے فرمایا: خدا نے زمین کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھ کو ان میں بہترین میں قرار دیا۔ پھر اس نصف کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور مجھ کو

۱۔ جامع الاصول، ج ۸، ص ۵۳۶، حدیث ۶۳۳۳۔

۲۔ فتوح الشام، ج ۲، ص ۲۰۔

۳۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۱۔۲۰، ذکر من انتمی الیہ رسول اللہ۔

بہترین تہائی میں قرار دیا۔ پھر لوگوں میں عرب کو اختیا کیا پھر عرب میں قریش کو پھر قریش میں بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم میں عبدالمطلب کو اور پھر عبدالمطلب میں مجھ کو منتخب کیا۔

و: حافظ ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' کی دوسری فصل میں پیغمبر اسلامؐ کے حسب ونسب اور طہارت مولد بیان کئے ہیں۔ اس بارے میں انھوں نے اپنے متصل اسناد سے بہت ساری حدیثیں پیش کی ہیں جن میں چند یہ ہیں:

۱۔ ''..... عن علی ان النبی قال اخرجت من نکاح و لم اخرج من سفاح من لدن آدم الی ان ولدنی ابی و امی لم یصبنی من سفاح الجاهلية شئی'' علی سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: میں نکاح کے ذریعے اس دنیا میں آیا اور آدم سے مجھ تک کے میرے آباء واجداد میں سے کسی نے خلاف عفت عمل انجام نہیں دیا اور زمانہ جاہلیت کی آلودگیوں نے مجھے چھوا تک نہیں۔

۲۔ ''.....عن عائشة قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبرائیل قلبت مشارق الارض و مغاربها فلم اجدنی اب خیرا من بن هاشم و قلبت مشارق الارض و مغاربها فلم اجد عبداً خیراً من محمد'' عائشہ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھ (آنحضرتؐ) سے جبرئیل نے کہا کہ میں نے مشرق ومغرب کو ایک کر دیا اس میں بنی ہاشم سے بہتر کسی کو نہ پایا۔ پھر مشرق ومغرب کو چھان ڈالا مگر اس میں محمدؐ سے بہتر کوئی بندہ نہ پایا۔

۳۔ ''...... عباس بن عبدالمطلب کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؐ سے کہا یا رسول اللہ قریش اپنے حسب ونسب کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور آپ کو ہموار زمین میں کھجور کے درخت کے مانند بتا رہے تھے۔ فغضب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ حین خلق الخلق فجعلنی من خیر خلقه ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیر قبیلتهم وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسهم ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیر بیوتهم فانا

خیرھم و خیرھم نفسا" یہ سن کر نبی بپھر گئے اور فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو جب خلق کیا تو مجھ کو ان کے بہترین میں قرار دیا۔ جب قبائل بنے تو مجھ کو بہترین قبیلہ میں قرار دیا ،جب نفوس خلق کیے گئے تو مجھ کو ان میں بہترین میں قرار دیا، جب گھر بننے لگے تو مجھ کو بہترین گھر والا قرار دیا۔ لہذا میں سب سے بہتر ہوں۔

۴۔"...... عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیر العرب مضر و خیر مضر بنو عبد مناف و خیر بنی عبد مناف بنو ھاشم و خیر بنی ھاشم بنو عبد المطلب و اللّٰہ ما افترق فرقتان مذ خلق اللّٰہ آدم الا کنت فی خیرھما " عرب میں مضر بہتر، مضر میں عبدمناف بہتر، عبدمناف میں بنی ہاشم بہتر اور بنی ہاشم میں بنی عبدالمطلب بہتر ہیں۔ خدا کی قسم جب سے خدا نے آدم کو خلق کیا ہے اس وقت سے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھ کو ان میں بہترین میں رکھا۔

۵۔ "عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :ان اللّٰہ تعالیٰ قسم الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھما قسما ثم جعل القسمین ثلاثاً فجعلنی فی خیر ھا ثلثا ثم جعل الا ثلاث قبائل فجعلنی فی خیرھا قبیلۃ ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرھا بیتا فذالک قولہ:انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت " (۱) ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھ کو ان میں بہترین میں قرار دیا پھر ان دونوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور مجھ کو اس بہترین تہائی میں قرار دیا۔ پھر ان تینوں کو قبائل میں قرار دیا اور مجھ کو بہترین قبیلہ میں قرار دیا پھر ان قبائل کے لئے گھروں کا انتخاب کیا اور میرے لئے بہترین گھر منتخب کیا اسی وجہ سے ارشاد الٰہی ہوا:انّما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔

۱۔ دلائل النبوۃ، ص ۲۴۔

ز: قاضی عیاض اپنی کتاب "الشفا" میں لکھتے ہیں:

" اما شرف نسبہ و کرم بلدہ و منشاہ فمالا یحتاج الی اقامۃ دلیل علیہ و لا بیان مشکل و لا خفی منہ فانہ نخبۃ بنی ھاشم و افضل سلالۃ قریش و صمیمھا و اشرف و افضل العرب و اعزّھم نفرا من قبل ابیہ ... " آپ کی نسبی شرافت کے لئے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ بنی ہاشم کے برگزیدگان میں ہیں، قریش میں افضل ہیں، عرب میں اشرف ہیں اور باپ کی طرف سے سب سے معزز ہیں۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

".....عن العباس رضی اللّٰہ عنہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم :ان اللّٰہ خلق الخلق فجعلنی من خیرھم من خیر قرنھم ثم تخیر القبائل فجعلنی من خیر قبیلۃ ثم خیر البیوت فجعلنی من خیر بیوتھم فانا خیرھم نفسا و خیر ھم بیتا " (۱) ابن عباس سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: خدا نے مخلوق کو خلق کیا اور مجھ کو بہترین گروہ میں قرار دیا۔ پھر اس نے قبائل کو اختیار کیا اور مجھ کو بہترین قبیلہ میں قرار دیا۔ پھر اس نے گھروں کا انتخاب کیا اور میرے گھر کو سب سے بہتر قرار دیا۔ لہذا میں ذات کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوں اور گھر کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر۔

ح: گنجی "کفایۃ الطالب" میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

"..... واثلۃ بن الاسقع یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: ان اللّٰہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسماعیل و اصطفیٰ قریشا من کنانۃ و اصطفی من قریش بنی ھاشم و اصطفانی من بنی ھاشم. قلت

۱۔ کتاب الشفاء، ج۱، ص ۷۲-۷۱۔

هذا لفظه في صحيحه و اخرجه الامام الحافظ الترمذي في جامعه

"واثلہ بن اسقع کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ خدا نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کا انتخاب کیا اور کنانہ سے قریش کا اور قریش سے بنی ہاشم کا اور بنی ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ صحیح مسلم کی عبارت ہے اور اسی کی امام حافظ ترمذی نے اپنی جامع (سنن) میں روایت کی ہے۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"قوله عزّوجل ان الله اصطفىٰ آدم و نوحا و آل ابراهيم.....فثبت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخبرو هوالصادق الصدوق عن الله تبارک و تعالیٰ انه اصطفىٰ بني هاشم على غيرهم من قبائل قريش

"(۱) آیہ" ان الله اصطفیٰ آدم و نوحا ...." میں اصطفیٰ کے معنی اختیار اور چنے کے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسولؐ خدا نے خداوند عالم کی طرف سے اس بات کی خبر دی تھی کہ قریش سے بنی ہاشم کو چنا گیا ہے۔...

ط: محب طبری "ذخائر العقبیٰ" میں اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

"عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ان الله اصطفى من ولد آدم ابراهيم و اتخذه خليلا و اصطفى من ولد ابراهيم اسماعيل ثم اصطفىٰ من ولد مضر كنانه ثم اصطفى من ولد كنانة قريشا ثم اصطفى من قريش بن هاشم ثم اصطفى من بني هاشم بني عبد المطلب ثم اصطفاني من بني عبد المطلب " واثلہ بن اسقع کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدا نے اولادِ آدم سے ابراہیم کا انتخاب کیا اور ان کو خلیل بنایا اور اولادِ ابراہیم سے اسماعیل کا انتخاب کیا پھر اولاد مضر سے کنانہ کا انتخاب کیا پھر اولاد کنانہ سے قریش کا انتخاب کیا پھر قریش سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا پھر بنی ہاشم

۱۔ کفایۃ الطالب، ج۱، ص۱۰۷۔۱۰۹، حدیث ۳۰۵۔۳۰۶۔

سے بنی عبدالمطلب کا انتخاب کیا۔(۱)

نیز وہ لکھتے ہیں:

"عباس بن عبدالمطلب کا بیان ہے کہ جب نبی کو لوگوں کے باتوں کی خبر ملی تو آپ منبر پر گئے اور لوگوں سے پوچھا میں کون ہوں؟ انھوں نے جواب دیا آپ خدا کے رسول ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ خدا نے جب مخلوق کو خلق کیا تو مجھ کو بہترین گروہ میں قرار دیا۔ قبائل خلق کیے تو مجھ کو بہترین قبیلہ میں قرار دیا۔ ان کے لئے گھر بنائے تو میرے لئے بہترین گھر کا انتخاب کیا۔ لہٰذا میں گھرانے کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوں اور ذاتی لحاظ سے بھی۔ اس کی احمد اور بغوی نے روایت کی ہے"(۲)

ی: ملا متقی ھندی نے "کنز العمال" میں اس بارے میں بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان میں چند ملاحظہ کیجئے:

"عائشہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: مجھ سے جبرئیل نے کہا کہ "قلبت مشارق الارض و مغاربها فلم اجد رجلاً افضل من محمد وقلّبت مشارق الارض و مغاربها فلم اجد بني اب افضل من بي هاشم " (۳) میں نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا مگر کسی کو محمدؐ سے افضل نہیں پایا۔ میں (جبرئیل) نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا مگر کسی (قبیلہ) کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"نبیؐ نے فرمایا: كنت و آدم في الجنة في صلبه و ركب بي السفينة في صلب ابي نوح و قذف بي في النار في صلب ابراهيم لم يلتق ابواى

۱۔ ذخائر العقبیٰ، ص۱۰، ذکر اصطفاھم۔

۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص۱۰، ذکر انھم خیر الخلق۔

۳۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۴۰۹، حدیث ۳۱۹۱۳۔

قط علی سفاح و لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الحسنة الی الارحام الطاهرة " (۱) جب آدم جنت میں تھے تو میں ان کے صلب میں تھا، جب نوح کشتی پر سوار ہوئے تو میں ان کے صلب میں تھا، جب ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو میں ان کے صلب میں تھا۔ میرے ماں باپ نے کبھی خلاف عفت عمل انجام نہیں دیا اور خدا ہمیشہ مجھے نیک اصلاب سے پاک ارحام میں منتقل کرتا رہا۔

مذکورہ ان ہی حدیثوں کو سید علی ہمدانی نے "مودة القربیٰ" (۲) میں، محمد بن یوسف زرندی نے "نظم درر السمطین" (۳) میں، ابن حجر مکی نے "منح مکیہ" میں، قسطلانی نے المواهب میں (۴)، نورالدین حلبی نے "انسان العیون" (۵) میں دیار بکری نے تاریخ خمیس میں (۶) اور شیخ عبدالحق دہلوی نے "مدارج النبوة" میں نقل کیا ہے۔

اسی طرح مذکورہ حدیثوں سے قسطلانی نے "مواہب لدنیہ" (۷) میں، ابونعیم اصفہانی نے "دلائل النبوة" (۸) میں، سیوطی نے "خصائص کبریٰ" (۹) میں اور قاضی عیاض نے "کتاب الشفا" (۱۰) میں آنحضرتؐ کی اعلیٰ نسبی اور افضلیت پر استدلال کیا ہے تو اس سے حضرت علیؑ کی بھی اشرفیت نسب اور افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ اور چونکہ اغیار اس فضیلت سے محروم تھے لہذا آپ کی افضلیت میں ذرہ برابر شک نہیں کرنی چاہئے۔

۱۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۴۲۷، حدیث ۳۲۰۱۰۔
۲۔ مودة القربیٰ مودة ۷ از ینابیع المودة، ص ۲۸۸۔
۳۔ نظم درر السمطین، ص ۵۲، سمط اول۔
۴۔ المواهب اللدنیة، ج ۱، ص ۳۶۔
۵۔ انسان العیون، ج ۱، ص ۲۶۔
۶۔ تاریخ الخمیس، ج ۱، ص ۲۱۔
۷۔ المواهب اللدنیة، ج ۱، ص ۴۸۔
۸۔ بہ نقل از امتاع الاسماع مقریزی، ج ۳، ص ۲۱۵۔۲۱۴۔
۹۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۹۔
۱۰۔ کتاب الشفا، ج ۱، ص ۵۱، باب ۲۔

۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے "ازالة الخفا" میں واقعہ سقیفہ بیان کرنے کے بعد ابوسعید خدری کی روایت نقل کی ہے۔ ابوسعید کا بیان ہے:

"لما توفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قام خطباء الانصار فجعل الرجل منهم یقول یا معشر المهاجر ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان اذا استعمل رجلاً منکم قرن معه رجلاً منا فنریٰ ان یلی هذا الامر رجلان احدهما منکم والآخر منّا. قال فتتابعت خطباء الانصار علی ذالک فقام زید بن ثابت فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان من المهاجرین فان الامام یکون من المهاجرین و نحن انصاره کما کنا انصار رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقام ابو بکر فقال جزاکم اللہ خیرا یا معشر الانصار و ثبت قائلکم ثم قال واللہ لو فعلتم غیر ذالک لما صالحتکم. اخرجه ابن ابی شیبة " (۱) جب رسولؐ خدا کی وفات ہوئی تو انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے مہاجرین، رسولؐ خدا جب تم میں سے کسی سے کوئی کام لیتے تھے تو ہم میں سے کسی کو اس کے ساتھ کر دیتے تھے۔ اب ہم اس امر (خلافت) کے لئے دیکھ رہے ہیں کہ دو افراد ہیں ایک تم میں سے ہے اور ایک ہم میں سے۔ اتنے میں زید بن ثابت نے کہا کہ رسولؐ خدا مہاجرین میں تھے لہذا امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم ان کے ویسے ہی انصار ہیں جیسے رسولؐ خدا کے انصار تھے۔ یہ سن کر ابوبکر کھڑے ہوئے اور ان کی بات کی تائید کی۔

آپ نے دیکھا کہ زید بن ثابت نے رسولؐ خدا کے مہاجر ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے مہاجر ہونے پر استدلال کیا تھا اور ابوبکر نے اس استدلال کی تائید بھی کی تھی جس کی بنیاد پر ان کی بیعت ہوگئی تھی۔ تو پھر اس استدلال کی روشنی میں چونکہ رسولؐ خدا بنی ہاشم سے تھے اس لئے امام بھی بنی ہاشم سے ہونا چاہئے، اور چونکہ

۱۔ ازالة الخفا، ج ۱، ص ۲۳۷، فصل ۴۔

بالاجماع حضرت علیؑ ہی بنی ہاشم میں سب سے افضل تھے اور خلفاء ثلاثہ میں کوئی بھی بنی ہاشم سے نہیں تھا اس لئے بعد پیغمبرؐ امام وخلیفہ بھی علیؑ ہی ہوں گے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کی بلافصل امامت وخلافت کی دلیلوں میں سے ایک نسبی قرابت ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر نے قریش میں امامت وخلافت کے منحصر ہونے کی وجہ قریش کے نسبی شرافت بیان کی تھی اور اسی دلیل سے انصار کا منھ بند کردیا تھا اور مہاجرین وانصار میں کوئی ایسا نہیں تھا جو اس استدلال کے خلاف لب کشائی کرتا۔ بلکہ اسی نے بیعت ابوبکر کی راہ ہموار کی تھی۔ اور جب ایسا ہے تو یہ بھی جانتے ہیں کہ مہاجرین وانصار میں حسب ونسب کے لحاظ سے کوئی بھی حضرت علیؑ سے افضل واشرف نہیں تھا۔ لہٰذا حضرت ابوبکر کے بیان کی روشنی میں خلافت کے لئے علیؑ ہی اولیٰ قرار پائے۔ اس سلسلے میں بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا:

"مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں کوئی کہتا ہے کہ اگر عمر مر گئے تو میں فلاں کی بیعت کروں گا۔ تو اس کو بھولنا نہیں چاہئے کہ ابوبکر کی بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے تو ہوگئی تھی مگر اس قسم کی بیعت سے جو شر وفساد پیدا ہوجاتا ہے اس سے خدا نے اپنے بندوں کو محفوظ رکھا۔ اور تم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی طرف ابوبکر کی طرح لوگوں کی گردنیں بلند ہوں۔ رسولؐ خدا نے وفات پائی تو ابوبکر سب سے افضل تھے۔ انصار نے ہماری مخالفت کی اور وہ سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہوگئے۔ اور علی وزبیر اور جوان کے ہمراہ تھے انھوں نے بھی ہماری مخالفت کی اور مہاجرین ابوبکر کے پاس جمع ہوئے تو میں نے ابوبکر سے کہا ذرا انصار کے پاس چلئے۔ جب ہم ان کی طرف جانے لگے تو راستے میں دو افراد ملے اور بولے انصار کے پاس نہ جایئے اور اپنا کام کیجئے۔ میں نے کہا بخدا ہم جا کر رہیں گے چنانچہ جب ہم سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے تو دیکھا ایک شخص چادر اوڑھے بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا سعد بن عبادہ ہیں۔ جب ہم لوگ بیٹھ گئے تو سعد نے ایک خطبہ دیا جس میں خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ ہم اللہ کے مددگار (**نحن انصار اللہ**) اور اسلام کا لشکر "**وکتیبۃ الاسلام**"

ہیں اور تم مہاجرین ایک غریب گروہ ہو۔ اب تم چاہ رہے ہو کہ ہمارے اصل سے ہم کو جدا کردو اور خلافت سے ہم کو روک دو۔ جب سعد بول چکے تو میں بولنا چاہ رہا تھا مگر ابوبکر نے مجھے روک دیا اور خود کھڑے ہوکر بڑے حسین انداز میں بولے: جس خلافت کا تم ذکر کررہے ہو اس کے یقیناً تم اہل ہو مگر اس کے لئے عرب قریش ہی کو پسند کرتے ہیں کیونکہ حسب ونسب کے لحاظ سے ان سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ میں تمہارے لئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں ان میں جن کی چاہو بیعت کرلو اور یہ کہہ کر میرا (عمر) اور ابوعبیدہ جراح کا ہاتھ پکڑا۔ مگر مجھ کو گوارا نہیں تھا کہ ابوبکر کے ہوتے مجھے خلیفہ بنایا جائے، اس سے بہتر تو میرا سر کاٹ لینا تھا۔ اس وقت انصار میں سے ایک نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔ اس پر ہر طرف سے شور وغل شروع ہوگیا اور مجھ کو اختلاف کا ڈر پیدا ہوگیا۔ میں نے کہا اے ابوبکر اپنا ہاتھ بڑھایئے اور جیسے ہی انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے جھٹ بیعت کرلی پھر مہاجرین نے بیعت کی اور ان کے بعد انصار نے بیعت کی۔ پھر ہم لوگ (اپنے مخالف) سعد بن عبادہ پر ٹوٹ پڑے اور کہا: خدا سعد بن عبادہ کو قتل کردے (عمر کا بیان ہے کہ) بخدا جس کام کے لئے ہم جمع ہوئے تھے اس کے لئے ابوبکر سے زیادہ کسی کو مناسب نہیں پاتے تھے۔ مجھے ڈر ہوا کہ بغیر بیعت کئے اگر ہم لوگ چلے گئے تو یہ لوگ کہیں ایسے کی بیعت نہ کرلیں جس کو ہم پسند نہیں کرتے کہ اس صورت میں غیر محبوب کی بیعت کرنی پڑے گی یا مخالفت کی صورت میں فساد برپا ہوگا۔۔۔۔"(۱)

اسی کی ابن ہشام نے اپنی "سیرت" (۲) میں، طبری نے اپنی "تاریخ" (۳) میں اور ملا متقی ہندی نے "کنز العمال" (۴) میں روایت کی ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، ج۸، ص۲۵، کتاب الحدود، باب رجم الحبلیٰ من الزنا اذا احصنت۔

۲۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۲، ص۶۶۱۔۶۵۷، امر سقیفہ بنی ساعدہ۔

۳۔ تاریخ طبری، ج۳، ص۲۰۳، حدیث السقیفہ۔

۴۔ کنز العمال، ج۵، ص۶۴۷۔۶۴۳۔

۴۔ حضرت ابوبکر نے سقیفہ میں انصار کے سامنے رسولؐ خدا سے اپنے نسبی قرابت سے احتجاج و استدلال کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم آنحضرتؐ کے خاندان سے اور آپ کے رشتہ دار اور اقارب میں سے ہیں لہذا ہم ہی مستحق خلافت اور نسبی لحاظ سے سب سے بہتر ہیں۔۔۔۔ان کے اس استدلال کے مطابق چونکہ ابوبکر کے مقابلے حضرت علیؑ رسولؐ خدا کے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے لہذا بعد پیغمبرؐ وہی خلافت کے لئے اولی و احق ہوئے۔ ابوبکر کے اس خطبہ کو حافظ محب طبری (۱)، محمد بن جریر طبری اور ابن خلدون (۲) جیسے ائمہ حفاظ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ محمد بن جریر طبری ابوبکر کے استدلال کو اس طرح نقل کرتے ہیں:

"..... ان اللّٰه بعث فینا رسولاً شهیداً علی امته لیعبدو اللّٰه و یوحّدوه و هم یعبدون من دونه الهة شتی ویزعمون انها لهم عبد اللّٰه شافعة و لهم نافعة و انما هی من حجر منحوت و خشب منحور ثم قراء یعبدون من دون اللّٰه ما لا یضرهم ولا ینفعهم وهم یقولون هؤلاء شفعائنا عند اللّٰه وقالوا ما نعبد هم الا لیقربونا الی اللّٰه زلفی فعظم علی العرب ان یترکوا دین آبائهم فخص اللّٰه المهاجرین الاولین من قومه بتصدیقه والایمان به والمواساة له و الصبر معه علی شدّة اذی قومهم لهم ولدینهم و کل الناس لهم مخالف زار علیهم فلم یستوحشوا لقلة عددهم و شنف الناس لهم و اجماع قومهم علیهم فهم اول من عبد اللّٰه فی الارض و آمن به و باالرسول و هم اولیائه و عشیرته و احق الناس بهذا الامر من بعده ولا ینازعهم فی ذالک الاظالم و انتم یا معشر الانصار من لا ینکر فضلهم فی الدین ولا سابقتهم العظیمة فی الاسلام رضیکم اللّٰه انصارا لدینه و جعل الیک هجرته و فیکم جلّة ازواجه و اصحابه فلیس بعد المهاجرین الاولین عندنا بمنزلتکم

۱۔ ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۲۳۶۔
۲۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۲۰۔۲۱۹، تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۶۴۔

فنحن الامراء و انتم الوزراء لا تفاتون بمشورة ولا تقضی دونکم الامور "(۱) خدا نے پیغمبرؐ کو ان کی امت کے درمیان اس لئے بھیجا تا کہ وہ انھیں بت پرستی سے ہٹا کر خدا پرستی کی راہ پر لگائیں کیونکہ ہر طرف بتوں کی پوجا ہو رہی تھی اور وہ لوگ خیال کر رہے تھے کہ خدا کی عبادت کر رہے ہیں جب کہ وہ ایسوں کی عبادت کر رہے تھے جو نہ انھیں فائدہ پہنچا سکتے تھے نہ نقصان اور وہ کہتے تھے کہ یہ (بت) پیش خدا ہماری شفاعت کرتے ہیں اور ہم صرف اس لئے ان کی عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا سے قریب کردیتے ہیں۔ اس لئے اہل عرب نے اپنا آبائی دین و مذہب چھوڑنا گوارا نہ کیا خدا نے مہاجرین اولین کو جو رسولؐ خدا کے ہم قوم و ہم قبیلہ ہیں آپ پر ایمان لائے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے کے لئے منتخب کیا۔ انھوں (مہاجرین) نے ایمان لانے کے بعد اپنے قبیلہ کی ایذا رسانیوں پر صبر کیا۔ اس وقت ان کے خلاف سب ایک ہوگئے تھے اور انھیں ڈراتے دھمکاتے تھے مگر تعداد میں کم ہونے کے باوجود گھبرائے نہیں۔ روئے زمین پر انھیں نے سب سے پہلے خدا کی عبادت کی اور خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ یہ لوگ رسولؐ خدا کے دوست اور آپ کے کنبہ کے افراد ہیں لہذا بعد پیغمبرؐ یہی منصب خلافتِ کے لئے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس بارے میں جو کوئی ان سے جھگڑا کرے گا ظالم قرار پائے گا۔ اے گروہ انصار تمہاری دینی فضیلت اور اسلامی سبقت سے کسی کو انکار نہیں۔ خدا نے تمھیں اسلام اور رسولؐ اسلام کا حامی و مددگار بنایا اور تمہاری طرف آنے کو ہجرت قرار دیا۔ تم میں آنحضرتؐ کی معزز ازواج اور بزرگ اصحاب ہیں لہذا میری نظر میں مہاجرین اولین کے بعد تمہارا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ اس لئے ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہوگے اور کوئی معاملہ بغیر تمہارے مشورے کے طے نہیں پائے گا۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۰۔۹۱۔

حضرت ابوبکر کی یہ باتیں حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل پر سب سے قوی دلیل ہیں۔ اس لئے کہ وہ سارے اوصاف جن کو ابوبکر نے بیان کیا تھا اور ان سے انھوں نے انصار کی زبان خاموش کردی تھی وہ سب کے سب بدرجہ اتم حضرت علیؑ میں پائے جارہے تھے۔ کیونکہ مہاجرین میں آپ ہی سب سے زیادہ رسولؐ خدا سے قریب اور سب سے افضل تھے۔ سارے مہاجرین میں رسولؐ خدا کی تصدیق کرنے والے اور حضرتؐ پر ایمان لانے والے آپ ہی تھے۔ حضرتؐ سے مواساۃ، کفار کی سختیوں پر آنحضرتؐ کے ساتھ صبر کرنا، قلتِ ارباب دیانت اور بغض وعداوت ارباب کفر وضلالت سے آپ کبھی وحشت زدہ نہیں ہوئے تھے اور آپ ہی تھے جنھوں نے رسولؐ خدا کے ساتھ سب سے پہلے خدا کی عبادت کی تھی۔ لہٰذا جس نے بھی خلافت میں آپ سے اختلاف کیا اور آپ کے حق کو غصب کیا وہ ظالم وجابر ہوا۔

اور محب الدین طبری نے ''ریاض النضرۃ'' میں جو ابوبکر کا خطبہ نقل کیا ہے اس میں یہ فقرہ بھی ہے: ''فکنا معاشر المهاجرين اول الناس اسلاماً... ''ہم ہی مہاجرین نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ تو یہ بات تو صرف حضرت علیؑ پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ لوگوں میں سب سے پہلے حضرت علیؑ ہی نے اسلام قبول (بلکہ اس کا اظہار) کیا تھا اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے جس کا کبار حفاظ اہلسنت نے اعتراف کیا ہے۔ بلکہ حافظ ابویعلی احمد بن علی موصلی، حافظ ابونعیم اصفہانی، موفق بن احمد معروف بہ اخطب خوارزمی، حافظ ابن عساکر دمشقی، ابوالخیر حاکمی، حافظ گنجی شافعی، سید شہاب الدین احمد، ابراہیم بن عبداللہ وصابی، احمد بن فضل بن باکثیر مکی اور محمد صدر عالم جیسے حفاظ نے اس بارے میں حدیثیں بھی نقل کی ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابونعیم اصفہانی لکھتے ہیں:

''ہم سے ابراہیم بن احمد بن محمد بن ابی حصین نے بیان کیا، انھوں نے محمد بن عبداللہ حضرمی سے، انھوں نے خلف بن خالد عبدی بصری سے، انھوں نے بشر بن ابراہیم انصاری سے، انھوں نے ثور بن یزید سے، انھوں نے خالد بن معدان سے اور انھوں نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: يا علی اخصمک باالنبوة و لا نبوة بعدی. و تخصم الناس بسبع لا يحاجک فيها احد من قريش . انت اولهم ايمانا و اوفاهم بعهد الله و اقومهم بامر الله و

اقسمهم با السوية و اعدلهم فی الرعية و ابصرهم با القضية و اعظمهم عند الله مزية'' (۱) اے علی مجھ کو تم پر نبوت کی وجہ سے برتری حاصل ہے اور میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہے۔ اور تم سات چیزوں میں سب پر سبقت لے گئے ہو جن میں قریش کا کوئی بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر پائے گا۔ تم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو، اور سب سے زیادہ خدا کے وعدوں کو پورا کرنے والے اور امر الٰہی کو پورا پورا انجام دینے والے ہو۔ تم ہی رعیت پر سب سے زیادہ مہربان اور مقدموں کا سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہو۔ اور پیش خدا فضل وشرف میں تم ہی سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبے پر فائز ہو۔

۵۔ حضرت علیؑ نے ابوبکر اور ان کے پیروکار کے سامنے ویسا ہی احتجاج کیا تھا جیسا ابوبکر نے سقیفہ میں انصار پر کیا تھا۔ جس میں ابوبکر نے کہا تھا کہ ہم کو خلافت کے لئے اس لئے اولویت حاصل ہے کہ ہم نسبی لحاظ سے رسالتمآبؐ سے قریب ہیں جس کو سن کر انصار خاموش ہوگئے تھے اور خلافت ان کے حوالے کردی تھی۔ اس بارے میں ابن قتیبہ، جن کی خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں، ابوعلی یحیٰی بن عیسیٰ بن جزاء نے ''مختار مختصر تاریخ بغداد'' میں، سمعانی نے ''الانساب'' میں، ابن اثیر نے ''جامع الاصول'' اور ''نھایۃ اللغۃ'' میں، نووی نے ''تہذیب الاسماء'' میں، ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں، ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' اور ''میزان الاعتدال'' اور ''المغنی'' میں، یافعی نے ''مرآۃ الجنان'' میں، سیوطی نے ''حسن المحاضرہ'' اور ''بغیۃ الوعاۃ'' اور ''مزہر'' میں اور صدیق حسن خان نے ''اتحاف النبلاء'' میں بہت تعریف وتمجید کی ہے، اپنی کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں لکھتے ہیں:

''علیؑ اس حال میں ابوبکر کے پاس لائے گئے کہ ان کی زبان پر تھا کہ میں خدا کا بندہ اور رسولؐ خدا کا بھائی ہوں۔ اور جب ان سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کیجئے تو فرمایا: اس امر خلافت کا زیادہ مستحق میں ہوں۔ میں تمہاری بیعت نہیں کرسکتا میری بیعت تم

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۶۔۶۵، نمبر۴، علی بن ابی طالب۔

لوگوں کو کرنی چاہئے۔تم نے قرابتِ رسولؐ کے بہانے اس خلافت کو انصار سے لیا اور ہم اہلبیتؑ رسولؐ سے از راہ غصب یہ حق چھینا ہے۔کیا تمہارا یہ خیال نہیں ہے کہ تم خلافت کے انصار سے اس لئے اولیٰ ہو کہ تم کو رسولؐ خدا سے قرابت ہے اور اسی بنیاد پر انھوں نے یہ خلافت تم کو سونپ دی۔لہٰذا اب میں وہی حجت و دلیل تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں جو تم نے انصار کے سامنے پیش کی تھی۔ہم حیات و موت میں رسولؐ خدا کے ساتھ اولیٰ ہیں۔اگر تم لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اس سے خوف کھاتے ہو تو ہمارے ساتھ انصاف کرو ورنہ دانستہ ظلم میں پڑے رہو۔اس پر عمر نے کہا: جب تک آپ بیعت نہیں کریں گے چھوڑے نہیں جائیں گے۔اس پر علیؑ نے کہا: اپنے حصے کا دودھ دوہ لو اور آج ان (ابوبکر) کے لئے خلافت مضبوط کر لو تا کہ کل وہ اس کو تمہاری طرف پلٹا دیں۔خدا کی قسم اے عمر نہ تو تمہاری مانوں گا نہ ہی ان (ابوبکر) کی بیعت کروں گا۔اس پر ابوبکر بولے: اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو اس پر میں مجبور بھی نہیں کروں گا۔اس وقت ابوعبیدہ جراح نے کہا: اے میرے ابن عم آپ ابھی کم سن ہیں اور یہ آپ کی قوم کے بوڑھے ہیں۔ان کے ایسا تجربہ اور معرفت ابھی آپ کو نہیں ہے اور میں آپ کی نسبت ان کو زیادہ قوی و متحمل سمجھتا ہوں۔لہٰذا یہ خلافت ابوبکر کے حوالے کر دیجئے۔اگر آپ زندہ رہے اور آپ کی عمر نے وفا کی تو آپ اپنی فضیلت اور کمال دین اور علم و فہم اور سابقیت اسلام اور شرافت نسبت اور دامادِ پیغمبرؐ ہونے کے لحاظ سے اس خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

یہ سن کر علیؑ نے فرمایا: **یا معشر المهاجرین ! الله الله لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من داره و قعر بیته الی دورکم و قعور بیوتکم و تدفعون اهله عن مقامه فی الناس و حقه فوالله یا معشر المهاجرین لنحن احق الناس به لانا اهل البیت و نحن احق بهذا لامر منکم ما کان فینا القاری لکتاب الله الفقیه فی دین الله العالم بسنة رسول الله**

المطلع بامر الرعية المدافع عنهم الامور السيئة القاسم بينهم با السوية .والله انه لفينا ولا تتبعوا الهوىٰ فتضلوا عن سبيل الله و تزداد و من الحق بعداً " یعنی اے گروہ مہاجرین خدا کو یاد کرو اور محمدؐ کی حکومت عرب کو ان کے گھر اور گھر والوں سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ۔تم اہلبیتؑ پیغمبرؐ کو ان کے مرتبے اور ان کے حق سے دور کر رہے ہو۔بخدا اے گروہ مہاجرین سارے لوگوں سے زیادہ ہم خلافت کے حق دار ہیں۔چونکہ ہم اہلبیتؑ پیغمبر ہیں اس لئے اس امر خلافت کے لئے تم سے زیادہ ہم اس وقت تک حقدار ہیں جب تک ہم میں کتاب خدا کا پڑھنے والا، دین خدا کا سمجھنے والا، سنت پیغمبرؐ کا جاننے والا، امور رعیت سے باخبر، ان سے برائیوں کا دور کرنے والا اور ان میں مساوات و برابری سے تقسیم کرنے والا موجود ہے۔بخدا ان صفات کا حامل صرف ہم ہی میں سے ہے۔لہٰذا اپنے ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو ورنہ راہ خدا سے گمراہ اور حق سے بہت دور ہو جاؤ گے۔

اس وقت قیس (بشیر) بن سعد نے کہا: اے علیؑ اگر بیعت ابوبکر سے پہلے آپ کی یہ باتیں انصار سن لیتے تو آپ سے کوئی شخص اختلاف نہ کرتا۔پھر علیؑ دخترِ پیغمبرؐ فاطمہؑ کے ہمراہ انصار کے پاس آئے اور ان سے مدد مانگی مگر انھوں نے بھی کہا کہ اے دخترِ پیغمبرؐ اگر آپ کے شوہر پہلے آئے ہوتے تو ہم ان (ابوبکر) کی بیعت نہ کرتے۔یہ سن کر علیؑ نے کہا: کیا میں رسولؐ خدا کو بے گور و کفن چھوڑ کر آنحضرتؐ کی حکومت حاصل کرنے کے لئے نکل پڑتا اور ان کو دفن نہ کرتا''۔(۱)

۶۔شوریٰ میں حضرت علیؑ نے اپنی خلافت پر رسولؐ خدا سے قرابت سے احتجاج کیا تھا اور اہل شوریٰ میں کسی نے اس احتجاج سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ سبھی نے اس کا اعتراف کیا تھا اور اس احتجاج کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔اس بارے میں ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

۱۔الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۵، اباية على كرم الله وجهه بيعة ابي بكر۔

"اخرج الدار قطنی ان علیا یوم الشوریٰ احتج علی اھلھا فقال لھم :انشدکم باللّٰہ ھل فیکم احد اقرب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الرّحم منی و من جعلہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نفسہ و ابنائہ ابنائہ و نسائہ نسائہ قالو اللھم لا" (۱)دارقطنی نے روایت کی ہے کہ شوریٰ کے دن علیؑ نے اہل شوریٰ کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی ہے جو رسولؐ خدا سے نسبی لحاظ سے مجھ سے زیادہ قریب ہو اور جس کو آنحضرتؐ نے اپنا نفس قرار دیا ہو اور اس کی اولاد رسولؐ خدا کی اولاد اور اس کی عورتیں رسولؐ خدا کی عورتیں ہوں؟ سب نے کہا ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے اہل شوریٰ کے سامنے خلافت کا اپنے حقدار ہونے کو ثابت کرنے کے لئے آنحضرتؐ کی قرابت سے احتجاج کیا تھا اور اہل شوریٰ نے اس کو تسلیم بھی کیا تھا۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ حضرت علیؑ رسولؐ خدا سے صرف اہل شوریٰ سے نہیں بلکہ خلیفۂ اول و دوم سے بھی زیادہ قریب تھے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ہرگز حضرت علیؑ کے اس استدلال کو تسلیم نہیں کرتے۔

۷۔ طلحہ اور زبیر نے بھی قرابتِ پیغمبرؐ کو خلافت میں اولویت کی دلیل قرار دیا تھا جیسا کہ ملا متقی ھندی "کنز العمال" میں لکھتے ہیں:

"عن محمد بن الحنفیة قال لما قتل عثمان استخفی علی فی دار لابی عمرو بن حصین الانصاری فاجتمع الناس فدخلوا علیہ الدار فتداکوا علی یدہ لیبایعوہ تداک الابل الھیم علی حیاضھا و قالوا نبایعک قال لا حاجة لی فی ذالک علیکم بطلحة و الزبیر قالوا فانطلق معنا فخرج علیّ و انا معہ فی جماعة من الناس حتی اتینا طلحة بن عبید اللّٰہ فقال لہ ان الناس قد اجتمعوا لیبایعونی و لا حاجة لی فی بیعتھم فابسط

۱۔ صواعق محرقہ، ص ۵۶، الفصل الاول فی الآیات در ذیل آیہ ۹۔

یدک ابایعک علی کتاب اللّٰہ و سنة رسولہ فقال لہ طلحة انت اولیٰ بذالک منی و احق بسابقتک و قرابتک و قد اجتمع لک من ھولاء الناس من قد تفرق عنی فقال لہ علی اخاف ان تنکث بیعتی و تغدربی . قال لا تخافنّ ذالک فواللّٰہ لا تری من قبلی ابداً شیئا تکرھہ قال اللّٰہ علیک بذالک کفیل. ثم اتی الزبیر بن العوام و نحن معہ فقال لہ مثل ما قال لطلحة و ردّ علیہ مثل الذی ردّ علیہ طلحة...." (۱) محمد بن حنفیہ کا بیان ہے کہ جب عثمان قتل کر دیئے گئے تو علی، خانہ عمرو بن حصین میں چھپ گئے۔ لوگ وہاں جمع ہوئے اور آپ کی بیعت پر اصرار کرنے لگے۔ لیکن آپ نے انکار کیا اور کہا ہم کو تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں ہے جاؤ طلحہ اور زبیر کی بیعت کرو۔ لوگوں نے کہا پھر آپ ہم لوگوں کے ساتھ چلئے چنانچہ علیؑ چلے اور میں (محمد بن حنفیہ) بھی لوگوں کے ہمراہ چلا یہاں تک کہ طلحہ بن عبیداللہ کے پاس پہنچے۔ علیؑ نے طلحہ سے کہا کہ یہ لوگ میری بیعت کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں مگر مجھ کو ان کے بیعت کی ضرورت نہیں لہذا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ کتاب خدا اور سنتِ پیغمبرؐ پر تمہاری بیعت کروں۔ طلحہ نے جواب دیا کہ سابقیتِ اسلام اور نبیؐ سے قرابت کی وجہ سے خلافت کے لئے مجھ سے زیادہ آپ حقدار ہیں اور جو لوگ مجھ سے پھر گئے ہیں وہ بھی آپ کے پاس جمع ہو گئے ہیں۔ اس پر علیؑ نے کہا: مجھ کو ڈر ہے کہ تم کہیں میری بیعت توڑ کر مجھ سے غداری نہ کر بیٹھو۔ یہ سن کر طلحہ نے کہا آپ گھبرائیے نہیں خدا کی قسم آپ مجھ سے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھیں گے جس کو آپ پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ (علیؑ) زبیر کے پاس گئے اور ہم لوگ (محمد حنفیہ وغیرہ) بھی آپ کے ساتھ ساتھ تھے اور آپ نے زبیر سے بھی وہی کہا جو طلحہ سے کہا تھا۔ اور زبیر نے بھی وہی جواب دیا جو طلحہ نے دیا تھا۔

۱۔ کنز العمال، ج ۵، ص ۷۵۰۔۷۴۷، حدیث ۱۴۲۸۲۔

اس روایت میں طلحہ وزبیر کی باتوں سے معلوم ہوا کہ سابقیتِ اسلام اور اقربیت رسولؐ اسلام کی وجہ سے حضرت علیؑ کو خلافت کے لئے اولویت حاصل تھی۔ ان کے علاوہ ان ہی اوصاف کی بنیاد پر جو اور لوگ حضرتؑ کے گرد جمع ہوئے تھے وہ بھی مہاجرین وانصار کے کبار اصحاب میں تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابۂ کرام کی بھی نظر میں پیغمبرؐ اسلام سے قرب نسبی خلافت کا حقدار بنا دیتی تھی۔

۸۔ جلال الدین سیوطی ''درمنثور'' میں لکھتے ہیں:

''طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب رسولؐ خدا جنگ حنین سے واپس ہوئے تو سورۂ "اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح...." نازل ہوا اس وقت رسولؐ خدا نے فرمایا: اے فرزند ابوطالب علی اور اے بنت محمدؐ فاطمہ نصرت وفتح خدا نصیب ہوگئی اور لوگ دیکھ رہے ہیں کہ افراد، دین خدا میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں لہٰذا میرا ہی رب پاک و پاکیزہ ہے اور حمد اسی کے لئے ہے اور اسی سے طلب مغفرت کرتے ہیں بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اور اے علی میرے بعد مومنین میں جہاد ہوگا۔ علی نے پوچھا آمنا کہنے کے بعد کس بات پر وہ مومنین جہاد کریں گے؟ فرمایا: دین میں اپنی رائے پر عمل کر کے بدعتیں کریں گے جب کہ دین میں سوائے حکم الٰہی کے کسی کو اپنی رائے دینے کا حق نہیں ہے۔ علی نے پوچھا یا رسولؐ اللہ اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کے بارے میں نہ قرآن میں حکم موجود ہو نہ سنت میں تو اس وقت ہم کیا کریں گے؟ حضرتؐ نے فرمایا: تجعلونہ شوریٰ بین العابدین من المومنین و لا تقضونہ برای خاصة فلو کنت مستخلفا احداً لم یکن احدا حقّ منک لقدمک فی الاسلام و قرابتک من رسول اللّٰہ و صھرک و عندک سیدة نساء العالمین و قبل ذالک من کان من بلاء ابی طالب ایای" تم عبادت گزار مومنین کی شوریٰ بنالینا اور اپنی ذاتی رائے پر فیصلہ نہ کرنا اور (اے علی) اگر کسی کو میں خلیفہ بناؤں گا تو سوائے تمہارے کوئی بھی اس کا حقدار نہ ہوگا۔ کیونکہ اسلام کی طرف سبقت کرنے والے، خدا کے رسول سے قرابت رکھنے والے اور اس

(رسولؐ) کے داماد تم ہی ہو اور تمہارے ہی پاس کائنات کی عورتوں کی سردار (فاطمہؑ) ہے۔ اس کے پہلے تم ہی شعب ابوطالب میں تھے....''(۱)

اس روایت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ چند صفات کی وجہ سے حضرت علیؑ ہی سب سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے کہ ان ہی میں ایک رسول خدا سے قرابت تھی۔ لہٰذا قرابت ان چیزوں میں سے ہے جن سے خلافت ملتی ہے۔ اور علیؑ نے جو قرابت نبیؐ سے احتجاج واستدلال کیا تھا گویا آنحضرتؐ کے ارشاد کی پیروی کی تھی۔

۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی ''ازالۃ الخفا'' میں آیہ "قال رب اشرح لی صدری و یسّر لی امری و احلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازدی واشرکہ فی امری ...." کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''موسیٰ نے خدا سے تبلیغ رسالت کے لئے ایک مددگار مانگا اور اس کو ''وزیر'' اور دوسری جگہ ''ردا یصدقنی'' سے تعبیر کیا اور پھر اس وزیر کے لئے تین شرطوں کی فرمائش کی۔ پہلی شرط یہ تھی کہ وہ ان کے اہل سے ہو (من اھلی) البتہ یہ موسیٰ ہی سے مخصوص تھا کیونکہ ہارون کے سوا کوئی بھی ان کی نصرت نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ صفت شرط مطلق نہیں تھی کیونکہ جناب موسیٰ نے یوشع کو خلیفہ بنایا تھا جو موسیٰ کے نہ پوتے تھے نہ نواسے اور خلافت، وزارت سے اہم ہے۔ دوسری یہ تھی کہ اہل حل وعقد کی نظر میں معزز ومکرم ہو۔ اور خلیفہ کے لئے مذکورہ شرائط کے علاوہ تیسری شرط یہ تھی کہ وہ نبی کے خاندان کا ہو اور دونوں کی بازگشت ایک جد کی طرف ہوتا کہ خلیفہ کی طرف لوگ حقارت سے نہ دیکھیں۔ اسی لئے اللہ نے بنی اسرائیل میں نسل موسیٰ یا دوسرے سے بنی اسرائیل ہی میں کا نبی بھیجا اور بنی اسرائیل میں جاری اسی سنت الٰہی کو آنحضرتؐ نے اپنے خلفاء کے لئے انتخاب کیا اور فرمایا: "الائمة من قریش ".(۲)

۱۔ الدرالمنثور، ج۸، ص۶۶۱۔

۲۔ ازالۃ الخفا، ج۲، ص۱۱۵، فصل۶، مقصد۱۔

میں (میر حامد حسین) کہتا ہوں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی اوراس کے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ دونوں کی بازگشت اس جد اعلیٰ کی طرف ہو جس سے وہ قبیلہ منسوب ہے۔ لہذا یہ چیز ہمارے نبیؐ کے لئے بھی ضروری ہوگی اور آپ کا بھی خلیفہ آپ ہی کے خاندان کا ہوگا جس کا لازمہ وہ خلیفہ بنی ہاشم سے ہوگا۔ اور جب ایسا ہے تو حضرت علیؑ ہی امامت وخلافت کے حقدار قرار پائیں گے۔ کیونکہ آپ بنی ہاشم سے بھی تھے اور بالاجماع ان میں سب سے افضل تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جو مشیت الٰہی انبیاء بنی اسرائیل میں جاری تھی وہی رسالتمآبؐ کے خلفا میں بھی جاری ہونی چاہئے جس کا لازمہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے خلفاء معصوم، منصوص اور رسولؐ خدا کے بعد سب سے افضل ہوں۔ اور یہ واضح ہے کہ خلفاء ثلاثہ ان تینوں چیزوں سے محروم تھے جیسا کہ شاہ صاحب نے اپنی اسی کتاب (تحفہ اثنا عشریہ) کے باب امامت میں کہا ہے کہ شیعہ امام کی عصمت نص اور افضلیت کے قائل ہیں جب کہ خلفاء ثلاثہ نہ معصوم تھے نہ منصوص اور نہ ہی افضل تھے۔

۱۰۔ امام رازی نے اپنے رسالہ ''مناقب شافعی'' (کے باب اول) میں امام شافعی اوران کے آباء و اجداد خاص طور سے ان کی ماں کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور لکھا ہے کہ وہ باپ کی طرف سے مطلبی اور ماں کی طرف سے ہاشمی تھے، اوراس کو ان کے ان مناقب میں شمار کیا ہے جن سے مالک وابوحنیفہ پر شافعی کو فضیلت حاصل ہے۔ اور آخر میں کہا کہ آل محمد کی تفسیر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آل سے نسب کہا ہے تو بعض نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ کے دین وشریعت پر جو ہوں وہ آل میں شامل ہیں اور دونوں ہی صورتوں میں شافعی آل میں شامل ہیں۔ لہذا اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد میں وہ داخل ہیں۔ اور جب وہ آل میں ہیں اور آل پر صلوٰۃ واجب ہے تو پھر آپ (شافعی) پر بھی صلوٰۃ واجب ہوئی جب کہ مالک وابوحنیفہ اس شرف سے محروم تھے۔ لہذا یہ شافعی کی فضیلت کی موجب ہوگی۔

میں (میر حامد حسین) کہتا ہوں کہ امام رازی نے مالک اور ابوحنیفہ پر جن چیزوں سے امام شافعی کی فضیلت ثابت کی ہے ان ہی سے حضرت علیؑ کو خلفاء ثلاثہ پر افضلیت حاصل ہوتی ہے لہذا آپ ہی خلافت کے حقدار تھے۔

شاہ صاحب: ''اگر صرف نسبی قرابت موجب تقدم امامت ہے تو پھر امامت وخلافت کے لئے حضرت عباس (ابن عبدالمطلب) اولویت رکھتے تھے کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے چچا تھے اور چچا عرفی اور شرعی لحاظ سے چچازاد بھائی (ابن عم) سے زیادہ قریب ہوتا ہے''۔

میر حامد حسین: جب حدیث نور سے بعد پیغمبرؐ حضرت علیؑ کی افضلیت ثابت ہوگئی اور کسی کو آپ پر مقدم کرنا قبیح فعل ہوا تو پھر جناب عباس کو پیش کرنا لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کی یہ بات درج ذیل وجوہات کی بناء پر حقیقت سے بہت دور ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

۱۔ جناب عباس، پیغمبرؐ اسلام کے پدری (سوتیلے) چچا تھے کیونکہ ان کی والدہ آنحضرتؐ کے والد کی ماں نہیں تھیں جب کہ جناب ابوطالب اور جناب عبداللہ کی ماں ایک تھیں جن کا نام فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ تھا۔ لہذا جناب عباس پدری (سوتیلے) چچا اور حضرت علیؑ حقیقی چچازاد بھائی ہوئے اور پدری چچا حقیقی چچا زاد بھائی سے نہ شرعی لحاظ سے اولویت رکھتا ہے نہ عرفی لحاظ سے۔ اور یہ کہ جناب ابوطالب اور جناب عبد اللہ (پدر پیغمبرؐ اسلام) حقیقی (سگے) بھائی تھے اور ان دونوں کی ماں فاطمہ مخزومیہ تھیں تو اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''ابو طالب بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي القرشي الهاشمي عمّ رسول الله صلى الله عليه وسلم شقيق ابيه امهما فاطمة بنت عمرو بن عائذ المخزومية ....''(۱) ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی قرشی ہاشمی رسولؐ خدا کے چچا اور آپ کے والد کے حقیقی بھائی تھے ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومیہ تھیں۔

نیز ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''العباس بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف القرشي عم رسول الله صلى الله عليه وسلم ابو الفضل امه نفيلة بنت حباب بن كلب ....''(۲) عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قرشی، رسولؐ خدا کے (سوتیلے)

۱۔ الاصابۃ، ج ۴، ص ۱۱۵۔

۲۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۷۱۔

چچا تھے جن کی ماں کا نام نفیلہ بنت حباب بن کلب تھا۔

یوسف اعور، شیعوں کی رد میں لکھے اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:

"خلافت اگر قرابت ہی کی وجہ سے ملنی چاہئے تو شیعوں کو چاہئے کہ عباس کو خلیفہ مانیں کیونکہ وہ پیغمبرؐ اسلام سے قریب اور آپ کے چچا تھے جب کہ علی آپ کے چچازاد بھائی تھے اور ابوبکر و عمر و عثمان میں سے ہر ایک عباس سے افضل تھے"۔

نجم الدین خضر بن محمد بن علی رازی "توضیح انور" میں یوسف اعور کا اس طرح جواب دیتے ہیں:

"یہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ عباس، پیغمبرؐ اسلام سے علیؑ سے زیادہ قریب تھے۔ کیونکہ امیر المومنین علیؑ، پیغمبرؐ اسلام کے سگے چچازاد بھائی تھے جب کہ عباس سوتیلے چچا اور شیعوں میں میراث میں سگا چچازاد بھائی سوتیلے چچا پر مقدم ہوتا ہے۔ پھر کیسے کہہ دیا کہ شیعوں کو چاہئے کہ علیؑ کے بجائے عباس کو حاکم بنائیں؟ اور عباس پر خلفاء ثلاثہ کی افضلیت والی بات صرف دعویٰ ہے جس پر نہ کوئی نص ہے نہ ہی کوئی دلیل"۔

۲۔ بھائی، چچا سے اولی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے "ازالۃ الخفا" میں طبرانی کی "معجم صغیر" سے وائل بن حجر کی ایک طولانی حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ:

"فقال له معاوية فما منعک من نصرنا و قد اتخذک عثمان ثقة و صهراً قلت انک قاتلت رجلاً هو احق بعثمان منک. قال و کيف يکون احق بعثمان منّي و انا اقرب الي عثمان في النسب . قلت ان النبي صلي الله عليه وسلم کان آخا بين علي و عثمان فا الاخ اوليٰ من ابن العم" (۱) معاویہ نے وائل بن حجر سے پوچھا تم نے کیوں میرا ساتھ نہیں دیا؟ میں (وائل) نے جواب دیا تم نے ایک ایسے شخص (علیؑ) سے جنگ کی تھی جو تم سے زیادہ عثمان سے قریب تھا۔ معاویہ نے پوچھا وہ کس طرح مجھ سے زیادہ عثمان سے قریب ہو سکتے ہیں جب کہ نسبی لحاظ سے عثمان سے میں قریب (ابن عم) ہوں۔ میں

۱۔ ازالۃ الخفا، ج۱، ص۲۷۷، فصل۴، مقصد۱۔

(وائل) نے جواب دیا کہ نبیؐ نے علیؑ و عثمان کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کیا تھا اور اخ (بھائی) ابن عم (چچازاد بھائی) سے افضل ہوتا ہے"۔

مذکورہ روایت میں اس صحابی (وائل) کے بیان کی روشنی میں (کہ نبیؐ نے علیؑ و عثمان کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کیا تھا) عقد مواخاۃ سے جو اخوت حاصل ہوتی ہے وہ نسبی اخوت کے حکم میں ہوتی ہے اور وائل بن حجر نے اپنے خیال کے مطابق علیؑ و عثمان کے درمیان صیغۂ اخوت جاری ہونے کی وجہ سے علیؑ کو معاویہ کے مقابلے عثمان سے زیادہ قریبی رشتہ دار سمجھا۔ اس لحاظ سے عباس سے زیادہ علیؑ، نبیؐ سے قریبی رشتہ دار ٹھہرے کیونکہ بہت زیادہ حدیثوں کی روشنی میں جس دن رسولؐ خدا نے مسلمانوں کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کیا تھا اپنے لئے صرف حضرت علیؑ کا انتخاب کیا تھا اور آپ ہی سے صیغۂ اخوت پڑھا تھا (اس صورت میں علیؑ ہوئے نبی کے بھائی اور عباس ہوئے نبیؐ کے چچا وہ بھی سوتیلے اور مذکورہ بیان کی روشنی میں بھائی دوسروں سے زیادہ قریب ہوتا ہے)۔

۳۔ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ نے حضرت علیؑ کی خلافتِ بلافصل پر آیہ: "اولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض" سے استدلال کیا تھا جیسا کہ فخر الدین رازی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"تمسک محمد بن عبد الله بن الحسن بن حسن بن علي بن علي بن ابي طالب رضي الله عنهم في کتابه الي ابي جعفر المنصور بهذه الآية في انّ الامام بعد رسول الله صلي الله عليه وسلم هو علي بن ابي طالب فقال قوله تعاليٰ واولوا الارحام بعضهم اوليٰ ببعض يدل علي ثبوت الاولويّة و ليس في الآية شئي معين في ثبوت هذه الاولوية فوجب حمله علي الکلّ الا ما خصّه الدليل وح يندرج فيه الامامة ولا يجوز ان يقال انّ ابا بکر کان من اولي الارحام لما نقل انّه صلي الله عليه وسلم اعطاه سورة برائة ليبلغها الي القوم ثم بعث عليًا خلفه و امر بان يکون المبلّغ هو عليّ و قال لا يوديها الا رجل منّي و ذالک يدلّ علي انّ ابا بکر ما کان منه فهذا هو وجه الاستدلال بهذه الآية . و

الجواب ان صحّت هذه الدلالة كان العباس اولیٰ با الامامة لانّه كان اقرب الی رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم من علیؑ و بهذا لوجه اجاب ابو جعفر المنصور عنه "(۱) محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے ابوجعفر منصور کے نام خط میں بعدِ پیغمبرؐ خلافتِ علیؑ پر اسی آیت سے استدلال کیا تھا اور انھوں نے لکھا تھا کہ آیہ: "اولو الارحام بعضهم اولیٰ ببعض" اولویت پر دلالت کرتی ہے اور اس اولویت کے لئے کسی چیز کو معین نہیں کیا ہے لہٰذا اس کو کل پر حمل کریں گے مگر یہ کہ جہاں تخصیص آجائے اس صورت میں امامت بھی شامل ہو جائے گی اور ابوبکر کے لئے یہ بات کہنی صحیح نہیں ہے کہ وہ بھی اولوالارحام میں ہیں کیونکہ مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے ابوبکر کو سورۂ برائت دے کر بھیجا تاکہ وہ لوگوں تک پہنچائیں پھر ان کے پیچھے علیؑ کو بھیجا اور فرمایا کہ اس کو علیؑ ہی پہنچائیں گے اس لئے کہ اس فعل کو وہی انجام دے سکتا ہے جو مجھ سے ہے۔ اور آپ کا یہ فرمانا بتا رہا ہے کہ ابوبکر رسولؐ خدا سے نہیں تھے۔ اس آیت سے اسی طرح استدلال کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس بات کو صحیح مانیں تو پھر امامت کے لئے عباس کو اولویت ہونا چاہئے کیونکہ وہ رسولؐ خدا سے علیؑ کی بہ نسبت زیادہ قریب تھے۔ یہی بات ابوجعفر منصور نے کہی تھی۔

میں (میر حامد حسین) کہتا ہوں کہ اہلسنت کو اس استدلال کو تسلیم کرنا چاہئے کیونکہ وہ لوگ اہلبیتؑ کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث ثقلین جیسی حدیثوں میں اہلبیت سے مراد صرف ائمہ اثنا عشری نہیں ہیں بلکہ ان کی اولاد بھی شامل ہیں۔ یہی بات کابلی نے "صواقع" میں اور شاہ صاحب نے "تحفہ اثنا عشریہ" کے چوتھے باب میں کہی ہے اور میں نے (عبقات الانوار کی) حدیث ثقلین میں اس کا جواب دیا ہے۔ لہٰذا مذکورہ استدلال سے چشم پوشی صحیح نہیں ہے بلکہ اہلسنت پر واجب ہے کہ وہ امام رازی کا جواب دیں۔

۱۔ التفسیر الکبیر، ج۱۵، ص۲۱۳۔

جیسا کہ میں نے (عبقات الانوار کی) مجلد حدیث غدیر میں ذکر کیا کہ ابو العباس مبرد نے "الکامل" (۱) میں، ابن اثیر نے "الکامل فی التاریخ" (۲) میں، اور ابن خلدون نے اپنی "تاریخ" (۳) میں محمد بن عبداللہ اور ابوجعفر منصور کے خطوط نقل کئے ہیں جس میں محمد بن عبداللہ بن حسن نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ حضرت علیؑ ہی وصی و امام تھے کیونکہ اصحاب میں سب سے پہلے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے زیادہ جہاد کرنے والے تھے، اور یہ سب کی سب آپ کی بلافصل خلافت و امامت کو ثابت کرتی ہیں۔

۴۔ حضرت علیؑ کو خلیفہ ماننے والوں میں خود جناب عباس بھی ہیں کیونکہ ان ہی نے بعد وفاتِ پیغمبرؐ حضرت علیؑ سے کہا تھا: "امدد یدک ابایعک" اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ عباس کا یہ کہنا خود بتاتا ہے کہ خلافت کے لئے حضرت علیؑ کو اپنے اور دوسروں سے اولیٰ سمجھتے تھے۔ اور جناب عباس کا یہ جملہ (اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں) اتنا مشہور ہے کہ اس کو متکلمین اہلسنت کو نقل کرنا پڑا فضل ابن روزبہان "ابطال الباطل" میں علامہ حلیؒ کی رد میں لکھتے ہیں:

"اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ بعد پیغمبرؐ، ابوبکر امام برحق تھے۔ اور شیعوں کی نظر میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ ورضی اللہ عنہ۔ اہلسنت اپنے مدعا پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں ا۔ امامت کا ثبوت یا نص کے ذریعے ہوگا یا اجماع کے ذریعے۔ نص تو پائی نہیں جاتی۔ رہا اجماع تو سوائے ابوبکر کے کسی پر اتفاق نہ ہوا۔ اجماع تو ابوبکر و عباس و علی پر ہوا تھا مگر ان دونوں نے ابوبکر کے بارے میں اختلاف نہیں کیا تھا۔ اگر ابوبکر حق پر نہ ہوتے تو علیؑ ضرور اختلاف کرتے جس طرح انھوں نے معاویہ سے اختلاف کیا تھا۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر اختلاف کرنا فطری بات ہے اور امکانی صورت میں اختلاف نہ کرنا منافی عصمت ہے۔ کیونکہ یہ گناہ کبیرہ ہے جو عصمت کو ختم کردے گا جب کہ شیعہ امامت کے لئے عصمت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ عباس اور علی کے

۱۔ کامل مبرد، ج۳، ص۹۵۔

۲۔ تاریخ کامل، ج۵، ص۱۵۲، وقائع ۱۴۵ھ۔

۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج۳، ص۷۔

امکان میں نہیں تھا کہ وہ ابوبکر سے اختلاف کرتے تو میں جواب دوں گا کہ اس کو تو تم لوگ تسلیم کرتے ہو کہ علی، ابوبکر سے زیادہ بہادر، دین کے معاملے میں ان سے زیادہ سخت، قبیلہ واعوان کے لحاظ سے ان سے زیادہ اور حسب ونسب کے لحاظ سے ان سے افضل واشرف تھے۔ اور نص بھی اسی کی تائید کرتی ہے.... اور انصار علی پر ابوبکر کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ان ہی کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ نے آخر عمر میں فرمایا تھا کہ وہ (انصار) غالب ہونے والے لشکر ہیں۔ لہذا نبی کو چاہئے تھا کہ وہ انصار کو وصیت کرتے کہ امر خلافت میں علی کی مدد کریں اور جو خلافتِ علی کے بارے میں اختلاف کرے اس سے جنگ کریں۔ پھر عظمتوں کی حامل فاطمہ علیہا السلام ان کی زوجہ تھیں، رسولؐ خدا کے نواسے حسن وحسین ان کے بیٹے تھے اور عباس ان کے چچا اور ان کے ساتھ تھے۔ اور عباس ہی نے علی سے کہا تھا: "امدد یدک ابایعک" آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کی بیعت کروں گا۔ جس پر لوگوں نے کہا تھا کہ رسولؐ خدا کے چچا نے رسولؐ خدا کے چچازاد بھائی کی بیعت کی۔ اور زبیر جیسے شجاع بھی آپ ہی کے ساتھ تھے....."۔

امامتِ ابوبکر کے اثبات اور شیعوں کی رد میں قاضی ناصر الدین بیضاوی نے "طوالع الانوار" میں اور شمس الدین اصفہانی نے اس کی شرح "مطالع الانظار شرح طوالع الانوار" میں ابن روزبہان ہی کی بات کہی ہے اور قاضی نوراللہ شوستری نے "احقاق الحق" میں اس کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

"و کان العباس بن عبد المطلب لقی علی بن ابی طالب فقال له ان النبی صلی اللّه علیه وسلم یقبض فاسأله فان کان الامر لنا بیّنه و ان کان بغیرنا اوصی بنا خیرا فلما قبض رسول اللّه صلی الله علیه وسلم قال العباس لعلی بن ابی طالب ابسط یدک ابایعک فیقال عمّ رسول اللّه بایع ابن عم رسول اللّه و یبایعک اهل بیتک و ان هذا الامر اذا

کان لم یوخر فقال له علی و من یطلب هذا الامر غیرنا و قد کان العباس لقی ابا بکر فقال هل اوصاک رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم بشئی فقال لا فلقی العباس عمر فقال له مثله فقال عمر لا فعند ذالک قال العباس لعلی ابسط یدک ابایعک و یبایعک اهل بیتک

"(۱) عباس بن عبدالمطلب نے علی بن ابی طالب سے ملاقات کی اور ان سے کہا نبیؐ اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں ان سے (خلافت کے بارے میں) سوال کیجئے اگر خلافت ہم ہی میں ہے تو اس کو بیان کر دیں اور اگر ہمارے غیر کے لئے ہے تو اس کی وصیت کر دیں۔ جب رسولؐ خدا کی قبض روح ہوگئی تو عباس نے علی بن ابی طالب سے کہا اپنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ آپ کی بیعت کروں۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ رسولؐ خدا کے چچا نے رسولؐ خدا کے چچازاد بھائی کی بیعت کی۔ علیؑ نے عباس سے کہا کہ ہمارے علاوہ کوئی اور اس کا طلب گار ہے؟ اس کے پہلے ابوبکر سے عباس مل چکے تھے اور ان سے کہا تھا کہ کیا رسولؐ خدا نے کسی کے لئے وصیت کی ہے؟ انھوں نے کہا تھا نہیں۔ پھر وہ عمر کے پاس گئے تھے اور ان سے بھی یہی سوال کیا تھا مگر انھوں نے بھی نفی میں جواب دیا تھا۔ اس وقت عباس نے علیؑ سے کہا تھا اپنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں اور آپ کے اہل خاندان آپ کی بیعت کریں۔

۵۔ جناب عباس نے قبول خلافت سے خود عذر خواہی کی تھی۔ جیسا کہ سید علی ہمدانی "مودۃ القربیٰ" میں لکھتے ہیں:

"ابوحمزہ ثمالی نے ابوجعفر محمد باقر سے اور انھوں نے اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہے کہ جب رسولؐ خدا کی زندگی کا آخری لمحہ آیا اور آپ کا سر علیؑ کی آغوش میں تھا اور عباس مکھیاں ہکار رہے تھے اور گھر مہاجرین وانصار سے بھرا ہوا تھا تو آنحضرتؐ نے

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ص۹، محاولۃ العباس مبایعۃ الامام علی۔

(جناب عباس) سے فرمایا: اے چچا کیا آپ میری وصیت قبول کریں گے اور میرے وعدے پورا کریں گے؟ عباس نے کہا میں کبیر السن اور کثیر العیال ہوں پھر آپ نے فرمایا: اے علی کیا تم میری وصیت قبول کرو گے اور میرے وعدے وفا کرو گے؟ آپ کثرت حزن اور شدت گریہ کی وجہ سے جواب دینے پر قادر نہیں تھے۔ حضرتؐ نے جب دوبارہ پوچھا تب علیؑ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا جائیں ہاں میں آپ کی وصیت پوری کروں گا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا: انت اخی و وصی ووزیری و خلیفتی۔ تم ہی میرے بھائی، میرے وصی، میرے وزیر اور میرے خلیفہ ہو۔ پھر حضرتؐ نے بلال سے فرمایا: میری ذوالفقار لے آؤ۔ بلال اس کو لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر کہا میری مغفر ذوالنجدین لے آؤ۔ بلال اس کو لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے بعد کہا میری زرہ لے آؤ۔ وہ اس کو لائے۔ پھر فرمایا بلال میرا گھوڑا لے آؤ۔ وہ گھوڑا لے کر آئے۔ پھر کہا میرا ناقہ لے کر آؤ۔ بلال ناقہ لے کر آئے۔ اس کے بعد کہا بلال میرا کالا کمبل لے کر آؤ۔ بلال اس کو لے کر آئے۔ پھر کہا میرا قضیب لے کر آؤ۔ بلال اس کو لا کر حضرتؐ کے سامنے رکھ دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے چیزیں منگواتے رہے یہاں تک کہ وہ پٹکا بھی منگوایا جس کو جنگ میں اپنے شکم مبارک پر باندھا کرتے تھے۔ پھر آپ نے اپنی انگوٹھی اتاری اور اس کو علی کو دی اور فرمایا: اے علی مہاجرین و انصار کے سامنے ان چیزوں کو اپنے گھر لے جاؤ تا کہ میرے بعد ان چیزوں سے تم سے کوئی اختلاف نہ کرے۔ چنانچہ علیؑ ان چیزوں کو لے کر اپنے گھر گئے اور انھیں وہاں رکھا اور پھر واپس آگئے''(۱)

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی روشنی میں پیغمبرؐ اسلام بتانا چاہ رہے تھے کہ عباس مستحق خلافت نہیں ہیں۔ اسی لئے پہلے ان سے قبول وصیت کے بارے میں سوال کیا اور جب انھوں نے اپنے کو

۱۔ مودۃ ۲۲ میں یہ روایت تھی جو موجودہ مطبوعہ میں نہیں ہے۔ موجودہ کتاب میں صرف ۱۴ مودتیں چھپی ہیں۔

اس کا مستحق نہیں سمجھا تو آپ سے عذر خواہی کر لی۔ اس کے بعد نبیؐ نے علیؑ کو اپنا وصی بنا کر فرمایا کہ علی ہی میرا وزیر و خلیفہ ہے۔ اس نص جلی کے ہوتے ہوئے خلافتِ جناب عباس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

۶۔ حضرت علیؑ کے وارث پیغمبرؐ ہونے کی بہترین دلیل حدیث دار ہے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ چچا کے ہوتے ہوئے کس طرح چچازاد بھائی وارث بن گیا، تو آپ نے اسی سے استدلال کیا تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی ''ازالۃ الخفا'' میں کتاب الخصائص سے ربیعہ بن ناجد سے روایت کرتے ہیں کہ:

> ''ایک شخص نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ چچا کی موجودگی میں آپ چچازاد بھائی ہوتے ہوئے کس طرح وارث ہو گئے؟ آپ نے جواب دیا کہ رسولؐ خدا نے بنی عبدالمطلب کو جمع کیا یا ان کو بلوایا اور ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا اور سبھی نے سیر ہو کر کھایا مگر تھوڑا سا بھی اس سے کم نہیں ہوا۔ پھر دودھ کا چھوٹا پیالہ دیا اس سے سب نے پیا مگر وہ ویسا ہی بھرا رہا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب میں سبھی کے لئے خاص طور سے تم لوگوں (کی ہدایت) کے لئے بھیجا گیا ہوں لہذا تم میں کون میری بیعت کرے گا تا کہ وہ میرا بھائی، میرا یار اور میرا وارث ہو؟ ان میں سے کوئی بھی نہ اٹھا صرف میں اٹھا باوجودیکہ میں کمسن تھا۔ حضرتؐ نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے تین مرتبہ اپنے سوال کو دہرایا اور ہر مرتبہ میں ہی اٹھتا تھا اور حضرتؐ مجھے بٹھا دیتے تھے۔ تیسری مرتبہ جب صرف میں اٹھا تو آپ نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اسی وجہ سے میں چچازاد بھائی ہوتے ہوئے وارث بن گیا اور چچا وارث نہ بن پائے''(۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ، پیغمبرؐ اسلام کے وارث ہیں اور اس وراثت میں جناب عباس کا تھوڑا سا بھی حصہ نہیں تھا۔ پھر کس طرح کوئی شخص ان کی خلافت کے بارے میں سوچ سکتا ہے؟

۷۔ محققین شیعہ و سنی کا اس پر اجماع ہے کہ جناب عباس خلیفہ نہیں تھے۔ لہذا ان کے بارے میں احتمال دینا کہ انھیں خلافت کے لئے اولویت حاصل تھی باطل خیال ہے۔

۱۔ ازالۃ الخفا، ج ۴، ص ۲۵۶، فصل ۷۔

۸۔ خلافت کے لوازم میں سے ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو۔ اور یہ بات واضح ہے کہ جناب عباس مہاجرین اولین میں سے نہیں تھے اس لئے کہ انھوں نے فتح مکہ سے تھوڑا پہلے ہجرت کی تھی جیسا کہ ابن حجر عسقلانی ''الاصابۃ'' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کان الیہ فی الجاھلیۃ السقایۃ والعمارۃ و حضر بیعۃ العقبۃ مع الانصار قبل ان یسلم و شھد بدراً مع المشرکین کرھا فاسر فافتدی نفسہ و افتدیٰ ابن اخیہ عقیل بن ابی طالب فرجع الی مکۃ فیقال انہ اسلم و کتم من قومہ ذالک وصار یکتب الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم باالاخبار ثم ھاجر قبل الفتح بقلیل و شھد الفتح و ثبت یوم حُنین '' (۱) زمانہ جاہلیت میں وہ سقائی کرتے تھے اور اسلام لانے سے پہلے انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے اور جنگ بدر میں مجبوراً مشرکین کے ساتھ تھے۔ اور جب وہ اسیر ہوئے تو انھوں نے اور ان کے بھتیجے عقیل نے فدیہ دیا پھر وہ مکہ واپس ہوگئے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اسلام لائے مگر اس کو اپنی قوم سے چھپائے رہے۔ وہ نبی کو خط کے ذریعے حالات سے مطلع کرتے تھے۔ اور فتح مکہ سے تھوڑا پہلے ہجرت کی اور فتح مکہ اور جنگ حنین میں انھوں نے شرکت کی۔

اور یہ کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو تو اس کی وضاحت خود شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''ازالۃ الخفا'' میں لوازم خلافت میں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو کیونکہ ان ہی کے بارے میں ارشاد الٰہی ہوا: اذن للذین یقاتلون بانھم ظلمو . اس کے بعد ارشاد ہوا: الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق. پھر ارشاد ہوا: الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و آتوالزکوٰۃ و امروا باالمعروف ونھی عن المنکر '' یعنی اگر مہاجرین کو رئیس بنائیں تو اقامۂ صلوٰۃ ، ایتاء زکوٰۃ

۱۔ الاصابۃ ، ج ۲ ، ص ۲۷۱۔

اور امر باالمعروف اور نہی عن المنکر عمل میں آئے گا کیونکہ وعدۂ الٰہی میں تخلف نہیں ہے ۔ اس لئے کہ وہ امر باالمعروف کے ذریعے دینی علوم کو زندہ کرے گا اور نہی عن المنکر کے لئے جہاد کا سہارا لے کر اقامۂ حدود اور رفع مظالم کرے گا جس سے مقاصد خلافت حاصل ہوں گے۔ اب اگر خلیفہ مہاجرین اولین سے ہوگا تو اس کی خلافت سے اطمینان قلب پیدا ہوگا اور یہ خصلت اس عصمت کا نمونہ نظر آئے گی جو انبیاء کے لئے ثابت ہے۔ نیز ان کے لئے ارشاد ہوا: فالذین ھاجرو و اخرجوا من دیارھم ولو ذوا فی سبیلی و قاتلوا و قتلوا لاکفرنّ عنھم سیّاتھم و لا دخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللّٰہ ۔ ان ہی کے بارے میں ارشاد الٰہی ہوا: والذین آمنو و ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ والذین اووا و نصروا اولئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ و رزق کریم ۔ نیز ارشاد ہوا: الذین آمنوا و ھاجرو و جاھدوا فی سبیل اللّٰہ باموالھم و انفسھم اعظم درجۃ عنداللّٰہ ''(۱)

۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ''ازالۃ الخفا'' سے یہ بات واضح ہے کہ خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ حاضرین حدیبیہ، حاضرین نزول سورۂ نور اور جنگ بدر جیسی عظیم جنگوں کے حاضرین میں سے ہو ان شرائط کو انھوں نے قرآن وحدیث سے اخذ کیا ہے وہ اس کتاب میں لکھتے ہیں:

''مثلاً حاضران حدیبیہ سے ہو، کی دلیل آیہ: ''محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم .... ذالک مثلھم فی التوارۃ و مثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فآزرہ '' ہے۔ اس لئے کہ جو اس گروہ میں سے ہوگا وہ اظہار دین و اعلاء کلمۃ اللہ کرے گا۔ اور جب یہ صفت خلیفہ کے لئے ثابت ہو جائے تو پھر اطمینان ہو جائے گا کہ وہ مقاصد خلافت کو پورا کرے گا۔ ان ہی افراد

۱۔ ازالۃ الخفا، ج ۱، ص ۲۹۱، فصل ۴۔

سے راضی ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:" لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرة " نیز حدیث میں جابر سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:"لن یلج النار احد شهد بدراً و الحديبية " جس نے بدر و حدیبیہ میں شرکت کی وہ جہنم کا منہ نہیں دیکھے گا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا:"لا يدخل النار احد ممن بايع تحت الشجرة " بیعت رضوان والے جہنم میں نہیں جا سکتے۔ اور یہ کہ وہ سورۂ نور کے نزول کے وقت حاضر رہا ہو تو اس کی دلیل یہ آیت ہے:"وعد اللّٰہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم و لیمکننّ دینهم الذی ارتضیٰ لهم "اس میں منکم کی ضمیر حاضرین کی طرف پلٹ رہی ہے نہ کہ سارے مسلمین کی طرف ورنہ "الذین آمنوا و عملواالصالحات تکراری ہوگا....."۔

۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کا نظریہ: اور یہ بات واضح ہے کہ جناب عباس جنگ بدر میں (آنحضرتؐ کے لشکر میں) نہیں تھے کیونکہ ابن حجر عسقلانی کے بقول فتح مکہ سے تھوڑا پہلے انھوں نے ہجرت کی تھی۔ اور جنگ بدر ۲ھ میں ہوئی تھی (۱)، اور فتح مکہ ۸ھ میں۔ بلکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جناب عباس اسرائے بدر میں تھے اور وہ جنگ حدیبیہ میں بھی نہیں تھے۔ کیونکہ یہ ۶ھ میں ہوئی تھی۔(۲) اور سورۂ نور کے نزول کے وقت بھی نہیں تھے کیونکہ اہلسنت کے نزدیک یہ سورہ، افک عائشہ کے وقت نازل ہوا تھا جو ۵ھ کا واقعہ ہے۔(۳)

۱۰۔ خلافت طلقا کے لئے نہیں ہے اور عباس طلقاء میں تھے۔ پہلی بات کے متعلق شاہ ولی اللہ دہلوی "ازالۃ الخفا" میں لکھتے ہیں:

۱۔ الاصابۃ، ج۲، ص۲۷۱، تاریخ الخمیس، ج۱، ص۳۶۵۔
۲۔ تاریخ الخمیس، ج۲، ص۱۶۔
۳۔ تاریخ الخمیس، ج۱، ص۴۷۵۔

"فقیہ شام عبدالرحمٰن اشعری نے ابو ہریرہ اور ابودرداء سے اس وقت کہا جب معاویہ، علی سے خلافت طلب کر رہا تھا اور یہ دونوں علی کی خلافت سے متعلق ایک شوریٰ بنانا چاہ رہے تھے: عجبا منکما کیف جاز علیکما ما جئتما به تدعو ان علیا ان یجعلها شوریٰ و قد علمتما انه قد بايعه المهاجرون و الانصار و اهل الحجاز و العراق و ان من رضیه خیر ممن کرهه و من بايعه خير ممن لم يبايعه و ای مدخل لمعاويه في الشوریٰ وهو من الطلقاء الذين لايجوز لهم الخلافة وهو و ابوه روس الاحزاب فندما على مسيرهما و تابا بين يديه .اخرجه ابو عمرو في الاستيعاب "(۱)

مجھ (اشعری) کو تم دونوں (ابو ہریرہ و ابودرداء) پر تعجب ہوتا ہے کہ تم کیسے اس کام کے لئے آگے بڑھے! تم لوگ علی سے کہہ رہے ہو کہ خلافت کے لئے ایک شوریٰ بنا لیں! جب کہ تم دونوں جانتے ہو کہ علی کی مہاجرین و انصار اور اہل حجاز و عراق نے بیعت کی ہے۔ اور جنہوں نے علی کو پسند کیا ہے وہ بہتر ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے آپ کی بیعت نہیں کی ہے! شوریٰ کا معاویہ سے کیا ربط ہے وہ تو طلقاء (آزاد کردہ) میں سے ہے، جس کے لئے خلافت جائز نہیں ہے اور اس کا باپ (ابوسفیان) اپنے گروہ کا سردار تھا۔ یہ سن کر ابو ہریرہ اور ابودرداء شرمندہ ہو گئے اور انھوں نے اشعری کے سامنے توبہ کی۔ اس کی ابو عمرو نے استیعاب میں روایت کی ہے۔

رہی دوسری بات کہ عباس طلقاء (آزاد کردہ) میں سے تھے تو اس کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ (۲) میں بیان کیا ہے جیسا کہ اس کے پہلے (نمبر ۸ میں) بیان کیا ہے۔ اور دیار بکری نے ابن اسحاق سے اسراء بدر کے نام کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ان ہی اسراء بدر میں عباس بن عبدالمطلب بھی ہیں مگر ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔(۳)

۱۔ ازالۃ الخفا، ج۱، ص۳۰، فصل دوم۔
۲۔ الاصابۃ، ج۲، ص۲۷۱۔
۳۔ تاریخ الخمیس، ج۱، ص۴۰۶۔

شاہ صاحب: ''اگر یہ کہا جائے کہ عباس نور سے محروم ہونے کی وجہ سے امامت کی لیاقت نہیں رکھتے تھے اس لئے کہ نور عبدالمطلب، عبداللہ اور ابوطالب میں منقسم ہوا تھا''۔

میر حامد حسین: مذکورہ عبارت میں اس بات کی صراحت ہے کہ نسبی قرابت، نور نبوی میں شرکت کے علاوہ ایک دوسری چیز ہے۔ پس مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اس بات کو جاننے کے بعد بحث کو کیوں نسبی قرابت تک پہنچادیا۔

شاہ صاحب: ''امام میں تقدم کا معیار اگر قوت و کثرت نور ہے تو پھر دونوں لحاظ سے حضرت امیر (علی) سے حسنین اولیٰ واحق ہوئے۔ قوت کے لحاظ سے اس طرح کہ وہ نور تقسیم ہوا نور نبوی اور نور علوی میں اور نور نبوی دوسرے سے قوی ہے جو حسنین (حسنؑ و حسینؑ) تک منتقل ہوا۔ اور کثرت کے لحاظ سے اس طرح کہ حسنین نور نبوی اور نور علوی کے جامع تھے۔ اور دو ایک سے بہر حال زیادہ ہوتا ہے''۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کی یہ بات کئی طرح سے غلط ہے۔

۱۔ امامت و خلافت کا معیار افضلیت ہے۔ اور چونکہ حدیث نور سے حضرت علیؑ کی کئی طرح سے افضلیت ثابت ہو چکی ہے لہٰذا بعد پیغمبرؐ وہی امام ہوں گے۔

۲۔ جب نور حسنینؑ، نور نبیؐ سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حسنینؑ (حسنؑ و حسینؑ) تک پیغمبرؐ اسلام کا سارا نور منتقل نہیں ہوا، ورنہ نبیؐ کا نور سے خالی ہونا لازم آئے گا اور نبی کا نور سے خالی ہونا واضح البطلان ہے۔

۳۔ اگر مان بھی لیں کہ نبیؐ کا سارا نور حسنینؑ میں منتقل ہو گیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہوا اور حسنؑ و حسینؑ سے ہر ایک میں اس کا آدھا (اور پورے نور میں سے ایک چوتھائی) یا حسنؑ میں تھوڑا زیادہ منتقل ہوا۔ لیکن جو علیؑ میں منتقل ہوا تھا وہ نور نبویؐ کے مساوی تھا۔ تو جب حسنؑ و حسینؑ میں سے ہر ایک کا نور علیؑ کے نور کے مساوی نہیں تھا تو پھر کس طرح نور علیؑ سے قوی ہو سکتا ہے؟

۴۔ شاہ صاحب کی عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ جو افضل ہوگا اس کا نور قوی ہوگا اور نور کا قوی ہونا افضلیت کا لازمہ ہے۔ پس اگر حسنینؑ کا نور حضرت علیؑ سے قوی تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضرت علیؑ سے افضل تھے اور یہ واضح حدیثوں اور باجماع مسلمین باطل ہے۔

۵۔ اگر حسنینؑ کا نور حضرت علیؑ سے قوی تھا تو جناب فاطمہؑ کا نور بطریق اولیٰ حضرت علیؑ سے قوی تھا۔ کیونکہ حسنینؑ تک نبیؐ کا نور جناب فاطمہؑ کے نور کے توسط سے منتقل ہوا تھا۔ لہٰذا حسنینؑ سے پہلے جناب فاطمہؑ کو امامت کے لئے اولویت حاصل ہونی چاہئے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ عورت ہونے کی وجہ سے وہ امام نہیں ہو سکتی تھیں اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا تو میں کہوں گا کہ اگر ذکوریت کا نہ ہونا امامت کے لئے مانع بن سکتا ہے تو پھر باجماع مسلمین حسنینؑ کا مفضول ہونا بھی امامت کے لئے مانع بنے گا۔

۶۔ گذشتہ دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ پیغمبرؐ اسلام کے نور کا سب سے پہلے خلق ہونا ہی آپ کے سارے انبیاء و مرسلین اور مخلوق سے افضل ہونے کا سبب ہے۔ اور چونکہ حضرت علیؑ کا نور، پیغمبرؐ اسلام کے نور سے متحد تھا لہٰذا آپ بھی ساری مخلوق سے جن میں خود حسنینؑ بھی ہیں افضل ہوئے۔ اس لئے نور حسنینؑ کا نور علیؑ سے قوی ہونے کا امکان ہی نہیں ہے۔

۷۔ اگر شاہ صاحب نور نبیؐ سے حسنینؑ کی خلقت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں تو پھر وہ کیوں نور سے خلقت علیؑ سے انکار کر رہے ہیں؟ بلکہ حسنینؑ کا نور سے خلق ہونا علیؑ کے نور الٰہی سے خلق ہونے کی بہترین دلیل ہے ورنہ علیؑ سے حسنینؑ کا افضل ہونا لازم آئے گا اور یہ اس (افضلیت علیؑ) کے خلاف ہے جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ نور نبیؐ سے حسنینؑ کے خلق ہونے کی بات اس لئے کہی کہ شیعہ اسی کے قائل ہیں تو ہم اس کا جواب دیں گے کہ انھیں چاہئے تھا کہ اس سلسلے میں ان شیعی روایتوں کو ذکر کرتے جن سے حسنین کے قوت نور کا توہم ہوا ہے حالانکہ شیعوں کی روایتوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ حسنینؑ، حضرت علیؑ سے مفضول تھے اور ان کا نور حضرتؑ کے نور سے قوی نہیں تھا۔

۸۔ کثرت و قوت سے مراد اگر اس کے کم و کیف کی زیادتی ہے تو وہ عین قوت ہے اور اس میں قوت و کثرت کی تفریق صحیح نہیں ہے حالانکہ شاہ صاحب نے واضح لفظوں میں کہا ہے کہ قوت و کثرت دو متغایر چیزیں ہیں جب کہ کثرت نور عین قوت ہے اور عنوان تو مختلف ہے مگر معنون ایک ہی ہے۔ کیونکہ جو اکثر ہے وہی اقویٰ ہے، اسی طرح جو اقویٰ ہوگا وہی اکثر بھی ہوگا اور ان میں انفکاک کی کوئی معقول بات نہیں ہے اور اگر کثرت سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ میں صرف ایک نور تھا اور وہ نور علوی ہے اور حسنینؑ میں دو نور، ایک

نور مصطفویؐ اور دوسرا نور علویؑ، اگر چہ یہ نور کم وکیف کے لحاظ سے نور علوی سے کم تھا لیکن اس کثرت کو کوئی بھی عقلمند معیار افضلیت قرار نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ کثرت اعتباری ہے اور یہ اس کل کی طرح ہے جو (مثلاً) بیس اجزاء سے مرکب ہو پس اس میں بیس اجزاء زیادہ ہے اس کل سے جو ایک ہے۔ لیکن اس کثرت کو عقلاء کل (مجموع) سے اولیٰ نہیں سمجھتے۔

۹۔ اگر ہم شاہ صاحب کی بات مان لیں تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ نور حسنینؑ معاذ اللہ نور رسالتمآبؐ سے زیادہ قوی تھا کیونکہ شاہ صاحب کے بقول حسنینؑ میں نور نبوی اور نور علوی دونوں جمع تھے۔ لہذا ان کا نور پیغمبر اسلام کے نور سے زیادہ ہوا اس لئے کہ جب نور، نبیؐ وعلیؑ میں تقسیم ہوا اور آنحضرتؐ کو آپ کا حصہ اسی طرح علیؑ کو ان کا حصہ ملا تو چونکہ حضرت علیؑ کا حصہ آپ ہی سے مخصوص تھا اور آنحضرتؐ کا اس میں کوئی سہم نہیں تھا اور وہ بھی حسنینؑ میں منتقل ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نور حسنینؑ نور رسالتمآبؐ سے زیادہ تھا جب کہ ایسا کوئی بھی مسلمان نہیں کہتا گرچہ شاہ صاحب نے اہل حق کی دلیل کو باطل کرنے کے لئے ایسا کہا ہے۔

۱۰۔ آپ کے پاس کونسی دلیل ہے جو حسنینؑ میں نور نبوی اور نور علوی کے جمع ہونے پر دلالت کر رہی ہے؟ اگر دلیل تحقیقی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث نور کی تو شاہ صاحب اور ان کے بعض بزرگوں نے تکذیب کی ہے اور اگر دلیل الزامی ہے تو یہ ظاہر ہے کہ شیعوں کی حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حسنینؑ کا نور حضرت علیؑ کے مساوی نہیں ہے بلکہ کم ہے پس کس طرح ان کا نور حضرت علیؑ سے زیادہ ہو سکتا ہے۔

خود علماء اہلسنت میں نطنزی کی کتاب ''خصائص علویہ'' کی حدیث اشباح سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت علیؑ، حسنینؑ سے افضل تھے۔ کیونکہ آدم نے عرش پر جب پانچ صورتیں دیکھیں تو پوچھا معبود یہ کون ہیں؟ آواز آئی یہ میرا نبیؐ ہے اور یہ اس نبی کا چچازاد بھائی علیؑ ہے۔ یہ نبی کی بیٹی فاطمہؑ ہے اور یہ علیؑ کے بیٹے اور نبی کے نواسے حسنؑ وحسینؑ ہیں۔

اس ترتیب سے ناموں کے بتانے سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم نور میں حسنینؑ مفضول اور حضرت علیؑ افضل تھے۔ کیونکہ قاضی عیاض نے اپنی کتاب الشفا میں آیہ: '' و اذ اخذنا من النبیین میثاقھم و

منک و من نوح '' کے ذیل میں سمرقندی سے نقل کیا ہے کہ ہمارا نبیؐ اس لئے دیگر انبیاء سے افضل ہے کہ ان کا نام پہلے آیا ہے اور دیگر انبیاء کا بعد میں جب کہ حضرتؐ بعد میں اس دنیا میں آئے تھے۔ اسی طرح حدیث اشباح میں خدا نے حسنینؑ کا ذکر فاطمہؑ کے بعد میں کیا اور ان کا حضرت علیؑ کے بعد۔ یہ خود اس بات کی علامت ہے کہ حسنینؑ حضرت علیؑ سے مفضول اور حضرتؑ ان دونوں سے افضل تھے۔

آخر میں اہل علم سے گزارش ہے کہ ہماری اور اپنی باتوں پر غور کریں کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے حدیث نور کو جعلی قرار دیا اور اس کے جعلی ہونے پر ادعاء اجماع کیا جب کہ میں نے ان کی اہم کتابوں سے مشاہیر ائمہ کی روایتیں نقل کیں۔ پھر انھوں نے حدیث نور کے مقابلے ایک جعلی حدیث پیش کی جس کے جعلی ہونے کو ادلۂ قطعیہ سے ثابت کیا۔ اس کے بعد انھوں نے حدیث نور سے حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل سے انکار کیا جب کہ میں نے کئی دلیلوں سے اس کے خلافت بلا فصل پر دلالت کرنے کو ثابت کیا۔۔۔۔ آخر یہ کتمان حق کیوں ہو رہا ہے! لہذا اہل علم کو چاہئے کہ طفلانہ ضد چھوڑ کر ہماری اور اپنی باتوں پر غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے تا کہ آخرت کے گھاٹے سے محفوظ رہیں۔ یوم لا تنفع المال ولا البنون ۔

منابع تحقیق عبقات الانوار حدیث نور

اسم کتاب	مؤلف	ناشر
ابجد العلوم	صدیق حسن خان	دار ابن حزم بیروت
استیعاب برحاشیہ اصابہ	ابن عبدالبر	مصر آفسٹ دار احیاء التراث العربی بیروت
اصابہ	ابن حجر عسقلانی	مصر آفسٹ دار احیاء التراث العربی بیروت
اعلام الموقعین	ابن قیم	دار الکتب العلمیہ بیروت
الانساب	سمعانی	حیدرآباد ہند
الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ دینوری	دار الکتب العلمیہ بیروت
تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی	حیدرآباد ہند
تقریب التہذیب	ابن حجر عسقلانی	دار الرشید شام
تہذیب الاسماء واللغات	نووی	دار الکتب العلمیہ بیروت
تذکرۃ الحفاظ	ذہبی	دار الکتب العلمیہ بیروت
تاریخ کامل	ابن اثیر	دار الکتب العلمیہ بیروت
تفسیر فرات	فرات بن ابراہیم کوفی	انتشارات وزارت ارشاد تہران
تاریخ الخمیس	دیار بکری	مطبعہ وہبیہ مصر
التاریخ الصغیر	امام بخاری	دار المعرفۃ بیروت
تذکرۃ الخواص	سبط ابن جوزی	مکتبہ نینوا تہران
الثقات	ابن حبان	دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد ہند
جمع الوسائل فی شرح الشمائل	قاری	مطبعہ شرقیہ مصر

جامع الاصول	ابن اثیر	مکتبہ حلوانی سعودی عرب
خصائص علویہ	ابوالفتح محمد بن احمد نطنزی	مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ قم
خصال	شیخ صدوق	انتشارات جامعہ مدرسین قم
الخرائج والجرائح	قطب الدین راوندی	مؤسسہ امام مہدی قم
خصائص الکبریٰ	جلال الدین سیوطی	حیدرآباد آفسٹ دار الکتاب العربی بیروت
الدرر الکامنۃ	ابن حجر عسقلانی	حیدرآباد ہند
دلائل النبوۃ	ابونعیم اصفہانی	دار الوعی حلب
درمنثور	جلال الدین سیوطی	دار الفکر بیروت
ریاض النضرۃ	محب الدین طبری	دار الکتب العلمیہ بیروت
زین الفتی	عاصمی	مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ قم
سیر اعلام النبلاء	ذہبی	دار الحدیث قاہرہ
سیرہ ابن ہشام	ابن ہشام	دار المعرفہ بیروت
شرح صحیح مسلم	نووی	دار الکتاب العربی بیروت
شفاء الاسقام	عبدالوہاب سبکی	دار الکتب العلمیہ بیروت
صواعق محرقہ	ابن حجر مکی	مؤسسہ الرسالۃ بیروت
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج نیشاپوری	دار الفکر بیروت
طبقات الشافعیہ	ابن قاضی شہبہ	عالم الکتب، بیروت
طبقات المفسرین	داؤدی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
طبقات الکبریٰ	ابن سعد	دار الکتب العلمیہ، بیروت
طبقات الحفاظ	جلال الدین سیوطی	ریاض سعودی عرب
طرائف	ابن طاؤس	مؤسسہ اعلمی، بیروت
علل الشرائع	شیخ صدوق	مؤسسہ اعلمی، بیروت

عیون اخبار الرضا	شیخ صدوق	مؤسسہ اعلمی، بیروت
غایۃ المرام	شیخ بحرانی	مؤسسہ التاریخ العربی، بیروت
فتوح الشام	واقدی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
الفصول المھمۃ	ابن صباغ مالکی	انتشارات اعلمی تہران
فرائد السمطین	حموینی	مؤسسہ محمودی بیروت
فردوس الاخبار	ابوشجاع شیرویہ دیلمی	دار الفکر بیروت
فضائل الثقلین من کتاب توضیح الدلائل	شہاب الدین احمد	مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی تہران
الکاشف	ذہبی	دار الفکر بیروت
کفایۃ الطالب	گنجی شافعی	مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ قم
کافی	شیخ کلینی	دار الحدیث قم
الکشف والبیان	ثعلبی	دار الکتب العلمیہ بیروت
المحلی	ابن حزم	دار الفکر بیروت
مناقب خوارزمی	خوارزمی	انتشارات جامعہ مدرسین قم
المختصر	ابوالفداء عماد الدین	المطبعۃ الحسینیۃ المصریہ
المعجم المختص	ذہبی	مکتب صدیق طائف
مرآۃ الجنان	یافعی	دار الکتب العلمیہ
معجم الادباء	یاقوت حموی	دار الغرب الاسلامی بیروت
معارج الوصول	زرندی	مجمع احیاء ثقافت اسلامی
معرفۃ علوم الحدیث	حاکم نیشاپوری	دار الکتب العلمیہ بیروت
المعجب فی تلخیص اخبار المغرب	محیی الدین ابومحمد	دار الفرجانی قاہرہ
مستدرک علی الصحیحین	حاکم نیشاپوری	دار الکتب العلمیہ بیروت
مناقب ابن مغازلی	ابن مغازلی	دار الآثار صنعا

المنمق	محمد بن حبیب	عالم الکتب بیروت
مواہب لدنیہ	قسطلانی	دار الکتب العلمیہ بیروت
معجم صغیر	طبرانی	دار الکتب العلمیہ بیروت
نزھۃ النظر	ابن حجر عسقلانی	مطبعۃ الصباح دمشق
نظم درر السمطین	جمال الدین زرندی	مکتبۃ نینوا تہران
نزھۃ المجالس	صفوری	دار الکتب العلمیہ بیروت
نہج الحق وکشف الصدق	علامہ حلی	مؤسسہ دار الہجرۃ قم
وفیات الاعیان	ابن خلکان	دار صادر، بیروت
الوافی بالوفیات	صفدی	دار احیاء التراث بیروت

WELAYAT PUBLICATIONS
184-B 2ND FLOOR, Main Patpar Ganj Road
Khureji Khas, East Delhi-110051
Mobile: 9858225575
welayatpublications@gmail.com